بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی

شرح

اسماء الحسنیٰ

اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) ناموں کی بےنظیر شرح

علامۂ زماں مؤرخ دوراں حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصورپوری رحمہ اللہ

ناشر

مکتبہ نذیریہ قینچی امرسدھو فیروز پور روڈ لاہور

حافظ عبدالرشید
19/10/77

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِہَا (القرآن)

معارف الاسماء

شرح

اسماء الحسنٰی

اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) ناموں کی بےنظیر شرح

از

علامۂ زماں محقّقِ دوراں حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ
پنشنر جج ریاست پٹیالہ

ناشر
مکتبۂ نذیریہ۔ قینچی امرسدھو، فیروزپور روڈ لاہور

کتاب : معارف الاسماء شرح اسماء الحسنیٰ

مؤلف : علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ

کتابت : محمد اکبر امین سیالکوٹی

صفحات : ۲۵۶ تقطیع : ۲۰×۲۶/۸

پریس : انٹرنیشنل پیپل پریس ۱۰ ہسپتال روڈ، لاہور

قیمت : بارہ روپے

675

ناشر :

مکتبہ نذیریہ۔ قینچی امرسدھو، فیروزپور روڈ۔ لاہور

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر طرح کی حمد و ثنا اس ذات واحد و یکتا کے لئے جس نے کائنات کو پیدا کیا۔
بے حد درود و سلام اس آخری نبی پر جس نے کائنات میں حق کا بول بالا کیا۔

امّا بعد

اس احقر العباد طالب الرشاد کی دیرینہ آرزو تھی کہ دنیائے اسلام کے نامور بزرگ علامہ زماں محقق دوراں حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پنشنر جج ریاست پٹیالہ کی مقدس متبرک تالیف "معارف الاسماء شرح اسماء الحسنیٰ" اللہ تعالٰی کے ننانوے (۹۹) ناموں کی بے نظیر شرح کی اشاعت کا شرف حاصل کروں۔ سو آج ہم خدائے رحمٰن و رحیم کے خصوصی فضل و کرم سے یہ کتاب مستطاب مفید شیخ و شاب ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی یہ تالیف علمی و روحانی حلقوں میں بنظرِ تحسین دیکھی جائے گی، کیونکہ حضرت قاضی صاحب رح ہر مکتبِ فکر میں یکساں مقبول و محبوب ہیں۔ ان کا دل اور قلم محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول میں ڈوبا ہوا ہے۔ آپ کی تحریر میں اتنی حلاوت ہے کہ ہر قاری کتاب آپ کی تالیفِ لطیف کو پڑھنے میں فوقیت دیتا ہے۔

ہمارے سامنے تقسیم ملک سے پہلے کا شائع شدہ نسخہ تھا جو کہ حضرت قاضی صاحب رح کے انتقال پر ملال کے بعد شائع ہوا تھا۔ اس لئے اس کی کتابت و طباعت میں بہت سی اغلاط تھیں۔ ہمیں تصحیح و نظرِ ثانی کتاب کے لئے کافی محنت کرنا پڑی ـــ تاہم اگر ناظرین کرام کو کہیں کوئی کتابت و طباعت میں غلطی نظر آئے تو ہمیں اطلاع دی جائے تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔

اظہارِ تشکر

ناسپاسی ہوگی اگر ہم حضرت قاضی صاحبؒ کے نیک دل پوتے حضرت قاضی عبدالباقی صاحب، حضرت قاضی حسن معزالدین صاحب کا شکریہ ادا نہ کریں جنہوں نے ہمیں اپنے حضرت جدّ امجد علیہ الرحمہ کی تصنیفات و تالیفات کی طباعت کی اجازت مرحمت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی و دلجوئی فرمائی۔

جزاھم اللہ احسن الجزا فی الدنیا والاخرۃ

والسّلام

۲۵ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ — الخادم المخلص : محمد حنیف یزدانی

۲۵ دسمبر ۱۹۷۳ء بروز منگل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ اکمل الحمد علی جمیع هدایاہ و معارفه و عطایاہ وعوارفه وافضل صلواته وسلامه وتحیاته الطیبات المبارکات واکرامه علی رسوله وحبیبه وصفوته محمد الامین خاتم النبیین وسید المرسلین و صلی اللہ علیه وعلی اله الطیبین الطاهرین و رضی اللہ عن الصحابة الذین اختارهم اللہ تعالی لصحبة نبیه الصادقین السابقین الاولین و الذین جاؤ من بعدهم من التابعین لهم باحسان الی یوم الدین[1]

اَمَّا بَعْدُ

یہ مختصر رسالہ اسماء اللہ الحسنیٰ کے متعلق ہے۔ جس میں ان اسماء پاک کی

[1] دیکھیں صفحہ ۱۰ پر

مختصر تشریح بھی کی گئی ہے ؂

اصل اس بارہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے :

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ؕ	"اے نبی بتادیجئے کہ اے لوگو اللہ کہو یا رحمٰن کہو۔ ان میں سے کوئی نام بھی لو بس اللہ کے نام تو سب پاک ہیں"
وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآئِهٖ (س اعراف ع ۲۲)	" اللہ کے بہت پاک نام ہیں۔ پس لوگو اللہ کو اپنے ناموں کے ساتھ پکارا کرو۔ اور جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں اُسے چھوڑ دو"

آیاتِ بالا سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالےٰ کے نام توقیفیہ ہیں یعنے جن اسماء کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اسماء الٰہی بتایا ہے۔ اُن کے سوا۔ اللہ تعالےٰ کو کسی اور نام سے یاد کرنا پکارنا یا اُسے اللہ تعالیٰ کا پاک نام سمجھنا جائز نہیں ؂

ہاں یہ بھی ثابت ہوا کہ اہلِ کفر والحاد جو عرفانِ الٰہی سے بے خبر اور معرفت ربانی سے دُور ہوتے ہیں ، اگر کبھی حمد لکھنے پر آمادہ بھی ہوتے ہیں تو ان کی کلام ہی سے واضح ہوجاتا ہے کہ کیسے ضالّ و مضلّ کا کلام ہے۔ ایک کافر کہتا ہے ؎

بنام آنکہ او نامے ندارد   بہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

(حاشیہ صفحہ ۹) اللہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ حمد اس کے لئے ہے۔ کامل مکمل حمد۔ ان ہدایات اور معارف اور عطاء وعوارف پر جو اس نے مخلوق پر کی ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے درود وسلام اور مبارک و پاکیزہ تحیات اور تحفے اللہ تعالیٰ کے رسول اور حبیب اور برگزیدہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوں جو نبیوں کے خاتم ہیں اور مرسلین کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کی آل پر بھی جو طیّب وطاہر ہیں اور صحابہ پر بھی جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے نبی کی مصاحبت کے لئے چن لیا ہے۔ جو صداقت والے۔ اولیت والے سبقت والے تھے، نازل فرمائے اور ان لوگوں پر بھی — جو قیامت تک آل وصحابہ کی پیروی کرنے والے ہیں ؂

پہلا جھوٹ تو یہ کہ اللہ تعالےٰ کا کوئی نام ہے ہی نہیں۔ دوسرا حماقت بھرا جھوٹ یہ کہ وہ ہر ایک نام کو اپنا ہی نام سمجھتا اور ہر ایک نام پر بول اٹھتا ہے :۔

یہی شعر بتلاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات اور اسماء و اعلام کے متعلق جب کوئی شخص اللہ تعالےٰ ہی کے بتائے ہوئے عرفان سے استفادہ نہیں کرتا تو وہ ضرور بھٹک جاتا ہے۔ فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی کی تفسیر میں احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ ایسے ۹۹ نام ہیں۔ جن کی یاد انسان کو جنّت تک پہنچا دیتی ہے۔ احادیث صحیحہ میں تو اسی قدر ہے اب احادیث کے طبقہ ثانیہ کی کتابوں میں اَسْمَاءُ الْحُسْنٰی کو بزرگان دین نے فراہم بھی کیا ہے۔ لوگوں میں زیادہ تر مشہور وہ روایت ہے جو سُنَنِ ترمذی میں ہے۔ صاحب جامع الاصول نے بھی اس روایت کو لیا ہے اور یہ بھی لکھ دیا کہ ترمذی کے سوا۔ اور کسی نے تفصیل بیان نہیں کی۔ اس قول کی توجیہہ یہ ہے کہ علامہ ابن اثیر۔ صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کو شمار نہیں کرتے۔ بلکہ موطاء امام مالک کو شمار کرتے ہیں۔ اگر یہ شرط نہ ہوتی تو یہ امر مخفی نہ تھا کہ روایت ابن ماجہ میں بھی بیان اسماء موجود ہے۔ مستدرک حاکم میں بھی تفصیل اسماء موجود ہے۔ مگر یہ کتاب بھی داخل صحاح نہیں لہٰذا صاحب جامع الاصول نے صرف ترمذی کے حوالہ پر اکتفا کی۔ صحیح بخاری میں ہے :

حدثنا علی بن عبد اللہ حدثنا سفیان قال حفظنا عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ روایۃً قال انّ للّٰہ عزّوجلّ تسعۃ وتسعین اسمًا مائۃً الا واحدۃً لا یحفظھا احدٌ الّا دخل الجنّۃ وھو وترٌ یحبّ الوتر (جلد ہفتم ص۵)	"ہم سے علی بن عبد اللہ نے حدیث بیان کی کہ ہم سے سفیان نے حدیث بیان کی۔ اور کہا کہ ہم نے ابی الزناد سے۔ انھوں نے اعراج سے۔ انھوں نے ابوہریرہ سے یہ یاد کر لیا ہے کہ ابوہریرہ روایت کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو۔ جس نے ان کو حفظ کر لیا۔ وہ داخل جنت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تو وِتر ہے۔ وِتر کو دوست رکھتا ہے۔"

صحیح مسلم میں ہے :

حدثنا عمرو الناقد و زھیر بن حرب و ابن ابی عمر جمیعا عن سفیان واللفظ لعمرو۔	"عمرو ناقد۔ اور زہیر بن حرب اور ابن ابی عمرو تینوں نے ہم کو سفیان سے حدیث سنائی۔ (اس میں لفظ عمرو ناقد کے ہیں) کہ سفیان نے

حدثنا سفیان عن ابی الزناد	ابی الزناد سے حدیث بیان کی۔ انہوں نے
عن الاعرج عن ابی هریرة عن	اعرج سے۔ انہوں نے ابی ہریرہ سے۔
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان	انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ
للہ تسعة وتسعین اسما من	اللہ تعالےٰ کے ۹۹ نام ہیں جس نے ان کو
حفظها دخل الجنة والله وتر	حفظ کر لیا۔ وہ داخلِ جنت ہوا۔ اللہ
یحب الوتر۔ وفی روایت ابن ابی	تو وتر ہے۔ وتر کو اللہ دوست رکھتا ہے
عمرو من احصاها دخل	ابن ابی عمرو نے حفظها کی جگہ،
الجنة۔	احصاها کہا تھا۔"

صحیح مسلم کی دوسری حدیث ہے:

حدثنا محمد بن رافع نا	"ہم سے محمد بن رافع نے۔ ان سے عبدالرزاق
عبد الرزاق نا معمر عن ایوب	نے۔ ان سے معمر نے حدیث بیان کی انہوں
عن ابن سیرین عن ابی هریرة	نے ایوب سے۔ انہوں نے ابن سیرین سے
وعن همام بن منبه عن ابی	انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے۔ نیز
هریرة عن النبی صلی الله علیه	ایوب نے ہمام بن منبہ ہی سے انہوں نے
وسلم ان للہ تسعة وتسعین	ابی ہریرہ سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ
اسما مائة الا واحدا من	علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ کے
احصاها دخل الجنة۔ و	۹۹ نام ہیں۔ ایک کم سو۔ جس نے ان کو
زاد همام عن ابی هریرة	گن رکھا۔ وہ جنت میں پہنچا۔
عن النبی صلی الله علیه و	ہمام کی روایت میں ابی ہریرہ نے نبی
سلم۔ انه وتر یحب	صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقرہ زیادہ کیا ہے کہ
الوتر؛	اللہ وتر ہے۔ وتر کو دوست رکھتا ہے؛

ترمذی کی حدیث ہے:

حدثنا ابن ابی عمرو نا عثمان	"ہم سے ابن ابی عمرو نے۔ انہوں نے عثمان
عن ابی الزناد عن الاعرج	سے حدیث بیان کی کہ ابن الزناد نے اُن سے
عن ابی هریرة عن نبی صلی	اعرج نے۔ اس نے ابی ہریرہ سے اس نے

اللہ علیہ وسلم قال اِنّ لِلّٰہ	نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ
تسعۃ و تسعین اسمًا	اللہ کے نام ۹۹ ہیں۔ جس نے اُن کو
من احصاھا دخل الجنّۃ۔	گِن رکھا۔ وہ داخلِ جنت ہوا۔"

ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس میں اسماء کی تفصیل نہیں۔ ابوالیمان نے بھی اس روایت کو شعیب بن ابی حمزہ سے۔ انہوں نے ابی الزناد سے بیان کیا ہے۔ اسمار کا ذکر اس میں بھی نہیں ہے۔

ترمذی کی دوسری حدیث ہے :

حدثنا ابراھیم بن یعقوب نا	"ہم سے ابراہیم بن یعقوب نے اُن سے
صفوان بن صالح نا ولید بن مسلم	صفوان بن صالح نے اُن سے ولید بن مسلم
ناشعیب بن ابی حمزۃ عن ابی الزناد	نے ان سے شعیب نے ان سے ابی الزناد
عن الاعرج عن ابی ھریرۃ عن النبی	نے۔ ان سے اعرج نے ان سے ابوہریرہ
صلی اللہ علیہ وسلم۔ ان للّٰہ	نے اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے
تسعین و تسعۃ اسما مائۃ غیر	بیان کیا کہ اللہ تعالٰے کے ۹۹ نام ہیں۔
واحدۃ من احصاھا دخل الجنۃ	یعنی ایک کم سو۔ جس نے ان کو گھیر لیا۔ وہ
وھو الذی الذی لا الٰہ الا ھو	داخلِ جنت ہوا۔ وہ نام اللہ۔ رحمٰن
الرحمٰن الرحیم الخ	رحیم الخ ہیں"

امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ صفوان بن صالح سے اس کی روایت ہم سے ایک سے زائد نے کی ہے اور ہمارے نزدیک یہ اسی صفوان ہی کے طریق سے معروف ہے۔ یہ اہلِ حدیث کے نزدیک ثقہ ہیں۔ یہ حدیث ابی ہریرہ سے اور اور طریق سے بھی مروی ہے اور اکثر روایات میں اسمار کا ذکر نہیں آتا۔ ہاں اسی حدیث میں آیا ہے۔

اس حدیث کو مع بیان اسمار آدم بن ابی ایاس نے بھی بیان کیا ہے۔ وہ بھی ابوہریرہ ہی سے روایت ہے۔ اسناد اور ہے۔ لیکن وہ اسناد صحیح نہیں (ترمذی جلد دوم صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

ابن ماجہ میں ہے :

حدثنا ھشام بن عمار نا عبد	"ہم سے ہشام بن عمار نے حدیث بیان
الملک بن محمد صنعانی نا	کی۔ وہ کہتے ہیں۔ ہم سے عبدالملک بن محمد

ابو المنذر رنا زهير بن محمد بن التيمي نا موسى بن عقبہ حدثني عبد الرحمٰن الاعرج عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان لله تسعة وتسعين اسمًا مائة الا واحدة انہ الوتر و يحب الوتر من حفظها دخل الجنة وهي -	نے ۔ ان سے ابو المنذر نے ان سے زہیر بن محمد التیمی نے ۔ ان سے موسیٰ بن عقبہ نے حدیث بیان کی کہ مجھ سے عبد الرحمٰن اعرج نے حدیث بیان کی ابو ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ اللہ تعالےٰ کے ۹۹ نام ہیں ۔ ایک کم سو ۔ وہ وتر ہے اور وتر کو دوست رکھتا ہے جس نے ان ناموں کو حفظ کر لیا ۔ وہ داخل جنت ہوا ۔ وہ نام آگے بتائے گئے ہیں کہ یہ ہیں :

ان احادیث کی رُو سے جن میں تفصیل اسماء موجود ہے ۔ تین طریقے ہیں ۔ جو محدثین میں مشہور ہیں ۔ طریق اوّل ترمذی کا ہے اور یہی سب سے زیادہ شہرت یافتہ ہے ۔ اس طریق کو محدثین کی زبان میں طریق صفوان بن صالح کہتے ہیں ۔

اسی طریق کو ترمذی علیہ الرحمۃ کے سوا طبرانی و ابن حبان و ابن خزیمہ نے بھی بیان کیا ہے اور ان میں کسی قدر جو اختلاف بعض بعض اسماء کی بابت ہے وہ درج ذیل ہے :

ترمذی	طبرانی	ابن حبان	ابن خزیمہ
القابض	القائم		
الباسط	الدّائم		
الرّشید	الشدید		
ودود	اعلیٰ		
حکیم	مالك يوم الدين		الحاکم
مانع		الرافع	
رقیب			قریب
والی			مولی
مغنی			احد

یہ اختلاف تو صرف صفوان سے روایت کرنے والوں میں تھا۔ مگر بیہقی و ابن مندہ نے اپنی روایت ولید بن مسلم سے بیان کی ہے۔ جو اسی طریق میں صفوان سے اوپر کا راوی ہے۔ وہ روایت ترمذی سے صرف یک نام میں اختلاف کرتے ہیں۔ یعنی المیقیت کی جگہ المغیث بیان کرتے ہیں۔

طریق دوم زہیر بن محمد کا ہے۔ جسے ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔ اس میں ترمذی کے ناموں سے زیادہ اختلاف ہے۔

طریق سوم عبدالعزیز بن حصین کا ہے جسے حاکم نے مستدرک میں بیان کیا ہے۔ یہ بعض اسماء میں ترمذی و ابن ماجہ دونوں سے مختلف ہے[1]۔

ان طریق حدیث کو بخوبی واضح و دلنشیں کرنے کی غرض سے راویان حدیث کے نام ایک شجرہ میں نمایاں کیے جاتے ہیں۔

نقشہ روایت اسماء اللہ الحسنیٰ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ابن سیرین	ہمام بن منبہ	اعرج						
ایوب		ابی الزناد						موسیٰ بن عقبہ
عبدالعزیز بن حصین	معمر			سفیان		شعیب بن عمرو		زہیر بن محمد
	عبدالرزاق	علی بن عبداللہ	زہیر بن حرب / عمرو الناقد	ابن ابی عمرو		ابوالیمان	ولید بن مسلم	ابوالمنذر
							صفوان بن صالح / ابراہیم بن یعقوب	عبدالملک بن محمد / ہشام بن عمار
حاکم مستدرک	امام مسلم	امام بخاری	امام مسلم	امام مسلم	امام ترمذی	امام ترمذی	امام ترمذی	امام ابن ماجہ
روایت نمبر ۱ معہ تفصیل	روایت نمبر ۱۲ بلا تفصیل	روایت نمبر ۱۱ بلا تفصیل	روایت نمبر ۲، نمبر ۳ بلا تفصیل	روایت نمبر ۴ بلا تفصیل	روایت نمبر ۵ بلا تفصیل	روایت نمبر ۶ بلا تفصیل	روایت نمبر ۸ معہ تفصیل	روایت نمبر ۹ معہ تفصیل

محمد سلیمان کان اللہ لہ

[1] میں نے مستدرک حاکم کو خود نہیں دیکھا۔ فتح الباری سے جسقدر سمجھا گیا ہے وہ درج کیا گیا ہے۔

ہر سہ طرق روایات اور اسمائے مبینہ پر غور کرنے کے بعد ایک متحقق و متجسس بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اسمار حسنیٰ کی تعیین و تفصیل۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ غالباً اسے بھی ایسے ہی مصالح دینیہ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جیسے لیلۃ القدر کی تاریخ یا یوم الجمعہ کی ساعت مقبولہ کو ترک کیا گیا۔

علمار کرام نے اپنے اپنے فہم و علم سے۔ ان اسمار کو قرآن پاک کے بحر ذخار لآلی شاہوار کی طرح نکال لیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے (فتح الباری جزء ۲۶ من صحیح البخاری صفحہ ۸۱ مطبوعہ انصاری دہلی) تحریر فرما دیا ہے کہ تعیین اسمار مُدرج ہے۔ ابن العربی اور ابو الحسن قابسی کے بھی ایسے ہی اقوال درج کیئے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر جزء رابع مطبوعہ بولاق مصر ۱۲۷۱ھ چند ائمہ سے یہی ثابت کیا ہے کہ اسمار کو اہل علم نے فراہم کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ابو زید بغوی نے اسمار حسنیٰ کا استخراج قرآن مجید سے کیا۔ پھر اس فہرست میں امام سفیان بن عیینہ نے اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ایزادی فرمائی۔ اس کے بعد انہوں نے ہر ایک سورۃ قرآنیہ کے پتہ سے اسمار مستخرجہ کا اندراج کیا ہے اور پھر خود ہی ایک فہرست اسمار پیش کر دی ہے۔ ذیل میں ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو ان جملہ روایات و استخراجات کی حالت بہیئت مجموعی ظاہر کرے گا۔

نقشہ انتخاب اسماء اللہ الحسنیٰ بجمع روایات

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید لغوی	امام ابوسفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
١	اللہ الذی لا الہ الا ھو	اَللہُ	اللہُ	اَللہ	اللہُ	آللہ	آللہ
٢	الرحمٰن	رحمٰن	رحمٰن	رحمٰن	رحمٰن	رحمٰن	رحمٰن
٣	الرحیم	رحیم	رحیم	رحیم	رحیم	رحیم	رحیم
٤	الملک	ملک	ملک			ملک	ملک
٥	القدوس		قدوس	قدوس	قدوس	قدوس	قدوس
٦	السلام	سلام	سلام	سلام	سلام	سلام	سلام
٧	المومن	مومن	مومن	مومن	مومن	مومن	مومن
٨	المھیمن	مھیمن	مھیمن	مھیمن	مھیمن	مھیمن	مھیمن
٩	العزیز	عزیز	عزیز	عزیز	عزیز	عزیز	عزیز
١٠	الجبّار	جبّار	جبار	جبّار	جبّار	جبار	جبّار
١١	المتکبّر	متکبّر	متکبّر	متکبر	متکبّر	متکبّر	متکبّر
١٢	الخالق	خالق	خالق	خالق	خالق	خالق	خالق
١٣	الباری	باری	باری	باری	باری	باری	باری
١٤	المصوّر	مصوّر	مصوّر	مصوّر	مصوّر	مصوّر	مدوّر
١٥	الغفّار		غفّار	غفّار	غفّار	غفّار	غفّار
١٦	القھار						قھار
١٧	الوھاب	وھاب		وھاب	وھاب	وھاب	وھاب
١٨	الرزاق	رزاق		رزاق	رزاق	رزاق	رزاق

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید لغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۱۹	الفتاح			فتاح	فتاح	فتاح	فتاح
۲۰	العلیم	علیم		علیم	علیم	علیم	علیم
۲۱	القابض	قابض		قابض	قابض	قابض	
۲۲	الباسط	باسط		باسط	باسط	باسط	
۲۳	الخافض	خافض					
۲۴	الرافع	رافع					
۲۵	المعز	معز					
۲۶	المذلّ	مذل					
۲۷	السمیع	سمیع		سمیع	سمیع	سمیع	سمیع
۲۸	البصیر	بسیر		بصیر	بصیر	بصیر	بصیر
۲۹	الحکم						الحکم
۳۰	العدل						
۳۱	اللطیف	لطیف	لطیف		لطیف	لطیف	لطیف
۳۲	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر	خبیر
۳۳	حلیم	حلیم		حلیم	حلیم	حلیم	حلیم
۳۴	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم	عظیم
۳۵	غفور	غفور	غفور	غفور	غفور	غفور	غفور
۳۶	شکور	شکور	شکور				شکور
۳۷	علی	علی	علی	علی	علی	علی	علی
۳۸	کبیر		کبیر	کبیر	کبیر	کبیر	کبیر

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید لغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۳۹	حفیظ		حفیظ	حفیظ	حفیظ	حفیظ	حفیظ
۴۰	مقیت		مقیت	مقیت	مقیت	مقیت	مقیت
۴۱	حسیب		حسیب	حسیب	حسیب	حسیب	حسیب
۴۲	جلیل	جلیل	جلیل				
۴۳	کریم	کریم	کریم	کریم	کریم	کریم	کریم
۴۴	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب	رقیب
۴۵	مجیب	مجیب		مجیب	مجیب	مجیب	مجیب
۴۶	واسع	واسع	واسع	واسع	واسع	واسع	واسع
۴۷	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم	حکیم
۴۸	ودود	ودود	ودود	ودود	ودود	ودود	ودود
۴۹	مجید	مجید	مجید	مجید	مجید	مجید	مجید
۵۰	باعث	باعث	باعث			باعث	
۵۱	شہید	شہید	شہید	شہید	شہید	شہید	شہید
۵۲	حق	حق	حق	حق	حق	حق	حق
۵۳	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل	وکیل
۵۴	قوی	قوی				قوی	قوی
۵۵	متین	ذوالقوۃ المتین	متین	متین	متین	متین	متین
۵۶	ولی	ولی	ولی	ولی	ولی	ولی	ولی
۵۷	حمید		حمید	حمید	حمید	حمید	حمید
۵۸	محصی		محصی				

نمبر شمار	سنن ابن ترمذی	سُنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید لغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۵۹	مبدی	مبدی	مبدی	مبدی	مبدی	مبدی	
۶۰	معید	معید	معید	معید	معید	معید	
۶۱	محیی	محیی	محیی	محیی	محیی	محیی	محیی
۶۲	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت	ممیت
۶۳	الحیّ	حیّ	حیّ	حیّ	حیّ	حیّ	حیّ
۶۴	القیّوم	قیّوم	قیّوم	قیّوم	قیوم	قیّوم	قیّوم
۶۵	الواجد	واجد					
۶۶	الماجد	ماجد					
۶۷	الواحد	واحد	واحد	واحد	واحد	واحد	واحد
۶۸	الصمد	صمد	صمد	صمد	صمد	صمد	صمد
۶۹	القادر	قادر	قادر	قادر	قادر	قادر	قادر
۷۰	المقتدر		مقتدر	مقتدر	مقتدر	مقتدر	مقتدر
۷۱	المقدّم		مقدّم				
۷۲	المؤخّر		مؤخّر				
۷۳	الاوّل	اوّل	اوّل	اوّل	اوّل	اوّل	اوّل
۷۴	الآخر	أخر	أخر	أخر	أخر	أخر	أخر
۷۵	الظاہر	ظاہر	ظاہر	ظاہر	ظاہر	ظاہر	ظاہر
۷۶	الباطن	باطن	باطن	باطن	باطن	باطن	باطن
۷۷	الوّالی	والی					
۷۸	المتعالی	متعال	متعالی	متعال	متعال	متعال	متعال

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابو زید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
٧٩	البر	بار	بر	بر	بر	بر	بر
٨٠	التواب	تواب	تواب	تواب	تواب	تواب	تواب
٨١	المنتقم		منتقم				منتقم
٨٢	العفو	عفو	عفو		عفو	عفو	عفو
٨٣	الرؤف	رؤف	رؤف	رءوف	رؤف	رؤف	رؤف
٨٤	مالک الملک		مالک الملک	مالک	مالک	مالک	مالک
٨٥	ذوالجلال والاکرام			ذوالجلال والاکرام	ذوالجلال والاکرام	ذوالجلال والاکرام	
٨٦	المقسط	مقسط					
٨٧	الجامع	جامع					جامع
٨٨	الغنی	غنی		غنی	غنی	غنی	غنی
٨٩	المغنی		المغنی				
٩٠	المانع	مانع					
٩١	الضار	ضار					
٩٢	النافع	نافع					
٩٣	النور	نور			نور	نور	نور
٩٤	الهادی	ہادی		ہاد	ہاد	ہاد	ہادی
٩٥	البدیع			بدیع	بدیع	بدیع	بدیع
٩٦	الباقی	باقی		باقی	باقی	باقی	
٩٧	الوارث	وارث	وارث	وارث	وارث	وارث	وارث
٩٨	الرشید	راشد					
٩٩	الصبور						

نقشہ دوم

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید لغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۱		رب		رب	رب	رب	رب
۲		رازق					
۳		کافی	کافی	کاف	کاف	کاف	کافی
۴		قاھر	قاھر	قاھر	قاھر	قاھر	قاھر
۵		ناظر					
۶		صادق	صادق	صادق	صادق	صادق	
۷		جمیل	جمیل				
۸		فاطر	فاطر	فاطر	فاطر	فاطر	فاطر
۹		برھان	برھان			برھان	
۱۰		شدید	شدید		شدید	شدید	شدید
۱۱		قریب			قریب	قریب	قریب
۱۲		قائم		قائم	قائم	قائم	قائم
۱۳		واقی	واقی				
۱۴		المنیر					
۱۵		حافظ	حافظ				حافظ
۱۶		القدیم					
۱۷		سامع					
۱۸		معطی					
۱۹		تامّ					
۲۰		عالم	عالم	عالم	عالم	عالم	عالم

نمبر شمار	سُنن ترمذی	سُنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	امام سفیان بن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن حجر
۲۱		احد	احد	احد	احد	احد	احد
۲۲		ابد					
۲۳		وِتر				وِتر	
۲۴			حنّان				
۲۵			منّان	منّان	منان	منان	
۲۶			کفیل				کفیل
۲۷			محیط	محیط	محیط	محیط	محیط
۲۸			رفیع			رفیع	رقیع
۲۹			شاکر	شاکر	شاکر	شاکر	شاکر
۳۰			اکرم				اکرم
۳۱			قدیر	قدیر	قدیر	قدیر	قدیر
۳۲			خلاق	خلاق	خلاق	خلاق	خلاق
۳۳			فاتح				
۳۴			مُنیب				
۳۵			علّام				
۳۶			مَولیٰ	نعم المولیٰ	نعم المولیٰ	نعم المولیٰ	مولیٰ
۳۷			نصیر		نصیر	نصیر	نصیر
۳۸			ذوالطّول	ذوالطّول	ذوالطّول	ذوالطّول	
۳۹			ذوالمعارج				
۴۰			ذوالفضل				

نمبر شمار	سنن ترمذی	سنن ابن ماجہ	مستدرک حاکم	ابوزید بغوی	سفیان امام ابن عیینہ	امام جعفر صادق	حافظ ابن
۴۱			مبین	مبین	مبین	مبین	مبین
۴۲			اله		اله	اله	اله
۴۳			مدبر				
۴۴			فرد			فرد	
۴۵				فعال لما یرید	فعال لما یرید	فعال لما یرید	فعال لما یرید
۴۶						سریع	
۴۷						متفضل	
۴۸				غافر	غافر	غافر	غافر
۴۹				قابل	قابل	قابل	
۵۰					ملیك	ملیك	ملیك
۵۱						رب المشرقین ورب المغربین	
۵۲						معین	
۵۳							حاکم
۵۴							غالب
۵۵							اعلی
۵۶							حفی
۵۷						المنعم	المستعان

جل جلالہٗ۔ اس نقشہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ مختلف طرق میں جو نام بیان ہوتے ہیں ان کا شمار ۱۵۸ ہے اور ان میں سے آٹھ نام (۱) مالك الملك (۲) ذوالجلال والاکرام (۳) ذوالقوۃ (۴) ذوالطول (۵) ذوالمعارج (۶) ذوالفضل (۷) فعال لما یرید

(۸) رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ مرکب نام ہیں۔ باقی ۱۵۰ مفرد ہیں۔

انہی اسماء میں سے ۹۹ ناموں کا اندراج معہ شرح باب اوّل میں کیا گیا ہے اور باقی کا اندراج باب دوم وسوم میں معہ مزید تحقیقات ہے۔

فصل

غالباً یہ امر ناظرین کے لئے حل طلب ہے کہ ان علماء عظام میں تعیین اسماء و اعلام کے متعلق اس قدر اختلاف کیوں ہوا۔ خصوصاً جب کہ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جس اسم کو ایک امام نے نہیں لیا۔ وہ اس سے کم نہیں جن کو لیا گیا ہے۔ اس بارہ میں اصل تو مذاقِ انتخاب ہے۔ لیکن بعدازاں یہ بھی ہے کہ جب چند اسماء کی اصل ایک ہی مادہ سے تھی تو ان میں سے ایک نے ایک اسم کو لیا، دوسرے کے لینے سے خود کو مستغنی سمجھا۔ مثلاً ترمذی نے مالك الملك لیا ہے اور مليك کو نہیں۔ تو اس روایت کے راوی اول نے مالك الملك اور مليك کو ہم معنی قرار دیا۔ ترمذی میں قهار موجود ہے اور اس نے قاهر کو روایت میں نہیں لیا۔ جبکہ ابن ماجہ، حاکم و ابوزید و امام ابن عیینہ و امام جعفر صادق نے قاهر کو لے کر پھر قهار کو نہیں لیا۔ ترمذی نے فتاح بیان کیا اور حاکم نے فاتح۔ ترمذی نے رافع بیان کیا اور رفیع نہیں لیکن دیگر تین ائمہ نے رفیع بیان کیا ہے رافع نہیں۔ ترمذی نے رزاق بیان کیا رازق نہیں۔ مگر ابن ماجہ نے رزاق اور رازق دونوں کو بیان کیا۔

ترمذی نے علم سے اسم علیم بیان کیا ہے۔ لیکن دیگر ائمہ نے علیم کے علاوہ عالم ہی روایت کیا۔ ترمذی نے اَللّٰه کے بعد اِلٰه کی روایت نہیں کی۔ دیگر ائمہ نے اِلٰه کو مستقل اسم قرار دیا۔

ترمذی و ابن ماجہ و حاکم اسم شکور روایت کرتے ہیں اور ابوزید و ابن عیینہ و امام جعفر صادق صرف اسم شاکر۔ حاکم اور ابن حجر۔ شاکر اور شکور دونوں کو جداگانہ لے لیتے ہیں۔

ترمذی نے غفار کے بعد غافر کو اور حفیظ کے بعد حافظ کو۔ کریم کے بعد اکرم کو۔ علی کے بعد اعلیٰ کو۔ خالق کے بعد خلاق کو۔ قادر کے بعد قدیر کو غالباً اسی لئے چھوڑا۔ حکیم دونوں معنے میں مستعمل ہے۔ صاحبِ حُکم و صاحب حِکمت۔ ترمذی نے غالباً حاکم کو (جسے ابن حجر نے لیا ہے) اسی لئے چھوڑ دیا تھا لیکن یہ وہ اصول ہے جس پر کلیتہً نہ کسی

نے عمل کیا اور نہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً رحمٰن و رحیم دونوں کا مصدر ایک ہے۔ مگر سب نے ان کو دو جداگانہ اسم ہی شمار کیا ہے۔ خالق۔ الباری۔ المصور معنے خالقیت میں سب مشترک و متحد ہیں۔ تاہم یہ اسماء علیحدہ علیحدہ تین شمار ہوئے ہیں۔ خود ترمذی نے بھی غفور اور غفار کو دو اسم ہی شمار کیا ہے۔ اس کے بعد ان اسماء میں بھی اختلاف ہوا۔ جو مفرد حالت میں نہیں بلکہ باضافت مستعمل ہوئے ہیں۔

ترمذی نے جامع اور بدیع کا استعمال بحالت مفرد کیا ہے۔ جامع تو جامع النّاس لِیَوم لاَّ رَیبَ فِیہِ سے ہے اور بدیع۔ بدیع السمٰوٰت والارض سے ہے۔ اسی اصول پر ترمذی و ابوزید کے سوا دیگر ائمہ نے شدید العقاب سے ''شدید'' اور ابوزید و امام ابن عیینہ و امام جعفر صادق نے قابل التوب سے قابل اور بجز ترمذی دیگر ائمہ نے عالم الغیب سے عالم بھی لے لیا۔ اسمائے مشتقہ کے بارہ میں یہی ہوا۔

ترمذی کی روایت میں منتقم ہے۔ جو ذو انتقام سے بنا ہے۔ ابوزید و امام ابن عیینہ و امام جعفر صادق نے اسے اسم نہیں قرار دیا۔ ترمذی نے قآئِمًا بالقسط سے مُقسِط بنایا ہے۔ ابن ماجہ کے سوا اور کوئی اس اسم سے متفق نہیں۔

ترمذی نے ذوالجلال سے جلیل بنایا ہے۔ ابن ماجہ و حاکم کا بھی اتفاق ہے۔ دیگر ائمہ نے اس اسم کا استخراج نہیں کیا۔ ترمذی نے جلیل کے علاوہ ذوالجلال والاکرام کو علیحدہ اسم قرار دیا۔ مگر ابن ماجہ و حاکم اسے علیحدہ اسم شمار نہیں کرتے۔ البتہ جن ائمہ نے جلیل کو اسم شمار نہ کیا تھا۔ انھوں نے ذوالجلال والاکرام کو بطور اسم ضرور شمار کیا۔

ترمذی نے اسم باقی کو وَیَبقٰی وَجہُ رَبِّکَ سے نکالا۔ چہار ائمہ دیگر بھی متفق ہیں مگر حاکم و ابن حجر اسے نہیں لیتے۔ ان جملہ وجوہات کے بعد یہ بھی ہوا کہ بعض روایات میں نہایت مشہور اسم بھی رد گئے۔ ترمذی میں اسم رب اور احد کی روایت نہیں ہوئی۔ گو بعض متاخرین میں سے کسی نے رب اور کسی نے احد کو اس روایت میں شامل بھی کر دیا ہے۔ ابن ماجہ میں اسم قدوس فتاح و غفار و کبیر و حسیب والمقتدر جیسے نام رہ گئے

روایت حاکم میں سمیع و بصیر۔ حلیم۔ غنی جیسے مشہور اسماء نہیں ہیں۔ اب ان جملہ ائمہ عظام کی مساعی جمیلہ ہمارے سامنے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک اسم کو جو کسی روایت میں آ چکا ہے یا امام کا استخراج کردہ ہے۔ فہرست سے باہر رکھنا ہمارے لئے دشوار ہے۔ میں نے جملہ روایات

سے استفادہ کرتے ہوئے اور غور کرتے ہوئے ان سے مُفرد اسمائے پاک کی فہرست نود و نہ نام کی تیار کرلی ہے اور ان کی شرح باب اول میں ہے۔

اس فہرست میں جو اسمائے پاک درج نہیں ہوئے وہ باب دوم میں درج شدہ ہیں، اور اس طرح ناظرین کو ان جُملہ اسمائے پاک سے اور اُن کے معانی سے آگاہی ہو جائے گی۔ جن جن کو ائمہ دین نے بیان کیا ہے ؛

وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ

نقشہ نودونہ نام پاک اللہ عزوجل مندرجہ باب اوّل

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۱	اَللّٰہُ	اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا (طٰہٰ)
۲	رَحْمٰن	رَحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (فاتحہ)
۳	رَحِیْم	ایضاً
۴	اَلْمَلِکُ	اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ
۵	اَلْقُدُّوْس	الْمُتَکَبِّرُ (سورہ حشر)
۶	اَلسَّلَام	ایضاً
۷	اَلْمُؤمِن	ایضاً
۸	اَلْمُهَیْمِن	ایضاً
۹	اَلْعَزِیْز	ایضاً
۱۰	اَلْجَبَّار	ایضاً
۱۱	اَلْمُتَکَبِّر	ایضاً
۱۲	اَلْخَالِق	اَلْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (سورہ حشر)
۱۳	اَلْبَارِئُ	ایضاً
۱۴	اَلْمُصَوِّر	ایضاً
۱۵	اَلْغَفَّار	وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ (طٰہٰ)
۱۶	اَلْقَهَّار	وَاحِدُ الْقَهَّارِ (یوسف)
۱۷	اَلْوَهَّاب	اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران)
۱۸	اَلرَّزَّاق	اِنَّ اللّٰہَ هُوَ الرَّزَّاقُ (ذاریات)
۱۹	اَلْفَتَّاح	وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ۔ (السباء)
۲۰	اَلْعَلِیْم	ایضاً

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۲۱	اَلسَّمِیْعُ	اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (المؤمن)
۲۲	اَلْبَصِیْرُ	ایضاً
۲۳	اللَّطِیْفُ	وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (نساء)
۲۴	اَلْخَبِیْرُ	ایضاً
۲۵	اَلْحَلِیْمُ	اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (اسرائیل)
۲۶	اَلْعَظِیْمُ	وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (آیت الکرسی)
۲۷	اَلْغَفُوْرُ	اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ (فاطر)
۲۸	الشَّکُوْرُ	ایضاً
۲۹	اَلْعَلِیُّ	وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (آیت الکرسی)
۳۰	اَلْکَبِیْرُ	عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الْکَبِیْرُ (رعد)
۳۱	اَلْحَفِیْظُ	اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ (ہود)
۳۲	اَلْمُقِیْتُ	اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا (نساء)
۳۳	حسیب	اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا (نساء)
۳۴	الکریم	اِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ (نمل)
۳۵	الرّقیب	اِنَّ اللّٰہَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا (نساء)
۳۶	القریب	اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ (ہود)
۳۷	المجیب	ایضاً
۳۸	الواسع	اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (البقرہ)
۳۹	اَلْحَکِیْمُ	اَنَا اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ (نمل)
۴۰	اَلْوَدُوْدُ	وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (بروج)

نمبر شمار	اسمِ پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۴۱	اَلْمَجِيْد	اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (هُود)
۴۲	الشهيد	اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (حج)
۴۳	الحق	اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ (نور)
۴۴	الوكيل	وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا (بنی اسرائیل)
۴۵	القوی	وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ (شوریٰ)
۴۶	المتين	ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ۔ (ذاریات)
۴۷	الولی	وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ (شوریٰ)
۴۸	الحميد	ایضاً
۴۹	الحیّ	اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (آل عمران)
۵۰	القيوم	ایضاً
۵۱	الواحد	الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (ص)
۵۲	الاحد	قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ (اخلاص)
۵۳	الصمد	اَللّٰهُ الصَّمَدُ (〃)
۵۴	القادر	هُوَ الْقَادِرُ (انعام)
۵۵	المقتدر	عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر)
۵۶	الاوّل	هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحدید)
۵۷	الآخر	ایضاً
۵۸	الظّاہر	ایضاً
۵۹	الباطن	ایضاً
۶۰	الوالی	مَا لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (رعد)

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ
۶۱	اَلْمُتَعَالِی	کَبِیرُ الْمُتَعَالِ (رعد)
۶۲	اَلْبَرُّ	الْبَرُّ الرَّحِیمُ (طور)
۶۳	اَلتَّوَّابُ	اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیمُ (البقرہ)
۶۴	اَلْعَفُوُّ	اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا (نساء)
۶۵	اَلرَّءُوفُ	اِنَّ اللّٰهَ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ (نور)
۶۶	اَلْجَامِعُ	اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیهِ (آل عمران)
۶۷	اَلْغَنِیُّ	وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَلِیمٌ (البقرہ)
۶۸	اَلنُّورُ	اَللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نور)
۶۹	اَلْهَادِی	وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِیًا وَّنَصِیرًا (فرقان)
۷۰	اَلْبَدِیعُ	بَدِیعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (انعام)
۷۱	اَلرَّبُّ	رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا (بقرہ)
۷۲	اَلْمُبِینُ	اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِینُ (نور)
۷۳	اَلْقَدِیرُ	اِنَّ اللّٰهَ عَلِیمٌ قَدِیرٌ (نحل)
۷۴	اَلْحَافِظُ	فَاللّٰهُ خَیْرٌ حَافِظًا (یوسف)
۷۵	اَلْكَفِیلُ	وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیلًا (نحل)
۷۶	اَلشَّاكِرُ	فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیمٌ (البقرہ)
۷۷	الاکرم	وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ (علق)
۷۸	اَلْاَعْلٰى	سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (اعلیٰ)
۷۹	اَلْخَلَّاقُ	وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِیمُ (یٰس)
۸۰	اَلْمَوْلٰى	وَرُدُّوا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ (انعام)

نمبر شمار	اسم پاک	حوالہ آیت قرآنیہ	
۸۱	البصیر	وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا	(نساء)
۸۲	اِلٰہ	اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	(کہف)
۸۳	العلّام	اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ	(مائدہ)
۸۴	القاہر	وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ	(انعام)
۸۵	الغافر	غَافِرِ الذَّنْبِ	(مومن)
۸۶	الفاطر	فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	(انعام و ملائکہ)
۸۷	الملیک	عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ	(قمر)
۸۸	الحفی	اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا	(مریم)
۸۹	المحیط	اَلَا اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ	(فصلت)
۹۰	المستعان	وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ	(انبیاء)
۹۱	الرفیع	رَفِيْعُ الدَّرَجَاتِ	(مومن)
۹۲	الکافی	اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ	(زمر)
۹۳	الغالب	وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ	(یوسف)
۹۴	المنّان	مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ	(آل عمران ع ۱۷)
۹۵	الجلیل	ذو الجلال	(رحمٰن)
۹۶	المحی	اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى	(روم)
۹۷	الممیت	لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ	(اعراف)
۹۸	الوارث	وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ	(قصص)
۹۹	الباعث	اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ	
۱۰۰	الباقی	وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ	(رحمٰن)

آغازِ شرح سے پیشتر صحنے الفاظ حدیث بھی گزارش کئے جاتے ہیں۔ سنن ترمذی کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَةً وَتِسْعِیْنَ اِسْمًا مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ۔

ترجمہ: "اللہ کے ۹۹ نام ہیں۔ جس نے ان کو گھیر لیا۔ وہ جنت میں داخل ہوا۔"

شرح لِلّٰہِ کے فرمانے سے یہ ثابت ہوا کہ اسمِ پاک اَللّٰہ کے سوا ۹۹ نام اور ہیں جو اسی اسم ذات کی طرف مضاف ہیں۔ بایں معنی یہ قرین قیاس ہے کہ ۹۹ کا شمار اسم اَللّٰہ کے علاوہ ہو۔ اور یہ اسم اپنی شمولیت کے بعد شمار کو پورا "سو" بنا دیتا ہو۔ یہی معنی راجح ہیں۔

اِسْمًا —— لفظ اسم کو سمو سے بنایا گیا ہے۔ سمو کے معنی ہر چیز کی بلندی۔ برتری۔ وہ اونچی اور چوٹی کی علامت۔ جس سے وہ چیز دیگر اشیاء سے ممیز ہوتی۔ برتر ہوتی۔ علیحدہ شمار میں آتی ہے۔ چونکہ تعین اسم کے فوائد اور اغراض یہی ہیں۔ اس لئے نام کو اسم کہا گیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اَلْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی میں جو لفظ حُسْنٰی لفظ اسماء کے ساتھ ہے یہ اَحْسَنُ کی جمع ہے۔

اَحْصَاهَا —— کے معنی علماء نے متعدد بیان کئے ہیں۔ اکثر نے اس کے معنی حَفِظَهَا بتلائے کیونکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں اَحْصَاهَا کی جگہ حَفِظَهَا وارد ہوا ہے۔

اس ترجمہ کے بعد بھی اس کے معنی متعدد ہیں۔ اس معنی کی تردید کی گئی ہے کہ صرف نوک زبان یاد کر لینا ہی لفظ اَحْصَاهَا کے مقصد کو پورا کر دیتا ہے۔

فتح الباری میں ہے: ——

(۱) اَحْصَا کے معنی یہ ہیں کہ دعا مانگنے والا۔ صرف چند اسماء پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ جملہ اسماء کو پڑھ کر دعا مانگا کرے۔

(۲) ان اسماء کے حقوق پر قیام اور ان کی مقتضی پر عمل کرنا مراد ہے۔ مثلاً رازق کہے —— تو اللہ تعالیٰ کی رزق رسانی پر بھی اعتبار کرے۔

(۳) اَحْصَاهَا سے مراد۔ معانی اسماء کا بخوبی سمجھ لینا ہے۔ محاورہ ہے فلانٌ ذو حصاۃ۔ یعنی فلاں شخص صاحب عقل و ہوش ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے خواہ کوئی بھی صورت ہو۔ صحت نیت کے بعد ہر ایک صورت بندہ کو جنت میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔

(۴) اَحْصَاهَا کے معنی معرفت ہیں۔ کیونکہ جو ان اسماء کا عارف ہوگا۔ وہ مومن ہوگا۔ جو مومن ہوگا،

وہ جنت ہی میں جائیگا۔ معرفت میں اعتقاد کو شامل سمجھو۔ مثلاً جو دہریہ ہے۔ اُسے اسم خالق پر اعتقاد نہیں اور جو صرف فلسفی ہے۔ اسے اسم قادر کے معنی پر یقین نہیں۔

(۵) اَحْصَاھَا کے معنی عمل کرنا ہیں۔ مثلاً جو اللہ تعالےٰ کو حکیم سمجھتا ہے۔ وہ اس کے جملہ احکام کا بحسب حکمت ہونا بھی تسلیم کرتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو قدوس جانتا ہے وہ اُسے جملہ نقائص سے منزہ و پاک بھی اعتقاد کرتا ہے۔ ابو الوفا ابن عقیل نے انہی معنی کو تسلیم کیا ہے۔

(۶) ابن ابطال کا قول ہے کہ طریق عمل کے معنی یہ ہیں کہ بعض اسماء تو وہ ہیں جن کی صفات کا اقتدا ہو سکتا ہے مثلاً رحیم و کریم کہ ان صفات پر بندہ خود کو بھی خوگر بنا سکتا ہے اور بعض صفات وہ ہیں۔ جنکا اقتدا ممکن نہیں۔ مثلاً جبار و عظیم وغیرہ ۔ ایسے اسماء کے متعلق طریق عمل یہ ہے کہ ان صفات کو اللہ تعالیٰ سے خاص سمجھے۔ ان کا اقرار کرے اور خضوع و خشوع اختیار کرے۔ جن اسماء سے وعدۂ نعمت ملتا ہو۔ اُن میں طمع و رغبت پیدا کرے اور جن اسماء میں وعید ہو اس جگہ خوف و خشیت کو لازم احوال بنالے۔ حفظ اور احصاھا کے معنی یہی ہیں[1] اب شرح اسماء شروع کی جاتی ہے۔

---

[1] فتح الباری جلد ۲۶ صـ۸۵

باب اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ

اسم عَلَم ہے اور ذاتِ سبحانی کے لئے خاص الخاص ہے۔ علماء راسخین کا قول ہے کہ یہ اسم کسی سے مشتق نہیں۔ قوی مذہب یہی ہے۔ بعض نے اسے مشتق بتایا ہے۔ پھر اختلاف ہے کہ کس مصدر سے مشتق ہے۔ تفسیر کبیر نے چند اقوال نقل کئے ہیں:

اوّل ــــــ اَلِهۡتُ اِلٰی فُلَانٍ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی سَکَنۡتُ اِلٰی فُلَانٍ ہیں۔
یعنی اَللّٰہُ وہ ہے جس کے نام سے تسکین ہوتی ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے جو آرام دلِ عارفین ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے جو تسکین قلب مضطرین ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے کہ اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ سے اسکی شان واضح ہوتی ہے۔

دوم ــــــ اَلِهَ وَلِهَ سے مشتق ہے جس کے معنی وارفتگی کے ہیں۔ یعنی:
اَللّٰہُ وہ ہے کہ قلب اس کا والہ و شیدا ہے۔
اَللّٰہُ وہ ہے کہ ارواحِ پاک اس کی شیفتہ و فریفتہ ہیں۔

اَللّٰہ وہ ہے کہ ادراکِ مخلوقات حیرت و در بودگی پر منتہی ہوتا ہے۔ عرفان اپنی شناخت میں اپنے نقصان کا اقراری ہوتا ہے اور یہی معرفت نقصان اُسے بلند ترین علم و عرفان تک پہنچاتا ہے۔

سوم
الٰہ لاہٗ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی بلند شان ہیں۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو لوازماتِ مادہ سے برتر و اعلیٰ ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو زمان و مکان کے احاطہ سے ارفع و بلند ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو ذوی العقول کے وہم و گمان، فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔

چہارم
لَاہَ یَلُوْہُ لَاھیًا سے مشتق ہے جس کے معنی احتجاب ہیں۔ یعنی:

اَللّٰہُ وہ ہے جس کی ذات عقول سے محجوب ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جس کے نور کا انکشاف ارواح نوریہ کے لئے سترِ کبریٰ ہے

اَللّٰہُ وہ ہے جس کا کمال ہی ناقصین کے لئے حجاب ہے۔

پنجم
اَلَہَ الفصِیْل سے بنا ہے۔ یعنی بچہ کا اپنی ماں کی طرف احتیاج مند ہونا۔ یعنی:

اَللّٰہُ وہ ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں۔

اَللّٰہُ وہ ہے کہ آفات و مصائب میں اُسی کی جانب بازگشت کی جاتی ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے کہ تضرع و الحاح ہی کے ذریعہ سے ہماری رسائی اس کی آستان تک ہو سکتی ہے

ششم
اَلَہَ اَلَہً (سمع) سے بنا ہے۔ محاورہ ہے۔ اَلَہَ علیٰ فلانٍ۔ اس سے ڈرتا رہا۔ اَلَہَ اِلَیْہِ۔ اس کی پناہ ڈھونڈھی۔ یعنی:

اَللّٰہُ وُہ ہے جو خوف و ہراس کے وقت بندوں کی پناہ ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جو تمام عالم کی تکیہ گاہ ہے۔

اَللّٰہُ وہ ہے جس کی حفاظت میں تمام مخلوق اپنے اپنے اعدا کی دستبرد سے محفوظ ہے

اِن لفظ اَللّٰہ کی ترکیبِ لفظی پر غور کرو:

اَللّٰہ کا حرف ہمزہ نہ لکھا جائے تو لِلّٰہ پڑھا جاتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک شئے اللہ ہی کی ملک ہے۔ قرآن پاک میں ہے: لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

لِلّٰہ سے ایک ل کم ہو جائے تو لَہٗ رہ جاوے گا۔ جس کا تلفظ ھُوْ ہے۔ یہ حرف واحد بھی، اسی وَاحِدُ الْاَحَد کی ذاتِ وحید پر دال ہوگا۔ قرآن مجید میں ہے: قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اور

دوسرے مقام پر ہے: هُوَ الْحَيُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ پاک کی تعیین میں اسی اسمِ خاص کیطرف رہنمائی فرمائی ہے۔ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوہِ طور پر کلماتِ الٰہی میں عرفان تام عطا ہوا تھا: إِنَّنِي أَنَا اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا — "حق یہ ہے کہ میں ہی تو اَللہ ہوں اور کوئی بھی معبود نہیں۔ میں ہی ہوں"

کلامِ الٰہی کے اس فقرہ کو بار بار قلب پر پیش کرو کہ تحقیق و تصدیق کے مرتبۂ اعلیٰ پر ہے۔

مقامِ نفی و اثبات میں بھی اسی اِسم کا اثبات ہوتا ہے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

یعنی ہر ایک شے جس کا اِلٰہ ہونا کبھی مشرکین نے گمان کیا ہو۔

ہر ایک معبودِ باطل جسے بطورِ معبود پکارا گیا ہو یا پرستش کیا گیا ہو۔

ہر شے جو انسان کے دل پر تسلّط کر لینے والی ہے۔

ہر شے جس کی محبت دیگر انواعِ محبت پر غالب آ سکتی ہے۔

ہر شے جو انسان کی منتہائے آرزو بن سکتی ہے۔

ہر شے جس کی نسبت کسی کمالِ ذاتی کا وہم و گمان کیا جا سکتا ہے۔

ہر وہم و گمان جو کمالِ غیر کا توہّم پیدا کرنے والا ہے۔

اِن سب کی نفی کُلی کر دی جاتی ہے۔ سب کو خنجرِ لَا سے ذبح کر دیا جاتا ہے۔ اِثبات صرف اِسم اللہ کا ہوتا ہے۔ ثبوت و اثبات میں فرقِ عظیم ہے۔ وہ جو بذاتِ خود ثابت و حق ہے۔ ذرّہ فانی اس کا اثبات نہیں کر سکتا۔

اثبات کے معنی تو وہ نسبت صحیحہ و عظیمہ ہیں۔ جو قلبِ مومن کو اس اسمِ ذات کے ساتھ قائم و دائم ہو جانی چاہیئے۔

کلمہ توحید پر نگاہ ڈالو۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے حروف پر تدبّر کرو کہ سارے کلمہ میں کوئی بھی زائد حرف موجود نہیں۔ وہی حروف ہیں جو اسمِ ذات اَللّٰه کے اندر موجود ہیں۔ انہی کی ترکیب کلمہ توحید کو بنا دیتی ہے۔

اَللّٰهُ أَكْبَرُ۔ حفاظتِ توحیدِ خالص کے لیئے کس قدر اہتمام ہے اور غیرتِ الٰہیہ کس قدر غیریت سے برتر واقع ہوئی ہے۔

یاد رکھئے کہ اسم اَللّٰه اختصاصِ وجود کو مبرہن کرتا ہے اور اسی کا عینِ حقیقت ہونا آشکارا کرتا ہے۔ باقی سب ممکن الوجود ہیں اور ان سب کا ہست ہونا محض اضافی ہے۔ وہ مخلوق جو عدم

اوّل اور عدم آخر سے محیط ہے۔ وہ مخلوق جس کی ہستی موجودہ میں بھی فنا ہر وقت وہر آن کام کر رہی ہے وہ مخلوق جو لقمۂ ہلاکت ہے۔ دراصل حقیقت وجوب وجود سے قطعاً عاری ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو احد اور واحد ہے۔ اس کی ذات کے سوا ہر شے کا وجود مرکب ہے اور ہر شے کا ظہور ترکیب کا نتیجہ ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جس کے سوا اور کسی کو الوہیّت کا شائبہ بھی حاصل نہیں۔

اَللّٰہ ہی ہے جو دینِ خالص کا مالک ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو محبت خالص کا شایاں ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے کہ آسمانوں اور زمین کے خزائن اُس کے قبضہ میں ہیں۔

اَللّٰہ ہی ہے جسے ارض وسما کی وراثت حاصل ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو دلوں کی چھپی ہوئی اور سینوں میں ڈھکی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو تحت ثریٰ اور فوق ثریا کے غیوب کا عالم ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو رات کو دن اور دن کو رات سے بدلتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو آسمان سے مینہ برساتا اور زمین سے دانہ اُگاتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جس کی تسبیح وتحمید میں ہر شے لگی ہوئی ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جسے ہر شے سجدہ کرتی ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو ہر شے کی مقتضائے طبع کو جانتا ہے اور اس کی تکمیل کا سامان فرماتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے

اَللّٰہ ہی ہے جو خاکی بندوں کو نوری پیکروں سے بڑھ کر کمال بخشتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے کہ ایمان وتقویٰ سے اس کی وِلا حاصل ہوتی ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے کہ صبر واحسان سے اس کی معیت نشو ونما پاتی ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو توبہ کرنے والوں۔ توکل کرنے والوں۔ عدل کرنے والوں، اہلِ صدق و اہلِ اخلاص سے محبت کرتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے کہ مومن بچہ کی زبان اسی کے نام پر کھلتی ہے اور باایمان انسان کے لب اسی کو دُہراتے دھراتے بند ہوتے ہیں۔

اَللّٰہ ہی ہے کہ اُس کے لئے سجدہ ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے کہ اسی کے نام کے لئے قسم ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو قلوب کا مطلوب ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو ارواح کی جان ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے کہ ہر مومن کا دل اس کی جانب مضطر و بے قرار ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو دعاؤں کو سنتا مرادیں بخشتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے کہ تمام عالم اسی کے نظام کا مسخّر دوام ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو سالکوں کو راہ دکھاتا، طالبوں کو بلاتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے کہ سب ولی۔ سب شہید۔ سب صدیق۔ سب فرشتے۔ سب نبی۔ سب رسول۔ اس کے بندہ ہیں، اُس کے حکم کے سامنے سرافگندہ ہیں۔ اس کا حکم مانتے ہیں اور اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ان سب کا بھروسہ اور سہارا اور اعتماد و توکل اللہ ہی کی ذاتِ پاک پر ہوا کرتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو اپنی رحمت سے سب کو پالتا ہے۔ جو اپنے رحم سے اپنے بندوں کو پیار کرتا ہے جو اپنے فضل سے خاص بندوں کو بڑھاتا ہے۔ جو اپنی لطف و عطوفت سے سب کے قصوروں کو معاف کرتا ہے۔ جو اپنی عظمت و کبریائی سے سب کو بزرگی و عزّت دیتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جس کے حکم سے موسموں کا تغیر۔ مہر و ماہ کا طلوع و غروب۔ شمس و قمر کا کسوف و خسوف ہوتا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جس کے حکم سے لرزنے والی زمین، اب رہائش انسان کے قابل بنی ہوئی ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جس نے بحرِ مَوّاج کی موجوں کی حد بندی کر دی ہے جو کنارہ سے ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتی۔

اَللّٰہ ہی ہے جس نے پہاڑوں کے شکم اپنے مخزن بنائے۔ جس نے پہاڑوں کی نکیلی چوٹیوں کو پانیوں کا ذخیرہ ٹھہرایا ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو دردمندوں کی دوا ہے۔ جو بے ٹھکانوں کی پناہ ہے جو نراسوں کی آس ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو سوتے جاگتے ہر وقت ہمارے پاس ہے۔

اَللّٰہ ہی ہے جو ہمارے کانوں کو شنوائی۔ ہماری آنکھوں کو بینائی اور قلوب کو روشنائی دیتا ہے۔

اَللّٰہ ہی وہ اسم ذات ہے جو اسی کی ذات کے لئے مستعمل ہے۔

اَللّٰہ ہی وہ اسمِ ذات ہے جو جملہ صفات کو اپنے اندر موجود رکھتا ہے ۔

اَللّٰہ ہی وہ اسمِ ذات ہے کہ صفات اس کی مسمّٰی سے نہ خارج ہیں نہ زائد ہیں ۔

اَللّٰہ ہی ہے جس کی ذات وصفات میں تفریق ناممکن ہے ۔

اَللّٰہ ہی ہے جو بندوں کی ذہنی و فرضی تقسیم ذات وصفات سے منزّہ وپاک ہے ۔

اَللّٰہ ہی ہے جسکا عرفان عقل اپنے شواہد سے۔ فطرت اپنے معالم سے ۔ روح اپنے مدارج سے قلب اپنے حقائق سے اور ایمان اپنی تصدیق سے حاصل کرتا ہے ۔

اَللّٰہ ہی ہے جس کے حکم سے فنا ملتی ہے اور جس کے فضل سے بقا حاصل ہوتی ہے ۔

اَللّٰہ ہی ہے جس کا انصاف رحم کے پردہ میں نور بخش ہے ۔

اَللّٰہ ہی ہے جس نے اپنی ذاتِ پاک پر رحمت کو لکھ رکھا ہے ۔

اَللّٰہ ہی ہے جس نے ہمارے آقا و مولیٰ سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن بنایا ہے ۔

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

خواصِ لفظی

۱ - یہ اسم اَللّٰہ ہی کا خاصہ ہے کہ الف ۔ لام تعریف جزو کلمہ بن گیا ہے ۔ حتیٰ کہ بعض کو اس اسم میں الف ۔ لام تعریف ہونے سے بھی انکار ہے ۔

۲ - یہ اسم اَللّٰہ ہی کا خاصہ ہے کہ اس پر تا سے قسم وارد ہوتی ہے ۔ ورنہ حرف ت بمعنی قسم اور کسی اسم پر وارد نہیں ہوتا ۔

۳ - یہ اسم اَللّٰہ ہی کا خاصہ ہے کہ الحمد کا استعمال اسی اسم ذات کے لئے ہے ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے اَلْحَمْدُ لِلرَّحْمٰنِ یا اَلْحَمْدُ لِلرَّحِیْمِ وغیرہ نہیں بولا جاتا ۔ وجہ یہ ہے کہ جسطرح یہ اسم مسمّٰی کی ذات وصفات سب پر مجموعاً حاوی ہے ۔ اسی طرح لفظ "حمد" بھی جملہ نعوت کمال و جلال کا جامع ہے ۔ لہذا کامل تر اسم کے لئے کامل تر نعت کی ضرورت تھی ۔

۴ - یہ اسم اَللّٰہ ہی کا خاصہ ہے کہ اس کے آخر میں حرف (م) شامل کیا جاتا ہے اور وہ حرف ندا کا کام

دیتا ہے اور پھر اس کے ساتھ حرفِ ندا کا شامل نہیں رہتا۔ یعنی یَا اَللّٰھُمَّ نہیں کہہ سکتے۔
میں نے اپنی کتاب الصّلوٰۃ والسّلام میں جو دُرُود شریف کے متعلق جامع اور مکمل کتاب ہے۔
مفصل بحث لکھی ہے کہ حرف (م) کو بطور ندا اِسم ذات کے ساتھ شامل کرنے کی خصوصیت کیا ہے۔
اس جگہ حرف (م) کا قوتِ جمعیّت میں کامل ہونا واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اَللّٰھُمَّ کہنے کے
معنی یہ ہیں کہ یا اللہ میں تجھ کو تیرے سب پاک اسماءِ حُسنیٰ کے ساتھ پکارتا ہوں۔
اب اختصار کے ساتھ چند مشہور ادعیہ درج کر دی جاتی ہیں۔ جو اس اِسم پاک کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔

(۱) قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (آل عمران ع ۳)

"کہہ اے اللہ۔ ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور تو سب چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے"

(۲) اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (مائدہ ع ۱۲)

"اے اللہ ہمارے پالنے والے۔ ہم پر آسمان سے خوانِ نعمت نازل فرما۔ جو ہمارے اولین و آخرین کے لئے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشان ہو اور ہم کو رزق دے تو سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے"

(۳) وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (انفال ع ۴)

"کافر یہ کہتے تھے۔ اے اللہ اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا دردناک عذاب ہم پر آئے"

(۴) دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

"بہشت میں بہشتی سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ کہا کریں گے اور سلام ان کا تحفہ ہوگا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اُن کا آخری کلام ہوگا"

(۵) قُلِ اللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ

"پڑھا کر۔ اے اللہ آسمانوں اور زمین کو پیدا

الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ	کرنے والے چھپی کھلی کے جاننے والے تو ہی
اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ	فیصلہ فرمائیگا اپنے بندوں کے درمیان جن چیزوں
مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (زمرع۵)	میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔"

اب مختصراً وہ چند ادعیہ درج ہیں جو احادیث پاک میں ہیں۔ اور اَللّٰهُمَّ سے شروع ہوتی ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ	" یا اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ
الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ	حمد خاص تیرے لئے ہے۔ تیرے سوا کوئی
لَا شَرِيْكَ لَكَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ	معبود نہیں تو یگانہ ہے۔ ترا کوئی شریک نہیں
بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَا	بہت پیار کرنے والا۔ بڑی نعمتوں کا عطا کرنے
ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ	والا۔ آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والا۔
يَا قَيُّوْمُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ؕ	اور کرم والا۔ اے زندہ رہنے والے۔ اے
	قائم رہنے والے۔ اے سب پر رحم کرنے
	والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔"

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	" یا اللہ آسمانوں زمین کو پیدا کرنے والے چھپی کھلی
عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ	کے جاننے والے ہر شے کو پالنے والے سب کے
كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ	مالک میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا اور کوئی
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ	معبود نہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں اپنے
لَا شَرِيْكَ لَكَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ	نفس کی بدی سے پناہ چاہتا ہوں۔ شیطان کی بدی
شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ	اور شرکت سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔ مجھے پناہ میں
وَشِرْكِهٖ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰى	رکھیو کہ میں خود اپنے لئے کوئی بدی کماؤں یا کسی
نَفْسِيْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّهٗ عَلٰى	اہل اسلام پر کسی بدی کو کھینچ لاؤں"
مُسْلِمٍ	

دعا سید الاستغفار۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ	" یا اللہ میرا پروردگار تو ہی ہے۔ تیرے سوا
اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ	کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا
وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا	بندہ ہوں۔ تیرے عہد اور وعدہ پر اپنی استطاعت
اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا	کے موافق قائم ہوں جو کچھ بھی میں نے کیا اس کی

صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔	بدی سے تیری پناہ کا خواہاں ہوں۔ تیری جس قدر نعمتیں مجھ پر ہیں اُن کا مجھے اقرار ہے۔ مجھے اپنے گناہوں کا بھی اقرار ہے۔ اب تو مجھے معاف کر دے بے شک گناہوں کو صرف تو ہی معاف کر سکتا ہے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔	"یا اللہ میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اندیشہ اور غم سے اور پناہ مانگتا ہوں میں تیرے ساتھ ناتوانی اور سستی سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ بزدلی اور بخل سے اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ قرض کے غلبہ اور لوگوں کے قہر سے۔"
اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔	"یا اللہ کفایت کر مجھ کو ساتھ حلال اپنے کے حرام اپنے سے اور بے پرواہ کر مجھے ساتھ فضل اپنے کے اپنے غیر سے۔"

۲۔ اَلرَّحْمٰنُ جَلَّ شَانُہٗ

رَحْمٰن اور رَحِیْم دونوں کا اشتقاق رحمت سے ہے۔ مگر ہر دو اسماء میں خصوصیات جداگانہ بھی ہیں۔

اَلرَّحْمٰن علمیت کے لحاظ سے اسم اَللّٰہ کے برابر برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کہو یا رحمٰن کہو:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى	"ان میں سے کچھ بھی کہہ لو۔ اللہ کے تو سب نام بہتر ہیں۔"

اب یاد رکھنا چاہیئے کہ کفار قریش اسم اللہ سے تو واقف تھے مگر اسم رحمٰن سے ان کو ذرا واقفیت نہ تھی۔

اسم اللہ کے متعلق آیات ذیل پر غور کرو کہ کفار اس اسم کا استعمال کیونکر کرتے تھے۔

(۱) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ

"اگر تو ان سے پوچھے گا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا اور سورج چاند کو کس نے کام میں لگایا تو وہ کہہ دیں گے اللہ نے"

(۲) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ۔ (عنکبوت ع ۶)

"اگر تو ان سے پوچھے کس نے آسمان سے پانی اتارا پھر زمین کو موت کے بعد اس پانی سے زندہ کیا ——— تو وہ کہہ دیں گے اللہ نے"

(۳) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ۔ (زخرف ع ۷)

"اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو کس نے پیدا کیا۔ تو کہہ دیں گے اللہ نے"

آیات بالا سے ظاہر ہے کہ کفار رب خالق ارض و سما اور منزل باراں و خالق انسان اَللّٰہ ہی کو جانتے تھے مگر وہ اسم رَحْمٰن سے ہمیشہ انکار ہی کیا کرتے تھے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمٰنِ۔ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰنُ؟ (فرقان ع ۵)

"جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو۔ تب وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہوتا ہے"

(شاید ان کو شک ہوتا ہوگا کہ رحمٰن بھی کوئی چیز ہوگی)

وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كَافِرُونَ (انبیاء ع ۳)

"اور یہی تو وہ ہیں جو کہ رحمٰن کے ذکر سے انکاری ہیں"

ان آیات سے واضح ہوا کہ کفار اسم پاک رَحْمٰن سے ناآگاہ بھی تھے اور اسم ہذا سے نفور بھی۔ اب یہ ثابت ہوگیا کہ اسم رَحْمٰن وہ ہے جس سے اسلام ہی نے لوگوں کو واقف کیا۔ بیشک یہ اسلام ہی کے لئے موزوں و شایاں تھا کہ اس دین میں اسم رَحْمٰن کا فیضان ہوتا۔ کیونکہ رَحْمٰن رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور رحمت ہی وہ دولت ہے۔ جس کے دروازے اسلام نے پورے طور پر عالم و عالمیان کے لئے کھول دیئے ہیں۔ ہاں یہ رحمت ہی ہے جو میاں بیوی کے رشتے کو مضبوط کرتی ہے۔

(۱) وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (روم)

ہاں یہ رحمت ہی ہے جو اولاد کو والدین کے سامنے مؤدب و فرمان پذیر بنا دیتی ہے۔

(۲) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (اسرائیل)

یہ رحمت ہی ہے کہ بعض بندوں کو بعض بندوں سے زیادہ مختص بنا دیتی ہے۔

(۳) وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران ع ۷)

یہ رحمت ہی ہے جس کی قدر و قیمت دنیا کے جملہ ذخائر و دفائن سے بڑھ کر ہے۔

(۴) وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (زخرف ع ۴)

یہ رحمت ہی ہے جس کی معیّت کا اختصاص اہلِ توحید کو ہے۔

(۵) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (اعراف ع ۶)

یہ رحمت ہی ہے جو مومنین کے لئے بشکل قرآن پاک ظہور میں آئی ہے۔

(۶) وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (نمل ۸)

یہ رحمت ہی ہے کہ خواجہ ہر دو سرا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے عنصر لطیف میں مدغم ہو کر عالم و عالمیان کے لئے جلوہ گر ہوئی ہے۔

(۷) وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

یہ رحمت ہی ہے کہ علم الٰہی کی طرح ہر شے پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(۸) رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا (مومن ع ۱)

یہ رحمت ہی ہے۔ جسے مالک الملک نے جس پر کسی شے کا کوئی وجوب عقلاً و نقلاً نہیں ہے خود اپنی ذات پر لکھ لیا ہے:

(۹) كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

آیاتِ بالا کی وسعتِ معانی پر تدبر کرو۔ معلوم ہو جائے گا کہ نظامِ عالم اسی رحمت سے ہے اور قوام سمٰوٰت والارض بھی اسی رحمت سے ہے۔ رَحْمٰن وہ ہے جس میں رحمت بدرجۂ اتم موجود ہے رَحْمٰن کے معنی ہی بتلاتے ہیں کہ یہ نام رَبُّ الْعَالَمِيْن کے سوا اور کسی کا ہو ہی نہیں سکتا۔

مکاشفات یوحنّا ۳ باب ۱۲ درس کے پڑھنے سے ہویدا ہے کہ نئے یروشلم اور اس پر اَللّٰہ کا نام لکھے ہوئے ہونے کی پیشگوئی سرور کائنات کے ظہور سے چھ صدی پہلے بیان کی گئی تھی نیا یروشلم یہی بیت اللّٰہ ہے۔ جسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے انتخاب نے قبلہ ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ اور نیا نام یہی رَحْمٰن ہے جس کے جدید ہونے کی وجہ سے خود اہلِ زبان نے بھی اس سے اپنی ناواقفیت کا اظہار کیا۔ ہاں اس میں رازِ عظیم مخفی تھا کہ اسم رَحْمٰن کا ظہور اسلام ہی میں ہوا۔ اور یہی دینِ رحمتِ کاملہ کا مظہر بنے۔ اس اسم کو اخفا سے ظہور میں لانے والا

بھی خود رحمت مجسّم ہو۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ - یہی اسم بتلاتا ہے کہ اسلام کی بنیاد رحمت پر ہے - یہی اسم بتلاتا ہے کہ اسلام کی آسمانی کتاب سراپا ہدایت ہے ؎

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیا کسی اور مذہب کے پاس بھی ایسی خصوصیات ہیں۔ اسکا جواب ہمیشہ منفی رہے گا۔

رحمٰن کی شان اُن آیات میں نور بخش ہے۔ جس میں اس اسم پاک کا استعمال ہوا ہے۔

رحمٰن وہ ہے جو نوع انسانی کا محافظ ہے۔

(۱) مَنْ یَّکْلَؤُکُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّھَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ (انبیاء ع ۱۵)

رحمٰن وہ ہے جو زمین و آسمان اور مَافِیْھَا کی صیانت مع ان کی خصوصیات طبعی کے فرماتا ہے:

(۲) مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ (تبارک ع ۱)

رحمٰن وہ ہے جو ہر ایک خائف و ترس ناک کو اپنی پناہ میں لے لیتا ہے۔

(۳) اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الرَّحْمٰنِ (مریم)

یہ رحمٰن ہی ہے۔ جسے عرش عظیم پر استوا حاصل ہے۔

(۴) اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی

یہ رحمٰن ہی ہے جس کی پیدا کردہ مخلوق ہر ایک نقص طاعن سے مبرّا ہے۔

(۵) مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ (ملک)

یہ رحمٰن ہی ہے جو بندوں کی استعانت فرماتا ہے۔

(۶) وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ (انبیاء)

یہ رحمٰن ہی ہے جس کی خشیت وادب کا ہمارے قلوب میں ہونا جزو ایمان ہے۔

(۷) مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ (قٓ ع ۳)

(۸) اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ۔

یہ رحمٰن ہی ہے جس کے سامنے تمام مخلوق کی حیثیت ایک غلام۔ ایک بندہ - ایک مرزوق۔ ایک مربوب کی ہے

(۹) اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (مریم ع ۱۰)

یہ رحمٰن ہی ہے کہ اس کے ہاں عاجز بندوں کے لئے محبت و وداد کا لاانتہا خزانہ موجود ہے۔ (۱۰) سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم)

یہ لازم ہے کہ اسم رحمٰن کے ساتھ اس کی اپنی خصوصیات سے قلب مسرور۔ زبان ذاکر آنکھیں محفوظ اور دماغ مملو رہے۔

اگر اس اسم سے تخلق کی آرزو ہو۔ تو ضرور ہے کہ ہمدردی عامہ اور خیر خواہی تامہ کا خوگر بنے دلسوزی و شفقت کا آئینہ ہو۔ تربیت ناقصاں اور تعلیم جاہلاں کو شیوہ بنائے اور اندریں باب دشمن و دوست سب کے لئے دروازہ کھلا رکھے اور اس طریق میں بھی وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ کی نصرت و رعایت کو شمع راہ سمجھے۔

اس اسم کے متعلق دعائے ذیل نہایت عجیب ہے:

اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِيْ ــــ فَارْحَمْنِيْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ۔

"اے اللہ دل کے فکر کو دور کر دینے والے غم کو کھول دینے والے۔ اے بے قراروں کی پکار کو سننے والے اور اے دنیا اور آخرت میں رحمت فرمانے والے اور ہر دو جہاں میں رحم کرنے والے مجھ پر رحم تو تو ہی فرمائے گا۔ اس لئے تو ہی مجھ پر رحم فرما۔ ایسی رحمت کے ساتھ جو مجھے سب کی رحمت سے بے پروا بنا دے"۔

---

۳ الرَّحِیْمُ جل شانہ

اَلرَّحِیْمُ ــــ رحم سے بنا ہے۔ یہ وہ نام ہے جو رحمٰن کے ساتھ بہت بڑا تعلق رکھتا ہے۔ رحم کا اطلاق عموماً درماندہ۔ بے کس۔ عاجز۔ ناتواں۔ مصیبت رسیدہ پر کیا جاتا ہے۔ اور رحیم وہ ہے جو ایسے بندوں پر التفات کرنے والا۔ ان کی بگڑی ہوئی کو بنا دینے والا، اور

ٹوٹی ہوئی کو جوڑ دینے والا ہو۔

ابوداؤد و ترمذی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ۔ خواجہ حالی مرحوم نے اسی کا ترجمہ اس شعر میں کیا ہے ؎

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا۔ "جو کوئی چھوٹے پر رحم نہیں کرتا۔ جو بڑے کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں"

رحم کے مواقع استعمال معلوم کرنے کے لئے غور کرو۔ کہ نوح علیہ السّلام نافرمان پسر کو بلاتے ہیں کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے میں تو پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا، اور بچ رہوں گا اس کے جواب میں نوح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ "آج کوئی نہیں جو امر الٰہی سے کسی کو بچائے۔ ہاں اللہ ہی رحم فرمائے جس پر وہی بچ سکتا ہے"

یہ آیت بتلاتی ہے کہ غضب الٰہی سے نجات محال ہے۔ ایسے وقت میں صرف اسی کا رحم بچاؤ بن سکتا ہے۔

دوسری مثال امرأۃ العزیز کی ہے۔ جس نے خواہشات نفسانی کا مطیع بنکر یوسف صدیق جیسے پاکباز نبی کو جھوٹا اتہام لگایا — جیل میں بھجوایا — اور پھر کبھی بھی اس پر پشیمان نہ ہوئی۔ جب دربار شاہی میں تحقیقات ہوئی اور اس کے خلاف جملہ شہادت مکمل ہوگئی، اور اُسے اقبالِ جرم کے سوا اور کوئی راہ نہ سوجھی تو جھٹ اقرار کرلیا:

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ۔ (یوسف) "میں اپنے آپ کو بری نہیں ٹھہراتی۔ نفس تو ضرور بدی پر آمادہ کرنے والا ہے بجز اس کے جس پر میرا رب رحم کرے"

آیت بالا سے پتہ چلتا ہے کہ اخلاق رذیلہ سے رہائی اور تباہ کن رذائل سے خلاصی صرف تب ہی مل سکتی ہے۔ جب رحم ربانی دستگیری فرمائے۔ ورنہ انسان نفسِ امّارہ کا غلام انسان۔ قوائے شہوانی و غضبانی کا غلام انسان تو ہلاکت کے اس گڑھے میں گر رہا ہے جس کی گہرائی انتہا ہے اور

جس کی ظلمت بے انتہا ہے۔

اسم پاک رَحِیْم کے معنیٰ کا تعقل کرنے کے لئے دیکھو۔ اسے کلام پاک میں کن کن اسماء کے ساتھ استعمال فرمایا گیا ہے:

(۱) الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (فاتحہ) فرمایا گیا ہے۔ اور اس میں رحمتِ عامہ اور رحم خاصہ کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

(۲) اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ (حجرات وغیرہ) فرمایا۔ اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ پشیمان بندہ کی التجا قبول فرمانا۔ اس کے گزشتہ اعمال سے درگزر کرنا از رہِ رحم ہے۔

(۳) اِنَّہٗ ھُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (طور وغیرہ) فرمایا۔ اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ جسطرح اللہ تعالےٰ کا بر و احسان بلاکسی غرض یا بندہ کے کسی حق و استحقاق کے بغیر ہے۔ اسیطرح اللہ تعالےٰ کا رحم بھی ہر ایک نفع ذاتی سے مبرا و برتر ہے۔

(۴) اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ الرَّحِیْمُ (سورہ بقرہ) یہاں بتلایا گیا ہے کہ رحم کا باعث وہ رافت و شفقت ہے جو ذاتِ پاک میں بندوں کے ساتھ پورے جوش پر ہے۔

(۵) اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ (سورہ ہود ع ۹) میرا رب تو رحم کرنے والا۔ پیار کرنیوالا ہے یہ ممکن ہے کہ آپ کسی پر رحم کریں، مگر اس سے وداد (محبت) نہ کریں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اول رحم فرماتا ہے اور پھر بندہ کو اپنی وداد سے بھی مشرف کرتا ہے۔

(۶) وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (سبا ع ۱) یہ آیت بتلاتی ہے کہ غفران و رحم کا ظہور قوت و دوام کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۷) سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔ اس آیت سے آشکار ہے کہ وہ سلامتی جو آخرت میں مومنین کو ملنے والی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت و رحم کی تحت میں ہوگی۔

(۸) ھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (دخان ع ۵) اس سے واضح ہوتا ہے کہ صفت رحم کا اجتماع عزت و قوت۔ غلبہ و شوکت کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ ایسی قدرت۔ ایسی سلطنت والا۔ جب رحم فرمائے۔ تب واضح ہوتا ہے کہ رحم کسی بے چارگی و مجبوری اور مصلحت ملکی وغیرہ پر مبنی نہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صفت رحیمی کا ظہور صرف آخرت میں ہوگا۔ یہ درست نہیں۔ سورہ نساء میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا۔ سورۂ اسرائیل میں ہے اِنَّہٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا۔ سورہ نساء میں ہے لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ سورہ احزاب

میں ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۔

یہ وہ اسناد ہیں جو بتلاتی ہیں کہ اس عالم دنیا میں بھی ہمارے مولیٰ کا رحم ہی کارفرما ہے اور اس کے رحم کے بغیر کوئی انسان اس تباہی سے جو ہماری غفلت ونسیان اور خطا وعصیان کا نتیجہ ہے ہرگز ہرگز نہیں بچ سکتا۔

سورہ اعراف ویوسف وانبیاء میں اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ بھی آیا ہے اور سورۃ مومنون میں خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ بھی۔

ہر دو کلمات کی فیض بخشی یہ ہے کہ رحم کا مادہ مخلوق میں بھی پایا جاتا ہے اور اس لئے وہ بھی رَاحِمْ کہلانے کا حقدار ہوتا ہے لیکن (۱) جو لزوم ودوام اسم رحیم میں ہے وہ راحم میں کہاں۔ (۲) اگر اور کوئی راحم ہے تو رب العالمین۔ ارحم اور خیر ہے۔ یعنی فضیلت وخیریت رحم اسی ذات پاک کی صفات ہیں ہیں۔ ارحم الراحمین کا اسم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور دعا میں موجود ہے جو آپؐ نے کوہ طائف سے واپسی کے بعد نماز تہجد کے وقت پڑھی تھی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس پہاڑ پر تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے باشندوں نے یعنی حکمران سے لیکر ادنیٰ کسان تک نے حضورؐ کو سب وشتم سے فگار اور سنگ وکلوخ سے مجروح بنایا تھا، اور کوئی ایک بھی داخل اسلام نہیں ہوا تھا۔ ایسے دلشکن منظر اور صبر آزما موقعہ پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دل عرفان محبت سے پُرنور اور عظمت وکبریائی سبحانی سے بھرپور تھا۔ لہذا رب العٰلمین کے سامنے ان الفاظ کے ساتھ ہاتھوں کو بلند فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْا ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهُوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَ اَنْتَ رَبِّيْ اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ اَوْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهُ اَمْرِيْ اِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَيَّ غَضَبُكَ فَلَا اُبَالِيْ وَلٰكِنْ عَافِيَتُكَ هِيَ اَوْسَعُ	"الٰہی اپنی کمزوری بے سروسامانی اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنیوالوں سے زیادہ رحم کرنیوالا ہے درماندہ، عاجزوں کا مالک تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے کیا بیگانہ وترشرو کے یا اُس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے ہاں جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس حالت کی ذرا پروا نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تیری عافیت میرے لیے

لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ يَنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ ؎	زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و دین کے سب کام اس سے درست ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب مجھ پر اترے یا تیری خفگی مجھ پر وارد ہو مجھے تو صرف تیری ہی رضا درکار ہے اور تیری ہی خوشنودی کی ضرورت ہے۔ نیکی کرنے یا بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔"

الفاظ دعا پر پورا پورا تدبر کرو کہ رحم کے معنی اور صفت رحیمیت کا مفہوم بخوبی سمجھ میں آجاتے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو خود اپنے اندر بھی رحم پیدا کرنا چاہیئے۔ سینہ میں ایسا دل ہونا چاہیئے جو کسی کی حالت پر پگھل جائے۔ دل میں ایسا درد ہونا چاہیئے جو ناکس و درماندہ انسانوں کی حالت کا احساس کرتا ہو۔

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر ۔۔۔ خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

۴
اَلْمَلِكُ جل شانہ

ترمذی میں اَلْمَلِكُ کو اسماءِ حسنیٰ میں شمار کیا گیا ہے۔ لغت میں مَلِكُ بادشاہ کو کہتے ہیں۔ دُنیا میں اور لوگ بھی مَلِكُ کہلاتے ہیں اور یہ نام رکھنا شرک بھی نہیں۔ قرآن مجید میں بھی اسکا استعمال اور لوگوں کے لئے ہوا ہے۔

(۱) اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ	"بادشاہوں کا یہ حال ہے کہ جب کسی نئی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے بگاڑ دیتے ہیں وہاں کے عزت والے باشندوں کو ذلیل کر

؎ رحمۃ للعالمین جلد اول بحوالہ طبری و ابن ہشام۔

يَفْعَلُوْنَ ٥ دیا کرتے ہیں وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔"

سورۂ یوسف میں بھی چار مقامات پر یہ لفظ آیا ہے اور اس سے مراد بادشاہ مصری ہے :

(الف) قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ

(ب) قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ (ج) نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ

(د) مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ

قرآن مجید پر تدبر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اَلْمَلِكُ کا اطلاق بحالت مضاف ہوا ہے۔ مَلِكِ النَّاسِ اسی کا اسم ہے۔ اس کے معنی ہیں کل بنی نوعِ انسان کا بادشاہ۔ یہ ظاہر ہے کہ جملہ انواع انسانی کی حکومت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو بھی حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہو گی۔[1]

سورۂ طٰہٰ میں اَللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ فرمایا گیا اور ظاہر کیا گیا ہے کہ ملوکِ دنیا محض ظاہری معنی میں ملوک کہلائے جاتے ہیں حقیقتہً کوئی ملک (بادشاہ) نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ اَلْمَلِكُ ہے، اور اس کے ملک کے لئے حدود نہیں۔

[1] یہ بات عوام میں مشہور ہے کہ نمرود اور بخت نصر دو کافر ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے کل دنیا پر حکومت کی۔ اور ذوالقرنین و سلیمان علیہ السلام دو مومن بھی ایسے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں میں سے کوئی کل دنیا کا حکمران نہ تھا۔ نمرود سلطنت بابل کا بادشاہ تھا۔ افریقہ و یورپ۔ عرب۔ چین۔ ترکستان۔ روس کبھی اس کے علاقہ میں نہ تھے۔ بخت نصر تو سلطنت ایران کے ماتحت تھا۔ ذوالقرنین کی حکومت کے حدود خود قرآن پاک میں موجود ہیں اور ان حدود سے دنیا کا بہت بڑا حصہ باہر رہ جاتا ہے۔ غور کرو کہ اس کے تینوں سفروں میں سمندر کا ذکر نہیں آتا اس لئے بحر اور ماوراء البحار ان حدود سے باہر رہ جاتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں فلسطین کا ملک تھا۔ قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ ملک یمن اور وہاں کی آفتاب پرست ملکہ کی اطلاع ان کو ایک سفر میں لگی تھی۔ بائیبل کو اگر تاریخ کی حیثیت سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اور بھی بادشاہ تھے جن سے حضرت کی صلح بھی اور دوستانہ تھا۔ مگر وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے باجگذار نہ تھے۔ مشرق قدیم کی تاریخوں میں ایران کو دنیا کی شہنشاہی بتایا گیا ہے۔ مگر ایران کے بالمقابل روما کی سلطنت ہمیشہ ہمسری کا دعویٰ کرتی رہی ہے۔ اور اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ نہ کبھی ایران کو اور نہ کبھی روما کو ساری دنیا کی حکومت ملی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بحیثیت نبوت جو اقتدار جن و وحش پر تھا۔ وہ خارج از بحث ہے کیونکہ وہ حصہ نبوت تھا نہ حصہ حکومت۔ باایں ہمہ عرب ان کے حیطۂ نبوت میں بھی داخل نہ تھا۔

وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا۔ (زخرف ع ۹)	"بڑی برکتوں کے دینے والا وہ ہے کہ سارے آسمان اور تمام دنیا اور ان دونوں کے درمیان کی سب اجرام اور سب اشیاء اسکی سلطنت میں شامل و داخل ہیں"

لہٰذا اَلْمَلِكُ کو بطور اسم پاک پڑھنے والوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تو وہ بادشاہ ہے جو اَلْمَلِكُ الْحَق کہلانے کا حقدار ہے۔ جیسے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْس جاننا ضروری ہے۔ جو عالمِ امر و عالمِ خلق کا واحد حکمران ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مالک اور مَلِک میں فرق ہے اور مَلِك زیادہ وسیع ہے۔ کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص کسی قطعہ اراضی کا مالک تو ہو مگر اس پر حکمران نہ ہو۔ مگر مَلِك کے لئے صفتِ حکمرانی کا ہونا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ اس قطعہ پر حقوق مالکانہ نہ بھی رکھتا ہو جب ہم اَلْمَلِكُ کے لئے استحقاق فرمانروائی کو تسلیم کرتے ہیں تو معلوم ہوجاتا ہے کہ چند ایسے اسماء حسنٰے اور بھی ہیں۔ جو اسی صفت کی توضیح میں وارد ہوئے ہیں: القہار[۱۵]۔ الخافض[۲۲]۔ الحکم[۲۸]۔ العدل[۲۹]۔ المنتقم[۸۱]۔ المقسط[۸۶]۔ المانع[۹۰]۔ الضار[۹۱]۔ النافع[۹۲]۔ یہ سب اسی جمال کے پرتو ہیں اور لوازم فرماں روائی کے آئینہ دار۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بادشاہ کی سلطنت میں بودو باش رکھتے ہیں۔ وہاں کے قوانین کی پابندی کو بھی لازم سمجھتے ہیں۔ نیز قانون سے لاعلمی ان کے لئے عدالت میں کوئی عذرِ معقول تصور نہیں کی جاتی۔ اسی اصول پر شریعت مبنی ہے (جو قانونِ الٰہی ہے) اور اسی اصول پر شریعت سے لاعلمی کسی انسان کے لئے عذر نہ ٹھہری۔ وَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ "اللہ کی برہان کامل ہے"

اسمِ پاک اَلْمَلِكُ سے تعلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود کو ایک وفادار شہری محبِ قانون اور محبُّ الْمَلِكُ ہونے کا ثبوت دیں۔ جب لوگ اس نکتہ کو سمجھ جائیں گے تو آئینِ ربانی کا نفاذ کلی سارے ملک میں خود بخود ہوجائے گا۔

واضح ہو کہ سورۂ قمر میں ہے: عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ — مَلِیْك بھی بمعنی اَلْمَلِكُ ہے۔ مگر یہ نام حدیث ترمذی میں نہیں آیا۔

۵
اَلْقُدُّوْسُ جلّ شانہٗ

قُدُّوْسٌ اسم ہے اور اس کا فعل باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے آتا ہے۔ یہ تنزیہی نام ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ربّ العالمین جملہ نقائص اور عیوب۔ ارجاس وادناس سے پاک و منزّہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعد از فراغت وتر سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ پڑھا کرتے تھے (حصن حصین بحوالہ ابوداؤد ونسائی وغیرہ) تیسری دفعہ کے قدوس میں آواز کو زیادہ بلند اور طویل فرمایا کرتے تھے۔ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ بھی آیا ہے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کے فرمودہ میں اللہ تعالےٰ کی پاکی بیان کی گئی ہے اور اس کے ساتھ رَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوْحِ کے فرمانے میں حکمت یہ ہے کہ فرشتے بھی قدوسی کہلاتے ہیں۔ جبرئیل کو بھی رُوْحُ الْقُدُسِ (روان پاک) کہتے ہیں۔ لہذا ایک مسلم کو یہ اعتقاد کر لینا چاہیئے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کی تقدس کے معنی صرف اسی قدر نہیں ہیں کہ وہ لوازم بشریہ سے پاک و برتر ہے، نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدوسیت یہ ہے کہ نوری ملائکہ اور پاک رُوح میں بھی جو نقائص ہیں وہ بھی اس کی ذات میں نہیں۔ روح اور ملائکہ کا مخلوق ہونا۔ ان کی آغاز کی ابتدا، ان کی انجام کی غایت ہی ایسے اوصاف ہیں جو ذات سبحانی میں نقص سمجھے جاتے ہیں اور وہ ان سے بھی بالاتر ہے۔

وہ لوازم حدوث اور نقصان امکان سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ وہ دریافت حس اور تصوّرِ خیال اور احاطہ عقل سے بلند تر ہے۔ وراء الوراء۔ ثم وراء الورا۔

جو لوگ اس اسم پاک سے تعلق پیدا کرنا چاہیں، انھیں مواظبت وضو ضروری ہے اور لازم ہے کہ قابلِ نفرت عیوب اور قابل انکار نقائص سے خود کو دُور رکھیں۔ افعال محمودہ اور اعمال صالحہ کی پابندی اختیار کریں اور بایں ہمہ اس نقص بشری کو جو شامل و لاحق بشریت ہے فراموش نہ کریں۔

جبرئیل کو رُوح القدس کہنا یا مسجد اقصیٰ کو بیت المقدس کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ اپنی اپنی صنف میں صفت پاکیزگی سے تعلق خاص رکھتے ہیں۔

۶

اَلسَّلَامُ جل شانہٗ

سَلَامٌ بطور اسم صرف اللہ جل شانہٗ کے لئے ہے۔ اس کے معنی سالم ہیں۔ یعنی وہ جو سلامتی میں کامل ہو۔ وہ جس کی سلامتی معرض خطر و زوال میں نہ ہو۔ وہ جو دوسروں کو سلامتی بخشتا ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ۔ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ (اخرجہ الخمسہ الا البخاری۔ عن ثوبان رضی اللہ عنہ)

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حال میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اُن کو رسول مقبول کے واسطہ سے اللہ تعالےٰ کا سلام اور اپنا سلام پہنچایا تو اُنھوں نے جواب میں کہا:

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ وَمِنْہُ السَّلَامُ۔ "یعنی اللہ پاک تو خود سلامتی کا مالک ہے اور ہم کو سلامتی اسی سے ملتی ہے"

سَلَامٌ مصدر بھی ہے۔ اہل ایمان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھی سلام ملے گا۔

سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ الرَّحِیْمِ ملائک بھی اہل ایمان کو سلام کریں گے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خَالِدِیْنَ اہل ایمان آپس میں بھی سلام ہی کے تحفے بھیجا کریں گے وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلَامٌ اللہ تعالےٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق اُمت پر فرض کئے ہیں۔ ان میں سے حضورؐ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ حضور پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے۔ اور التحیات کے بعد درود شریف۔

اسلام اس دین کا نام ہے جو اللہ تعالےٰ کا پسندکردہ اور برگزیدہ دین ہے۔ اسکا بھی قریبی تعلق سَلَام سے ہے۔ اِسلام کے معنی گردن نہادن و اطاعت کردن ہیں۔ اس مصدر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور دعا ہے جسے حضور نے ہر شب بستر پر لیٹ کر پڑھنے کے لئے تجویز فرمایا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَاْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ "اے اللہ۔ میں اپنی جان تیرے سپرد کرتا ہوں اپنا چہرہ تیری جانب کرتا ہوں۔ خود کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تیری پناہ سے اپنی پیٹھ لگاتا

رَغْبَۃً وَ رَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا	ہوں۔ تیرے انعام کا امیدوار ہوں، اور
مَلْجَا وَلَا مَنْجَا مِنْکَ اِلَّا	تیری ہیبت سے ترساں ہوں تجھ سے تیرے
اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ	سوا اور کہیں نہ ٹھکانا ہے۔ نہ پناہ ہے۔
الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَ نَبِیِّکَ	میرا ایمان ہے کتاب اتاری اور
الَّذِیْ اَرْسَلْتَ۔	رسول پر جو

واضح ہو کہ قدُّوس بھی تنزیہی اسم ہے اور سلام بھی۔ فرق یہ ہے کہ قدوس میں تنزیہہ ازلی ہے اور سلام میں تنزیہہ لم یزلی۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے پر لازم ہے کہ اِفْشُوا السَّلَامَ کے حکم کی تعمیل کیا کرے سامنے آجانے والے اہلِ اسلام کو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے تحیت سے شادکام کیا کرے ـــــ نبی صلے اللہ علیہ وسلم باہمہ شانِ رسالت ادنیٰ امتی کو خود پہلے سلام کر دیا کرتے اور فرمایا کرتے۔ کہ خَیْرُکُمْ مَنْ بَدَءَ بِالسَّلَامِ۔ جو کوئی سلام کرنے میں پہل کرتا ہے وہ ہی بہتر شخص ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ باھمی سلام علیک سے محبت بڑھتی ہے اور عزور نفس زائل ہوتا ہے

اَلْمُؤْمِنُ جل شانہٗ

اللہ تعالےٰ کے اسمأ حسنےٰ میں سے مومن بھی ہے۔ اس کے معنی کی دو صورتیں ہیں:

مومن ایمان سے بنا ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ مومن ہے کہ بندہ کو ایمان عطا کرتا ہے۔

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ (حجرات ع ۱)	"اللہ ہی ہے جس نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے"
اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ۔ (مجادلہ ع ۳)	"یہ وہ ہیں جن کے دل میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے"

(ب) ہاں اللہ تعالےٰ کا نام مومن (ایمان سے) اس لئے بھی ہے کہ وہ خود بھی اپنی ذات پاک کی شہادت ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ یہ شہادت ہر ایک ایمان لانے والے بندہ کو بھی ادا کرنا ہوتی ہے

فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔

"اللہ نے شہادت دی کہ وہی ہے جو معبود ہے اور اس کے سوا کوئی بھی الٰہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔"

واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ کا خود اپنی توحید و تفرید پر شہادت دینا اس لئے ہے کہ لفظ شہادت کے چہار معانی ہیں:

(۱) مشہود کی صحت و ثبوت کا علم اور معرفت اور اعتقاد۔

(۲) اس صحت و ثبوت کا تکلم۔ خواہ اپنے ہی دل میں ہو، خواہ اپنے ہی نفس سے ہو۔

(۳) اپنے سوا کسی دوسرے کو اپنے علم و اعتقاد کی اطلاع دینا۔

(۴) اس علم و اعتقاد کے مطابق خود لزوم کرنا، اور دوسرے کو ملتزم رہنے کی تاکید کرنا۔

دوم اللہ تعالےٰ کا نام مومن — امن سے بنا ہے یعنی مومن وہ ہے۔ جو امن بخشتا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بیت اللہ کو امن بنایا ہے:۔

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا۔

"ہم نے بیت اللہ لوگوں کے لئے پناہ اور امن کی جگہ بنایا ہے"

(۲) اللہ تعالیٰ نے توحید کو قلوب کا امن بتلایا ہے:۔

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔

(انعام ع ۹)

"میں تمہارے بتوں سے کیوں ڈروں۔ تم تو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے بھی نہیں ڈرتے حالانکہ جواز شرک کی کوئی دلیل بھی کسی آسمانی کتاب میں نہیں۔ غور کرو اگر تم کو علم ہے تو بتلاؤ کہ ہر دو میں سے کون زیادہ امن کا حقدار ہے۔ ہاں ایمان والوں ہی کے لئے جو ایمان کو شرک کی آمیزش سے صاف رکھتے ہیں۔ امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں"

اللہ تعالیٰ نے خلافت راشدہ کی علامات میں سے قیام امن کا بھی ذکر کیا ہے:۔

وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ أَمۡنًا (سورۃ نور) "ہم ان کے خوف کو امن سے بدل دیں گے"
یہ وہی امن ہے۔ جو دماغ کو انتشار خیالات و توہمات سے اور دل کو ہجوم اوہام و وساوس سے اور روح کو اضطراب (واضطراب اندرونی) سے بچا لیتا ہے۔ وَقَلۡبُهُۥ مُطۡمَئِنٌّۢ بِهَا۔
یہ وہی امن ہے جو جان و مال و حقوق عامہ کی حفاظت کرتا ہے جو تبلیغ کی راہ سے سب رکاوٹوں کو دور کر دیتا ہے۔ جو ایمان میں داخل ہونے والے کی پریشان خیالی کو محو کر دیتا ہے۔ ملکی امن کا ذکر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ہے۔ جیسے امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں میں سے ایک یہ بھی فرمائی تھی کہ عدی شاید تم کو اسلام میں داخل ہونے سے یہ امر مانع ہے کہ ملک میں امن نہیں۔ تم عنقریب دیکھ لوگے کہ ایک بڑھیا قادسیہ سے اکیلی حج کے لئے چلے گی اور وہ اللہ کے سوا راہ میں کسی سے نہ ڈرے گی ــــ عدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے عہد فاروقی میں اپنی آنکھوں سے ایسا ہی دیکھ لیا۔

الغرض اللہ تعالےٰ کا اسم پاک **مومن** ہے۔ کیونکہ وہ ایمان عطا فرماتا ہے۔ وہ امن عطا کرتا ہے۔ اس کا نام فساد کو مٹانے والا ہے۔ اس کا نام دل کو آرام اور روح کو اطمینان دینے والا ہے۔ اس کا نام ملک کو بسانے والا ــــ رعایا کو بچانے والا ہے۔ اس کا نام اُجڑا وطن آباد کرنے والا ہے۔ جو لوگ اس اسم پاک سے تعلق پیدا کرنا چاہیں، انہیں مصلحت عامہ اور امن عامہ کا ممد و معاون بننا چاہیئے ــــ انہیں فساد انگیز تحریکوں۔ گندی سازشوں سے الگ رہنا چاہیئے۔ انہیں امن کے طریقے اور ایمان کے ضابطے معلوم کر کے ان پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

۵ — اَلْمُهَيْمِنُ جلّ شانہٗ

یہ اسم هَيْمَنَ الطَّائِرُ عَلَىٰ فِرَاشِهٖ سے بنایا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ پرندہ نے اپنے بچہ کو پروں کے نیچے چھپا لیا۔ اسی سے محاورہ ہوا: هَيْمَنَ عَلَىٰ كَذَا: فلاں چیز کی نگہبانی کی۔

مہیمن میں میم دوم بالکسر ہے اور بالفتح بھی پڑھا گیا ہے۔ اس کے معنی ہیں:
(۱) نگہبان (۲) وہ جو دوسرے کے خوف سے ہم کو مامون بنا دے۔

(۳) وہ امین جو کسی کا حق ضائع نہ کرے

(۴) وہ جو ہر ایک خوف وخطر کو دُور کر دے۔

اِن سے جملہ صفات میں یہ باری تعالیٰ کا نام ہے۔

قاموس میں ہے کہ یہ اصل میں مأمن (بدو ہمزہ) تھا۔ ہمزہ دوم کو حرف یا سے اور ہمزہ اول کو حرف ھا سے بدل لیا گیا ہے ــ مُهَيْمِنٌ ہوگیا۔

سورہ مائدہ رکوع ۷ میں قرآن مجید کا نام مُهَيْمِنٌ فرمایا گیا ہے:

وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔

یہاں یہ معنی ہیں کہ قرآن مجید اپنے سے پہلی کتابوں کے مضامین کا نگہبان ہے۔ یعنی جملہ کُتب سابقہ کی تعلیم کا جامع اور محافظ یہ قرآن ہے۔

یہ قرآن توراۃ جیسی اور اس سے بڑھ کر شریعت بھی رکھتا ہے۔

انجیل کے برابر، اور اس سے مکمل تر فضل بھی پیش کرتا ہے۔

وہ زبور جیسی دلچسپ اور اس سے بھی زیادہ عرفان بخش ادعیہ کا خزانہ ہے۔

یسعیاہ و دانیال کی کتابوں سے بڑھ کر اس نے اخبار عن الغیب کیا ہے ــ اور ان سب معانی سے یہ کتاب مھیمن بن گئی ہے۔ یہ اسم پاک یکے از اسمائے ستّے ہونے میں سلام و مومن کی تاثرات کا جامع ہے۔

مُهَيْمِنٌ قَائِمٌ عَلَى الْخَلْقِ کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ایک صحابی کا ابوبکر صدیق کی مدح میں یہ شعر ہے ؎

اَلَا اِنَّ خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ نَبِيِّنَا　　مُهَيْمِنُهُ التَّالِيهِ فِي الْعُرْفِ وَالنُّكْرِ

مھیمن بمعنی اعلیٰ۔ حضرت عباسؓ کے قصیدہ نعتیہ کا شعر ہے ؎

حَتّٰى احْتَوٰى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ　　خِنْدِفَ[1] عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

[1] خندف ایک خاتون کا نام ہے۔ قریش اس کی اولاد ہیں۔

۹
اَلعَزِیزُ جل شانہٗ

یہ اسم عزت سے بنایا گیا ہے۔ عزت کے معنی ارجمندی۔ قوت وشوکت اور غلبہ کے ہیں۔ اور عزیز وہ ہے۔ جس میں صفات بالا بدرجہ اتم پائی جائیں۔ کفار نے ایک دیوی کا نام عزّیٰ رکھ چھوڑا تھا۔ یہ نام بھی عزیز ہی کا (یا اَعَزّ کا) مؤنث ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ اب جزیرۃ العرب سے سارے اصنام اور قصص الاصنام نابود ہو چکے ہیں۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ۝ "حق آیا اور باطل نابدید ہو لیا۔ باطل نے نابدید ہی ہونا تھا"

اہل دنیا نے زر و مال۔ جمعیت و تعداد کی کثرت کا نام عزت رکھ چھوڑا ہے۔ یہ وہ محبت ہے جو اہل دنیا کا سب سے زیادہ پیارا ہے۔ وہ اسی پر جان و ایمان کو خوشی خوشی قربان کر دیتے ہیں۔ مدینہ میں ابن ابی بن سلول منافقین کا سردار تھا۔ اس نے ایک موقعہ پر اپنے آپ کو اَعَزّ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی گندی زبان سے اَذَلّ بتلایا تھا اور کہا تھا:

لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ "عزت والا اس ذلت والے کو مدینہ سے نکال دے گا"

اللہ تعالےٰ نے بتلایا ہے:

فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ "عزت اللہ اور رسول کے لئے ہے"

نیز بتلایا ہے:

أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا (نساء ع ۲۰) "کیا اہل دنیا ایسے منافقین کے پاس عزت کی تلاش میں ہیں۔ انہیں معلوم کر لینا چاہیئے کہ عزت اور اسکے جمیع اقسام اللہ ہی کے قبضہ میں ہیں"

زمانہ شاہد ہے کہ وہ منافق اپنے فرزند عبداللہ الصادق کے ہاتھوں سے ایسا ذلیل ہوا کہ سب لوگ اسے خر در وحل کہتے تھے۔ وہ بزرگی وارجمندی اور قوت و شوکت جو اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو عطا فرمائی۔ اس کی مثال پیش کرنے سے مادی دنیا بالکل عاجز ہے۔ ہزاروں بادشاہ، لاکھوں اولیاً

اس درِ دولت پر گدا ہونا اپنی انتہائی عزت سمجھتے ہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی اَعَزِّ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ بَارِكْ وَ سَلَّمَ۔

قرآن کریم پر غور کرو کہ اس اسم عزیز کو کن اسماء کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ ۲۴ مقامات پر عزیز حکیم فرمایا ہے اور ۵ مقامات پر عزیز رحیم، اور ۲ مقامات پر عزیز غفور۔ ۳ مقامات پر عزیز غفار۔ ایک جگہ عزیز مقتدر۔ ۲ مقامات پر قوی عزیز۔ ایک جگہ عزیز وھاب۔ ۴ دفعہ عزیز الحلیم۔ دو دفعہ عزیز الحمید فرمایا ہے۔ ان جملہ آیات پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ مالک جیسے ساری مخلوق پر غلبہ تام اور اقتدار کامل حاصل ہے۔ وہ اپنی اقتدار و قدرت کا استعمال حکمت اور رحم۔ غفران اور علم۔ حمد اور رحم کے ساتھ فرماتا ہے۔ یہ سبق ہے ان لوگوں کے لیے جن کو دنیائے فانی میں چند روزہ محدود غلبہ کسی مقام یا اشخاص پر حاصل ہو گیا ہو کہ وہ بھی اپنے اختیارات کا استعمال علم صحیح کے بعد اول عفو و رحم اور پھر دانائی و حکمت کے ساتھ کیا کریں۔ اس اسم سے تخلق کا یہی سرّ ہے۔ نیز اہل ایمان کو لازم ہے کہ عزت مزعومہ کی تلاش میں عزت ایمانی کو خیر باد۔ کہہ دیا کریں۔

۱۰
اَلْجَبَّارُ جلّ شانہٗ

جَبْرٌ سے ہے۔ جَبْرٌ کے معنی درستگی ہے اور اس کے مقابلہ میں لفظ کسرٌ آتا ہے جس کے معنی شکستگی کے ہیں۔

جب کسی انسان کا نام جبّار ہوتا ہے تو اس کی وجہ تسمیہ اور ہوتی ہے۔ وہ جبار النخل سے بنایا گیا ہے۔ یعنی جو کھجور اتنی بلند ہو کہ اس پر چڑھنے کا حوصلہ نہ ہو سکے۔ چونکہ سرکش۔ سنگ دل، بے رحم لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں کہ ان سے خلق خدا کو آزار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا کرتا، اور وہ کسی کا حق اپنے اوپر نہیں سمجھا کرتے۔ اس لئے وہ جبّار کہلانے کے سزاوار ہوتے ہیں۔ سورۃ ہود میں ہے: وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۔ سورۃ ابراہیم میں ہے: وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۔ سورہ مومن و مریم۔ قصص۔ مائدہ۔ شعراء میں بھی یہی لفظ ایسے سرکش انسانوں کے متعلق آیا ہے۔

سورہ قٓ میں یہی لفظ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی منفی صفت میں واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا نام جبار ان معانی میں ہے کہ وہ ریڑھ کی ہڈی کی گرہوں کو پیوستگی دینے والا — شکستہ دل انسانوں کو ڈھارس دینے والا۔ کشتئ شکستگان کو ساحل پر پہنچانے والا۔ وہی دوائے دردمنداں ہے اور وہی مرہم شکستہ دلاں! — اس جبر سے جبروت بھی بنا ہے۔ جو جبر کا مبالغہ ہے حصن حصین میں بحوالہ طبرانی اوسط درج ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے :

سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ

اس اسم پاک سے تخلق کے لیے صفت ہمدردی و غمگساری پیدا کرنی ضروری ہے۔

۱۱
اَلْمُتَكَبِّرُ جل شانہٗ

کبر سے بنا ہے۔ کبر کے معنی رفعت — شرف — بزرگی ہیں۔ اہل دنیا کا نام "مُتَكَبِّر" اس لئے بُرا ہے کہ ان میں درحقیقت رفعت و شرافت ذاتی ذرا نہیں ہوتی۔ اضافی اوصاف سے وہ جھوٹے غرور میں آکر متکبر بن جاتے اور اپنی نوع کے دیگر انسانوں کو حقیر و ذلیل سمجھنے لگتے ہیں۔ ان جھوٹی بزرگی پر اترانے والوں کی علامت یہ ہے کہ ہر چند ان کی بات بات میں تکبر و غرور بھرا ہوتا ہے لیکن اس پر کسی وقت اگر کوئی اُن کو "متکبر" کہدے تو اسے بُرا مناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جسے حقیقتہً کبریائی حاصل ہے اور وہی ہے جو اپنی صفت میں آپ کو "متکبر" کہہ سکتا ہے۔ اہل دنیا کی صفت میں یہ لفظ سورہ مومن و نحل و زمر میں مستعمل ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفت میں صرف ایک مقام یعنی سورہ حشر میں آیا ہے۔

متکبّر جب کہ اسماء حسنےٰ میں سے ہے تو اس کے معنی یہ ہیں : وہ معبود جو اپنے علو و برتری میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ جو صفات ذمیمہ اور اخلاق رذیلہ سے برتر و بالا تر ہے۔ کبریائے ذاتی۔ استعلائے نفسی اور ہر ایک کبیر سے برتری نے اسی وصفی نام کو ذات سبحانی پر صادق کر دیا ہے۔

اِس اسم سے تعلّق پیدا کرنے والے کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اہل دنیا میں سے جو مغرور و متکبر ہوں۔ ان کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل و خوار نہ ہونے دے اور یہ بھی لازم ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی کبریائی کو پیشِ نظر رکھتا ہوا، خود اپنے نفس کو متواضع بنائے۔ مساکین و فقراء سے نفرت نہ کرے۔

۱۰۲
الخَالِقُ جلّ شانہٗ

یہ اسم خلق سے بنا ہے اور خلق کے معنی تقدیر و اندازہ ہے۔ خالق وہ ہے جس نے ماہیات کا اندازہ اور ذوات کا تعین فرمایا۔ جو حقائق کو عدم سے وجود میں لایا۔

اَللّٰهُ رَبُّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اعراف ۶) "اللہ تمہارا رب ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا"

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ (انباع) "وہ جس نے رات کو بنایا"

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ (ملک) "وہ جس نے موت و حیات کو پیدا کیا"

خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا (زخرف) "جس نے سب کو جوڑا جوڑا بنایا"

وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ (یٰس) "وہ پیدائش کی ہر ایک حالت کا جاننے والا ہے"

آیات بالا پر غور کرو کہ مادی و غیر مادی (ہر دو قسم) اشیاء پر خلق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ہاں خلق کا لفظ کسی مادی شے کو کسی شکلِ خاص میں تیار کرنے پر بھی آتا ہے:

اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ "میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرندہ کی مورت سی بناتا ہوں"

انہی معنی کے لحاظ سے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ احسن الخالقین بھی ہے اور خالق بھی ہے اور خلّاق بھی ہے۔ ہر سہ الفاظ اگرچہ ایک صفت خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ہر ایک میں جداگانہ کیفیت و خصوصیّت موجود ہے۔

۱۳
اَلْبَارِئُ جلّ شانہٗ

بَرَأَ اللّٰہُ الْخَلْقَ بَرْءًا وبُرُوْءًا (باب نصر یتصر) سے ہے۔ اس کے معنی بھی پیدائش کرنے کے ہیں۔ مگر اسم لفظ باری خلق حیوانات کے لئے زیادہ مستعمل ہے اور عدم سے وجود میں لانے کے لئے بھی۔

قرآن مجید میں آتا ہے:

تُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ۔ "جس نے پیدا کیا ہے اسی کی جانب رجوع بھی کرو"۔

۱۴
اَلْمُصَوِّرُ جلّ شانہٗ

صورت بنانے والا ــــ فرمایا یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ۔ ماں کے شکم میں بچہ بنانے والا جیسی صورت کہ اس نے چاہی۔ گورا۔ کالا۔ سانولا۔ سالم۔ ناقص مرد۔ عورت وغیرہ وغیرہ۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب ترجمہ کیا ہے ؎

دہد نطفہ را صورتِ چوں پری ۔۔۔ کہ کرد است بر آب صورت گری

دنیا میں جو انسان مصوّر کہلاتے ہیں، وہ صورت بنانے والے نہیں ہوتے بلکہ صورت کی نقل اتارنے والے ہوتے ہیں۔ پھر وہ نقل بھی اصل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اگر انسان و حیوان یا شجر و حجر کا سایہ نمودار ہوجاتا ہے تو سورج یا چراغ کی فضیلت کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ مصوّر ہے اور اس نے کروڑوں۔ اربوں۔ کھربوں صورتیں بنائی ہیں۔ بایں ہمہ ہر ایک صورت دوسرے سے بالکل الگ ہے۔ اس تفریق کو اول جنس میں پھر نوع میں پھر صنف میں پھر افراد میں دیکھو کہ یہ تمام سلسلہ عجائب در عجائب امور پر مشتمل ہوگا۔

عالمِ جمادات کو لو۔ پھر ایک جنس ہے اور اس کی قسم میں ہزاروں اقسام سینکڑوں رنگ

ہیں۔ ان کے ہزاروں خواص ہیں۔ ریتلی پتھری سے لے کر یاقوت۔ الماس۔ نیلم تک غور کرتے چلے جاؤ۔ یہ ایک ناپیداکنار سلسلہ ہے۔ کوئلہ۔ نمک۔ مٹی کا تیل ہزاروں معدنیات ہیں۔

عالمِ نباتات کو لو۔۔ زمین پر پھیل جاتے والی بوٹیاں۔۔۔ چھت پر چڑھ جانے والی بیلیں۔۔۔ زمین سے اوپر اٹھی ہوئی بوٹیاں۔ پودے۔ درخت۔ کروڑوں اقسام کے ملیں گے۔ کوئی صرف سایہ دیتا ہے۔ کوئی پھل اور سایہ دونوں۔ کوئی عمارت کے کام میں بھی آتا ہے۔ ہر ایک کا پتہ پھل۔ پھول۔ رنگت وغیرہ۔ تاثیر بالکل الگ الگ ہے۔ تاثیرات کے لحاظ سے جڑ میں اثر اور ہے۔ پتہ میں اور۔ اوپر کے حصے کی خاصیت اور ہے۔ اندر کے گودے کی اور۔ میوہ میں خاصیت جدا ہے اور بیج میں جُدا۔

عطر۔ گوند۔ عرق بھی انہی بوٹیوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ ایسا جنگل ہے۔ جس کی پُوری سیر کوئی نہیں کر سکا۔

عالمِ حیوانات میں آؤ۔ انڈا دینے والے۔ بچہ دینے والے۔ زمین کے اندر گھُسنے والے۔ زمین کے اوپر بسنے والے۔ دو پاؤں والے۔ چار پاؤں والے۔ گھاس کھانے والے۔ ماس کھانے والے۔ دُودھ دینے والے۔ گوشت مہیا کرنے والے۔ بوجھ اٹھانے والے۔۔ سواری دینے والے۔ حملہ کرنے والے۔ مطیع ہو کر رہنے والے کروڑہا اقسام کے موجود ہیں۔ بہت سے ایسے حیوان ہیں جن سے آج تک انسانی تمدّن نے فائدہ اٹھانا بھی نہیں سیکھا۔ انہی کی اقسام میں طیور بھی شامل ہیں، اور وہ بھی اپنی رنگتوں۔ بولیوں اور پرواز کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ اپنی اپنی عادات واطوار میں دوسرے سے متمیز ہیں۔ پرواز کی شکلیں۔ گھونسلے بنانے کی صورتیں جُدا جُدا ہیں۔

پھر عالمِ انسان کو لو۔ وہ سب تفاوت جو حیوانیت میں تھی۔۔۔ ملک ملک کے باشندوں کی بناوٹ۔ خط وخال وغیرہ میں موجود ہیں۔ انسانوں کے علوم الالسنہ ایک ایسی شے ہیں۔ جس کی بابت یہ ضرب المثل صادق آتی ہے کہ ۔۔۔۔ از علم لغت فرشتہ عاری است ۔۔۔۔ انسان کی قوتِ ایجاد واختراع اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ جملہ کائنات پر گویا اسی کو تصرف تام اور اقتدار کلی حاصل ہے۔

پھر روحانیات میں آؤ۔۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا ومافیہا سب کے سب ایک عالمِ صغیر تھے عالمِ کبیر تو انسان کا قلب ہے۔ جہاں حقائق ومعارف کی نشو ونما ہوتی ہے۔ معانی تمثیل اختیار کرتے ہیں۔ تصوّرات کو درجۂ تصدیق ملتا ہے

یہ نہایت مختصر اشارات ہیں جو عوالم مسکونہ کے متعلق بیان کر دیئے ہیں۔

کائنات الجو کو اگر بیان کرنا چاہیں اور بعد ازاں علم الافلاک کا اگر ذکر کریں تو بیان اور بھی زیادہ طویل و دقیق ہوجاتے۔ ایک طالب حق کے لیئے تو اس مقام پر یہ سمجھ لینا ہے کہ یہ سب کچھ الخالق۔ الباریٔ۔ المصوّر کی ادنیٰ قدرتوں کا بیان ہے۔

وہی ہے جو عدم کو وجود بخشتا ہے۔ وہی ہے جو جسم کو رُوح عطا کرتا ہے۔ وُہی ہے۔ جو سب کو اپنی اپنی شکل و صورت میں انفرادی و امتیازی شان بخشتا ہے۔

۱۵ اَلْغَفَّارُ جل شانہٗ

غَفَرَ کے معنی چھپانا، ڈھانپ دینا ہے۔ غَفَرَ الْمَتَاعَ فِی الْوِعَاءِ: کپڑے صندوق میں رکھ دیئے۔ غفر الشّیب بالخضاب: سفید بالوں کو خضاب سے چھپا دیا۔

مِغفر۔ کلاہ آہنی۔ غِفرہ۔ زرہ آہنی۔

اللہ تعالیٰ کا نام غفار اس لئے ہے کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو چھپا دیتا ہے۔ چھپا دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ گندی۔ قابلِ نفرت چیز پر مٹی ڈال دیتے ہیں اور اللہ پاک ہماری آلودگیوں کو اپنی بخشش و بخشائش سے دُور کر دیتا ہے۔

اسی مصدر سے غفور بھی آتا ہے اور غافر الذّنب بھی۔ غَفَّار قرآن مجید میں تین مقامات پر آیا ہے۔ سورۂ نوحؑ میں بحالتِ انفرادی اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا۔ اور سورۂ زمر و مومن میں عَزِیْزُ الْغَفَّار فرمایا گیا ہے اور عزّت و قوت۔ قدرت و شوکت کے ساتھ غفران کی شان اور بھی عالی ہوجاتی ہے۔

حدیث ترمذی میں غفور ۳۴ پر آئیگا۔ مگر غافر الذنب اس حدیث میں نہیں ہے۔

وَاسِعَ الْمَغْفِرَہ۔ اَھْلُ الْمَغْفِرَہ۔ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ بھی ایسے اسماء مرکبہ ہیں جو اسی مصدر سے قرآن مجید میں مستعمل ہوئے ہیں اور یہ سب غفران کے مراتب کو بحیثیت وسعت و اہلیّت و خیریت ظاہر کرنے والے ہیں۔

اس اسم سے تعلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ استغفار بکثرت پڑھا کریں۔ صحیح بخاری میں مندرجہ

ذیل دعا کو سید الاستغفار فرمایا گیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔	"اے اللہ! تو میرا رب ہے۔ معبود تو ہے اور کوئی نہیں۔ تو نے ہی مجھے بنایا ہے۔ میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور وعدہ پر ہوں جتنا کہ مجھ سے ہو سکتا ہے اپنی کرتوتوں کی برائی سے میں تیری پناہ کا خواہاں ہوں۔ تیری نعمتیں جو مجھ پر ہیں مجھے ان کا اقرار ہے اور مجھے اپنے گناہوں کا بھی اقرار ہے تو مجھے بخش دے گناہوں کو تیرے سوا اور کوئی نہیں بخشتا۔"

۱۶
اَلْقَهَّارُ جلّ شانہٗ

قہر سے ہے۔ قہر کے معنی چیرگی و غلبہ ہیں۔ قہار وہ ہے جو ہر ایک غالب سے غالب تر ہے۔ جو ہر ایک زبردست کو زیر رکھنے والا ہے۔ سورۃ انعام میں ہے :

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ط — "وہ اپنے بندوں کے اوپر پورا غالب ہے۔"

سورۃ اعراف (ع ۱۵) میں فرعون کی زبان سے ہے :

وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ۔ — "ہم بنی اسرائیل پر پورا غلبہ رکھتے ہیں"

کسی انسان کا یہ دعویٰ کہ وہ کسی دوسرے انسان پر یا قوم پر یا ملک پر غلبۂ تام رکھتا ہے۔ اتنا ہی غلط ہے جتنا فرعون کا قول بنی اسرائیل کے مقابلہ میں تھا۔ ایسا دعویٰ تو ذلّت و رسوائی اور ہلاکت و تباہی پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

ہاں رب العالمین ہی کو یہ اسم سزاوار ہے جو ہماری رُوح۔ ہمارے جسم پر پورا غلبہ رکھتا ہے ہمارا زمین پر چلنا پھرنا۔ آسمان کے نیچے بے فکر رہنا سہنا محض اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیا سے ہم کو حق تمتع دیا ہے۔ ورنہ وہی زمین ہم کو اپنا لقمہ بنا سکتی ہے اور وہی آسمان پرکاہ کیطرح ہم کو جلا سکتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو :۔

اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۂ یوسف)	"یا اکیلا اللہ جو سب پر حکمران ہے"
وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورہ رعد)	"وہ تو ایک اور سب کا حاکم ہے"
وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورہ ص)	"اللہ کے سوا جو ایک اور حاکم کل ہے اور تو کوئی بھی معبود نہیں"
سُبْحَانَهٗ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ (سورہ زمر)	"وہ تو پاک ہے، وہی اللہ ہے جو یکتا اور حکمران کل ہے"
وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورۂ ابراہیم)	"سب کے سب اللہ کے سامنے جو یکتا اور سب کا حکمران ہے حاضر ہوں گے"
لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ (سورۂ مومن)	"آج بادشاہی کس کی ہے اللہ کی ہے جو واحد اور قہار ہے"

غور کرو کہ اسم قہار میں ایک نرالی شان اور جلالی شان ہے۔ وہ الوہیت و وحدانیت کے سوا اور کسی اسم کے ساتھ مستعمل نہیں ہوا۔ یہی اسم ہے جو بتلاتا ہے کہ وجود کو اعیان پر اور واجب الوجود کو امکان پر کس طرح غلبۂ کلی حاصل ہے کہ کوئی شے۔ کوئی امر۔ کوئی زمان۔ کوئی مکان اس کے غلبہ سے باہر نہیں۔ اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو عبادت۔ اطاعت اور خشیت اللہ تعالےٰ ہی کی کرنی واجب ہے۔

۱۷
اَلْوَهَّابُ جل شانہٗ

وَهَبَ وَهْبًا سے ہے ھبہ و موھب بھی اسی مصدر سے ہیں۔ وَهَّاب کے معنی کثیر الھبہ اور دائم العطا ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ھبہ کی حقیقت وہ عطیہ ہے جو بلا کسی غرض اور امید اور بلا کسی عوض کے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بادشاہ اور قوم اور ملک نے اپنی حدود سے نکال دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کو اسمٰعیل و اسحاق علیہما السلام کا عطیہ دیا۔ تو انہوں نے ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا تھا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ (ابراہیم) "حمد اللہ کے لیئے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھے اسمٰعیل اور اسحٰق عطا کئے۔"

سورۂ انعام و مریم وغیرہ میں بھی اسحٰق و یعقوب علیہم السلام کی ولادت کا ذکر ہے۔ وہاں بھی اسی لفظ کے ساتھ ہے۔

سورۂ ص میں ہے: وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَیْمٰنَ۔ "ہم نے داؤد کو سلیمان بخشا۔"

سورۂ انبیاء میں زکریا علیہ السلام کے ہاں پسر کی ولادت کا ذکر ہے: وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰی۔ ہم نے اسے یحییٰ عطا کیا۔

سورہ ص میں ہے کہ ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب باردوم اولاد و اموال عطا فرمایا تو اُسے بھی وَوَهَبْنَا لَهٗ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر ہارون علیہ السلام کو نبی بنایا تو وَوَهَبْنَا مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا — ہم نے اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بطور عطیہ بنایا۔

نبوت کو ہبۂ ربّانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بھی بیان کیا گیا ہے: وَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا (شعراء)

ان آیات پر غور کرنے سے واضح ہوگا کہ اسم **وَهَّابُ** کے ساتھ رحمت کا ذکر ضروری ہے، اور غور سے معلوم ہوجاتا ہے کہ رب العالمین کی جملہ عطایا و نعم کا مدار اُس کی رحمت ہی پر ہے اور رحمت ہی سے صفت وہابیت کا ظہور ہوتا ہے۔

وَهَّاب وہ ہے کہ عطاہائے صوری و معنوی اور عطیات دنیوی و اُخروی کا مالک وہی ہے یہی اسم ہے جو بتلاتا ہے کہ بندہ کے پاس اس کے گھر کی کوئی شے نہیں۔ جو کچھ ہے سب دادِ الٰہی اور جودِ نامتناہی کا نتیجہ ہے۔

۱۸
اَلرَّزَّاقُ جلّ شانہٗ

رزق کے معنی اکل و شرب کی اشیاء۔ مال و متاع وغیرہ ہیں۔ وہ سب چیزیں جن سے انسان متلذذ ہوتا اور حسّی اور ذہنی انتفاع حاصل کرتا ہے۔ رزق میں شامل ہیں:

قرآن مجید کی سورہ ذاریات میں رزاق المتین آیا ہے۔

اور مائدہ و حج اور مومنون وجمعہ میں خیرالرازقین آیا ہے۔

بعض اوقات ماں باپ۔ حاکم۔ محسن۔ بادشاہ کو یہ گمان ہو جایا کرتا ہے کہ وہ کسی بچہ یا شخص کو رزق دیا کرتے ہیں۔ اگر ان کو عارضی طور پر ان کے دعویٰ میں سچا سمجھ لیا جاوے۔ تب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رزق رسانی بدرجہ اتم و اکمل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دیکھو۔ کوئی روٹی کا بھوکا ہے۔ کوئی گوشت کا۔ کوئی گھاس کا ۔ کوئی ذوق و شوق کا۔ کوئی محبت کا کوئی ذکر کا۔ ہر ایک کو رزق پہنچانا اُسی رزّاقِ مطلق کا کام ہے۔

ایک غذا کے اندر معدہ۔ اعصاب۔ شرائین۔ جگر۔ طحال۔ قلب و دماغ کے پرورش کرنے والے الگ الگ اجزا ہیں اور ہر ایک عضو اپنی اپنی غذا کو چوس لیتا اور دوسرے عضو کا حصّہ اُس کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔

ایک ہی جسم کے اندر رزق کی ایسی تقسیم رزاق مطلق کے سوا اور کون کر سکتا ہے۔ اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ بھُوکوں کو روٹی کھلایا کرے اور رمضان شریف میں روزے کھلوایا کرے۔

۱۹ اَلْفَتَّاحُ جلّ شانہٗ

فتح کے معنی لغت میں کشائش و کشودگی کے ہیں۔ کلید کو مفتاح اسی لئے کہتے ہیں۔

فتح کے معنی فیروزی بھی ہیں۔ اس چیز کا پہلا حصہ فواتح القرآن۔ قرآن مجید کی ابتدائی سورتیں۔ فاتحۃ الکتاب۔ سورۃ الحمد شریف۔ فتوح موسم بہار کی پہلی بارش۔

اب دیکھو کہ قرآن مجید کن کن معانی میں استعمال کرتا ہے:

فَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ (یوسف) "جب انہوں نے اپنا سامان کھولا"

لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ (سورۂ اعراف) "ہم نے اُن پر آسمانی برکتوں کی افزونی کر دی"

فَافْتَحْ بَيْنِىْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا (سورۂ شعرا) "مجھ میں اور اُن میں فیصلہ کر دے"

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ (سورہ سجدہ)

"کہدے کہ قیامت کے دن کافروں کو اس روز کا ایمان کچھ نفع نہ دیگا۔"

قیامت کو یوم الفتح کہا۔ جس روز ساری حقیقت کھل جاویگی۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔ (الفتح)

"ہم نے تجھے کھلی۔ واضح فتح دی ہے۔ نصرت مبین فرمائی۔"

اب یہ غور کرو کہ فتّاح جو اسماء حسنٰی میں سے ہے۔ اس کا استعمال اسم علیم کے ساتھ ہوا ہے:

فتّاح ـــ وہی ہے جو مشکلات مہمات کو کھول دیتا ہے۔

فتّاح ـــ وہی ہے جو دل کو حق کے لئے کھول دیتا ہے۔

فتّاح ـــ وہی ہے جو زبان پر علوم کو جاری فرما دیتا ہے۔

فتّاح ـــ وہی ہے جو انکشاف علوم کے ساتھ آنکھوں کے پردے دور کر دیتا ہے۔

فتّاح ـــ وہی ہے جو اہل حق و باطل کے درمیان فیصلہ فرماتا ہے۔

فتّاح ـــ وہی ہے جو صادقین سے صدق کو ظاہر کرتا۔ کاذبین کی اصلیت کو سب پر کھول دیتا ہے۔

اہل ایمان کو اُسی کی ذات مقدس سے کشائش ظاہری و باطنی کی اُمید رکھنی چاہیئے۔

اس اسم کے ساتھ تعلق کا طریق یہ ہے کہ اہل حاجات کی اعانت میں ہمدردی کے ساتھ حصہ لیا کرے۔ اس اسم کی تحت میں یہ دعا یاد رکھنی چاہیئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ فَوَاتِحَ الْخَيْرِ وَخَوَاتِمَهٗ وَجَوَامِعَهٗ وَكَوَامِلَهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَظَاهِرَهٗ وَبَاطِنَهٗ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى مِنَ الْجَنَّةِ۔ آمین

"یا اللہ میں تجھ سے نیکی و بہبودی کی تمام قسمیں۔ شروع کی اور خاتمہ کی ہر طرح سے جامع۔ ہر طرح سے کامل۔ پہلی اور پچھلی ـــ بیرونی اور اندرونی کا سوال کرتا ہوں ـــ میں جنت کی درجات بلند کا بھی تجھ سے سوالی ہوں۔ اے اللہ یہ سب مجھے عطا فرما۔"

۲۰

العَلِیم جلّ شانہٗ

اللہ تعالیٰ کے نہایت مشہور اسماء میں سے ہے۔ علم سے علیم بنا ہے۔ روایت ترمذی میں تو علم سے مشتق صرف یہی نام آیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کے لیے عالم بھی آیا ہے: وَکُنَّا بِکُلِّ شَیْءٍ عَالِمِیْنَ[1] — اعلم بھی آیا ہے: اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ[2]۔

۵ امقامات دیگر میں بھی یہ اَعْلَمُ آیا ہے۔ قرآن مجید میں عَالِمُ الْغَیْبِ بھی آیا ہے — اور عَلَّامُ الْغُیُوْبِ بھی۔

آیات ذیل پر غور کرو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ کے علیم ہونے کی صفت کے مختلف مدارج معلوم کر سکیں

۱- اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (آل عمران)	"اللہ سینے کی باتوں کو جانتا ہے"۔
۲- اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (نحل)	"جو تم عمل کرتے ہو، اللہ ان کا علم رکھتا ہے"۔
۳- اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (بقرہ)	"اللہ تو ہر شے کا جاننے والا ہے"۔
۴- اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ عَلِیْمٌ (بقرہ)	"اللہ تو وسعت دینے والا۔ علم رکھنے والا ہے"۔
۵- وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ۔ (بقرہ)	"وہ تو مخلوق کی پیدائش کی ہر حالت کو جانتا ہے"۔
۶- ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ (فصلت)	"یہ اندازہ ہے عزیز وعلیم کا"
۷- یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ۔ (ہود)	"جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو، اللہ سب کو جانتا ہے"۔
۸- یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ (فرقان)	"آسمان کے راز کو جانتا ہے"۔
۹- یَعْلَمُ مَا یَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ (رعد)	"ہر ایک شخص کے اعمال کا علم رکھتا ہے"۔

[1] ہم ہر شے کو جانتے ہیں۔

[2] اللہ خوب جانتا ہے۔ جہاں اپنی رسالت کو قائم کرتا ہے۔

١٠- يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ (سبا) — "زمین میں آنے والی اشیا کو جانتا ہے۔"

١١- يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ (مومن) — "آنکھوں کی خیانت تک کا اسے علم ہے۔"

١٢- اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى - (رعد) — "اللہ کو علم ہے کہ ہر ایک مادہ کے شکم میں کیا ہے۔"

١٣- يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا- (سبا ع ١) — "جو کچھ زمین میں آتا ہے اور جو کچھ زمین سے نکلتا ہے۔ جو جو کچھ آسمان سے اترتا ہے اور جو جو کچھ آسمان کو چڑھتا ہے اللہ ان سب کو جانتا ہے۔"

١٤- عَالِمُ الْغَيْبِ - لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ (سبا ع ١) — "وہ غیب کو جاننے والا ہے۔ ذرہ کے وزن برابر چیز یا اس سے بڑی یا اس سے چھوٹی وہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو، اللہ سے چھپی ہوئی نہیں۔"

١٥- وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ — "ہم نے اپنے علم کی وجہ سے ان کو جملہ عالم پر پسند فرمایا"

١٦- وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (انعام ع) — "میرا رب علم سے ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے"

١٧- وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا- (اعراف ع ٩) — "ہمارا رب علم سے ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے۔"

١٨- إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ (احقاف ع) — "علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔"

١٩- أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ (ہود ع ٢) — "اللہ نے قرآن کو اپنے علم سے اتارا ہے۔"

٢٠- قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ (ق ع ١) — "زمین مردہ اجسام میں جو کمی کرتی ہے اللہ کے علم میں ہے۔"

٢١- أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ (نساء ع ١٧) — "قرآن کا نزول علم الٰہی سے ہوا۔"

٢٢- وَإِنَّهُ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ (یوسف) — "یعقوب صاحب علم تھا کیونکہ ہم نے اسے سکھلایا تھا۔"

٢٣- وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ (حجر ع) — "پہل کرنے والوں کو ہم جانتے ہیں اور

۲۴- وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاخِرِیْنَ (حجر ع۲) "پیچھے رہنے والوں کو بھی"

۲۵- بَلْ کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ (یونس ع ۱۴) "جسے ان کا علم احاطہ نہ کر سکا۔ انہوں نے اسکی تکذیب کر دی"

علم الٰہی کے متعلق ہم نے بست و پنج آیات کا انتخاب کیا ہے۔ علم الٰہی کے متعلق اور بہت آیات ہیں۔ لیکن ان آیات پر تدبّر کرنے سے ان کے مطالب پر بھی احتوا ہو سکتا ہے۔ (انشاء اللہ)

علم الٰہی کے متعلق مبتدعہ فرقوں میں اختلافات شدید ہیں۔ اُن کے بیانات تضاد و تناقض سے مملو ہیں۔

یہ لوگ پہلے خود ایک اصطلاح مقرر کرتے ہیں۔ پھر اُن اصطلاحی الفاظ کی تائید و تشنید میں زور لگاتے جاتے ہیں یا انہی پر عدل و توجیہہ کو مبنی بتایا جاتا ہے یا انہی پر رشد و ضلال کا فتویٰ دیا جاتا ہے کوئی شوخی سے کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو جزئیات کا علم نہیں۔ کوئی اس سے آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو مستقبل کا علم نہیں وغیرہ وغیرہ۔

کاش! عرفانِ الٰہی کو کلامِ الٰہی سے حاصل کرتے اور اتنے دور دراز چکر میں نہ پھنستے۔

یہ آیات بتلاتی ہیں کہ اللہ تعالےٰ دل و سینہ کی چھپی ہوئی باتوں کو جانتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو اعمال انسانی کا علم ہے۔ وہ انسان کی دل اور آنکھ کی خیانت سے واقف ہے۔

زمین کے اندر کے راز۔ آسمانوں کے اُوپر کے اسرار سب اس کے علم میں ہیں۔ زمین سے اوپر کو اٹھنے والی چیزیں۔ اوپر سے نیچے نازل ہونے والی چیزیں۔ ذرّہ ذرّہ۔ قطرہ قطرہ اس کے علم میں ہے۔ ذرہ اور قطرہ کی بھی چھوٹی سے چھوٹی جسامت اس کے علم سے باہر نہیں۔ گزری ہوئی اُمتیں آنے والی نسلیں سب اس کے علم میں ہیں۔

جن پاک بزرگوں کو نبوت و رسالت کے مناصب پر ممتاز فرمایا۔ وہ بھی علم الٰہی کا ثمرہ تھا۔ قرآن مجید بھی علم الٰہی سے نازل ہوا۔

قرآن مجید میں ان سینکڑوں پیشگوئیوں کو دیکھو؛ جن میں ملک ملک اور قوم قوم کے عروج و زوال کی اطلاعیں دی گئی ہیں اور وہ پھر پیشگوئیاں اپنے اپنے ملک اور اپنے اپنے زمانہ میں ٹھیک اُسی طرح پوری ہوتی رہیں — نزولِ قرآن پاک کے بعد اُن میں سے سینکڑوں نے اپنے وقت پر پورا ہونا ہے۔

لوگ اہلِ علم کو دیکھتے ہیں لیکن اس علیم سے بے خبر رہتے ہیں جس نے علم کو پیدا کیا۔ جس نے

معلومات کو پیدا کیا۔ جس نے علم و معلومات میں وابستگی دی۔ جس نے سوچنے والا دماغ ۔ سمجھنے والا دل۔ سننے والے کان۔ بولنے والی زبان پیدا کی۔ یہی تو وہ آلات ہیں جن پر وجودِ علم کا انحصار ہے۔

اگر کوئی شخص معالم و معارف ۔ حقائق و دقائق میں کوئی حصہ رکھتا ہے تو وہ لِمَا عَلَّمْتَنَا کی تحت میں ہے ـــــ اور اگر کوئی شخص کسی غلطی یا جہل میں گرفتار ہے تو وہ لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ کی تحت میں ہے۔

اگر کوئی شخص علم کا جویا ہے تو آستانِ علیم پر جبیں سائی کیا کرے اور اگر کوئی شخص جہل سے نفور ہے تو وہ اسی عالم الغیب والشہادۃ کے حضور میں دستِ دعا دراز کیا کرے۔

اگر تاریک کمرہ میں ایک دھنہ سوزن کے برابر بھی وزن ہے تو وہ بھی خورشیدِ عالمتاب کی کرن سے روشن ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ایک صداقت طلب کے قلب کو منور کر دے گا ۔ جب وہ شخص اپنے دل کو مالک کے علم کے سامنے پیش کر دے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم

۲۱
السَّمِيْعُ

اللہ تعالیٰ کے نہایت مشہور اسمارِ حسنیٰ میں سے ہے :

سَمِیْع — وہی ہے جو جملہ مسموعات کا سُننے والا ہے۔

سَمِیْع — وہی ہے جو جملہ اصوات کا سُننے والا ہے۔

سَمِیْع — وہی ہے جو جملہ اقوال و الفاظ اور کلمات و عبادات کا سُننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا (مجادلہ ع ۱)

"اللہ نے سُن لی بات اُس عورت کی جو جھ سے اپنے شوہر کی بابت جھگڑتی اور اللہ کی طرف اٹھاتی تھی۔ اللہ تو تم دونوں کی بات چیت کو سُن رہا تھا۔"

اس آیت میں الفاظ اور کلمات کی سماعت کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ سَنَکْتُبُ مَا قَالُوْا

" اللہ نے اُن لوگوں کی بات سُنی جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ تو فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ ہم اُن کی کہی ہوئی بات لکھ لیں گے۔"

(آل عمران ع ۱۹)

اس آیت میں بھی قول اور الفاظ کی سماعت موجود ہے۔

ہاں اللہ وہی ہے جو دعاؤں کا سُننے والا ہے (آل عمران ع ۴) میں ہے: اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔ سورہ ابراہیم میں ہے: اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ

قرآن مجید میں اس اسم کا استعمال مندرجہ ذیل صورتوں میں ہوا ہے:

چودہ مقامات پر عَلِیْمٌ کے ساتھ یعنی سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اَلسَّمِیْعُ عَلِیْمٌ کی صورت میں اور پانچ مقامات پر اسم بَصِیْرٌ کے ساتھ اور ایک مقام اِنَّہٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ کے طور پر واقع ہوا ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ سَمِیْعٌ بمعنی عَلِیْمٌ یا بمعنی بَصِیْرٌ نہیں ہے بلکہ ہر ایک اسم مستقل ہے اور اپنی خصوصیات کو جداگانہ لئے ہوئے ہے

بیشک یہ ضروری تھا کہ قرآن پاک ایسے اسمار کے استعمال کے ساتھ ساتھ شائبہ تشبیہ نہ پیدا ہونے دے۔ لہذا بندہ کی سماعت کی حقیقت اس طرح پر ظاہر فرما دی:

ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ۔ (مومنون) " تمہاری سمع و بصر اسی کی پیدا کردہ ہیں"

اَمَّنْ یَّمْلِکُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ (یونس) "تمہاری سمع و ابصار کا مالک بھی وہی ہے"

لہذا بندہ کی سماعت کو اللہ تعالٰے کی صفت سماعت سے کوئی نسبت باہمی نہیں۔ ہاں سمیع وہی ہے جو چرند و پرند و حوش و درندہ کی بھی سُنتا ہے۔ سمیع وہی ہے کہ کروڑوں اصوات اور ہزاروں لاکھوں لغات اور لاتعداد معروضات اُس کی سماعت میں خلل انداز نہیں ہو سکتے۔ وہ بے زبانوں کی بھی سُنتا ہے اور سب بندوں کی ضروریات کو بھی نافذ فرماتا ہے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ مالک حقیقی کو اپنی معروضات کا سُننے والا یقین کر کے ہر وقت اُسی سے عرض معروض کا سلسلہ جاری رکھے۔ مطلب دنیا کا ہو یا دین کا۔ مادی ہو یا رُوحانی ــــ ہر شے، ہر چیز کا سوال اسی مالک سے کیا کرے۔

اللہ تعالٰے کو وہ بندہ پسند ہے جو اس سے مانگتا رہتا ــــ سوال کرتا رہتا۔ اُسکی جناب

میں گڑگڑاتا رہتا ہے، اور وہ ایمان رکھتا ہے کہ میرا ایک ایک حرف حضور قدسی تک پہنچ رہا اور سمیع القدیر تک باریاب ہو رہا ہے۔

۲۲
البَصِیرُ جل شانہٗ

بصر سے ہے۔ بصر اس قوت کو کہتے ہیں جو مشہودات کا ادراک کرتی ہے — اللہ تعالیٰ کو جملہ مبصرات و مدرکات و مشہودات کا ادراک حاصل ہے۔ ہاں اس کا بَصِیر ہونا صفتِ بصر سے ہے۔ نہ صرف ادراک ہی سے۔

وہ الوان و اجسام۔ افعال و اعمال۔ ہیأت و اشکال کا دیکھنے والا ہے۔ ہر شے جس کا تعلق دید سے ہے وہ اُسے دیکھنے والا ہے۔ آیاتِ ذیل پر غور کرو:

۱- وَاللّٰهُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ (آل عمران) "اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔"

۲- فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ (انفال ع) "اللہ بندوں کے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔"

۳- اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ (شوریٰ ع ۲) "اللہ ہر شے کو دیکھنے والا ہے۔"

یہ اسم قرآن پاک میں کہیں اسم سمیع کے ساتھ اور کہیں اسم خبیر کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔

ہاں رب العالمین وہ ہے جس نے انسان کو بھی سمیع و بصیر بنایا فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ (سورہ دہر)

رب العالمین وہ ہے جس نے مخلوق کے لئے بصائر کو نازل فرمایا ہے: قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ (انعام ع ۱) "تمہارے رب کی طرف سے بصائر آئی ہیں۔"

رب العالمین وہ ہے کہ ابصار کو اس کا ادراک نہیں اور اسے ابصار کا ادراک حاصل ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ: "حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ ابصار کا ادراک کر سکتا ہے۔"

رب العالمین وہ ہے جو ہماری سمع و بصر کا مالک ہے: اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ (یونس ع ۴) "شنوائی و بینائی کا مالک کون ہے۔"

رب العالمین وہ ہے جس نے کان کی ہڈی کو سننا۔ آنکھ کی چربی کو دیکھنا۔ زبان کے گوشت

کو یوں سکھایا ہے۔

رب العالمین وہ ہے کہ سمندروں کی گہرائیاں۔ رات کی تاریکیاں، اس کی دید کے مانع نہیں دلوں کی حالتیں اور طبائع کے اطوار سب اُسکی نظر کے سامنے ہیں۔

اِس اِسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ اللہ تعالے کو بصیرتِ یقین کرتا ہُوا ایسے افعال کا ارتکاب نہ کرے جسے کسی دیکھنے والے کے سامنے نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں اپنے قلب کو دے دے اور پھر دیکھے کہ دل اور معتقداتِ دل کس قدر محفوظ ہو گئے ہیں۔

۲۳
اَللَّطِیۡفُ جل شانہٗ

لطف سے ہے۔ لطف کے معنی گفتار و کردار میں نرمی اور مہربانی کے ہیں۔ اللہ تعالے لطیف ہے۔ کیونکہ اس کے جملہ افعال و اقوال بندوں پر۔ رفق و مدار اور مہربانی و عنایت کے ہیں اللہ تعالیٰ لطیف ہے۔

اسی کی لطفِ صوری نے اشیائے مادیہ۔ صُورِ جمیلہ۔ ہیئاتِ موزوں۔ اجسامِ لطیفہ۔ اجرامِ نورانیہ کو خوشنمائی تناسب۔ نورانیت۔ شفافی۔ موزونی اور رنگارنگی عطا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اُسی کے لُطفِ علمی نے حکما و عقلاء۔ سالکین و شائقین۔ مجاہدین و علماءِ راسخین۔ اولیاءٔ و اصفیا اور انبیاء کو بقدرِ مراتب عرفانِ علمی عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ لطیف ہے اور اسی کے لُطفِ عملی نے صاحبانِ عقل کو معاشِ معاملت و دوران کو منفعت۔ اہلِ شعور کو آگاہی۔ اہلِ تقویٰ کو بصیرت عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالے لطیف ہے اور اُسی کے لطفِ باطنی نے نیک نفسان و صافی طینتاں۔ قانع مزاجان اور آزاد طبع گروہ کو حظِ وافر عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالے لطیف ہے اور اُسی کا لطفِ تکوینی موجودات کو فیضانِ وجود عطا کرتا اور عدم سے ہستی بخشتا ہے۔

اللہ تعالے لطیف ہے اور اسی کا لُطفِ معنوی اشیاءِ مجردہ عقول و نفوس اور ملائکہ و

انبیاء کے باطن کی تربیت فرمانا۔ صالحین پر اس لطیفہ نور کا پرتو ڈالتا ہے۔
اللہ تعالےٰ لطیف ہے اور اسی کا لطفِ دنیوی امراء و سلاطینِ دنیا کو حظوظ و کامرانی بخشتا ہے
اللہ تعالےٰ لطیف ہے اور اسی کا لطفِ اُخروی اہلِ قرب عنا سے معیت رکھتا۔ اہلِ ایمان
کو نجات۔ اہلِ احسان کو بقا بدرجۂ اتم و اکمل آخرت میں عطا فرمائے گا۔
(ب) لطف کے معنی دانائے امورِ مخفیہ اور واقفِ دقائق عجیبہ بھی ہیں۔
إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ (یوسف) اَللّٰهُ لَطِيفٌۢ بِعِبَادِهٖ (شوریٰ) انہی معنی میں ہے
قرآن مجید میں اسم خبیر کے ساتھ اسکا استعمال ہوا ہے۔
وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (ملک) إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ (لقمان) معنی یہ ہیں کہ وہ اسرار جو
لوگوں کے سینوں میں مخفی ہیں، ان کو بھی جانتا ہے۔ وہ اخبار جو لوگوں کے درمیان اشاعت گرفتہ ہیں
اُن سے بھی باخبر ہے۔
اللہ تعالیٰ کی لطف و مہربانی جملہ امور میں ہماری ہادی و رہنما ہے۔ اسی سے توفیق خیر ملتی ہے
اس اسم کے ساتھ تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ بنی نوع کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش
آیا کریں اور جو کوئی شخص مصیبت کے وقت امداد چاہے اُس سے بقدرِ وسعت دریغ نہ کریں۔

۲۴
اَلْخَبِيْرُ جلّ شانہ

خَبَرٌ سے بھی خَبِیْرٌ بنا ہے اور خُبُرٌ سے بھی۔
لہٰذا خَبِیْرٌ وہ ہے جو جملہ اخبارِ غیب و شہادت کی اطلاع پر حاوی ہے جو دنیا و آخرت کے
احوال کو جانتا ہے۔ جسے جملہ وقائع کی خبر ہے جو دانائی و زیرکی کا مالک ہے۔
جب خَبِیْرٌ کے ساتھ عَلِیْمٌ کا اسم ہوتا ہے۔ تب علیم کا تعلق علم ذات سے ہوتا ہے
اور خبیر کا تعلق دوسرے کے افعال سے۔ قرآن مجید میں اس اسم کا اطلاق کہیں اسم بصیر
کے ساتھ کہیں علیم کے ساتھ اور کہیں اسم لطیف کے ساتھ ہوا ہے۔ اور یہ جملہ اسماء
اطلاع و خبر اور واقفیت و علم کے مختلف مدارج کو ظاہر کرتے ہیں۔
اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خبرت و آگاہی حاصل کریں۔ مداومت

ذکر رکھیں۔ غربا و مساکین کے احوال کی خبر لیتے رہیں۔

۲۵
الحلیم جل شانہٗ

حلم کے معنی بُردباری ـــ آہستگی اور عقل ہیں۔ آیت اَمْ تَاْمُرُھُمْ اَحْلَامُھُمْ میں عقل و دانش ہی کے معنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ حلیم ہے۔ یعنی تغیرات اعتبار یہ اس کی ذات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے غضب اس کی رحمت پر غالب نہیں آسکتا، اور رحمت اس کی صفت غضب کے لئے مانع نہیں ہو سکتی۔

وہ معزّ بھی ہے اور مذلّ بھی۔ اور ہر دو اوصاف کے ساتھ غیر متغیّر بھی۔

اللہ تعالیٰ حلیم ہے یعنی انتقام کے لئے جلدی نہیں کرتا، اور گناہ کی سزا میں رزق بند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکرِ قربانی فرماتے ہوئے ان کو حلیم فرمایا ہے۔ یعنی اسمٰعیل علیہ السلام میں اس قدر تمکین نفس اور وقار ذات تھا کہ جو سکون و اطمینانِ قلب اُن کو خبرِ قربانی کے سننے سے پیشتر حاصل تھا۔ وہی حالت ان کی قربانی بنائے جانے کی خبر سن لینے پر بھی قائم رہی۔ یہ دہشت ناک خبر اُن کے مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہ کر سکی۔

قرآن مجید میں اسم حلیم مندرجہ ذیل اسماء کے ساتھ بیان ہوا ہے:

اسم غفور کے ساتھ	وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ	(بقرہ و مائدہ)
اسم غنی کے ساتھ	وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ	(بقرہ ع ۲۷)
اسم علیم کے ساتھ	اِنَّ اللّٰہَ لَعَلِیْمٌ حَلِیْمٌ	(حج ع ۹)
اسم شکور کے ساتھ	وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ	(تغابن ع ۲)

ان اسماء حسنٰے کے ساتھ اس اسم کی ترکیب یہ معنی پیدا کرتی ہے:

غفران کے ساتھ حلم کا ہونا بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں کو جلد عذاب نہ دینا اس لئے ہے کہ اس کی مغفرت بندہ کو توبہ کی مہلت عطا فرماتی ہے اور غنی کے ساتھ حلم کا ہونا بتلاتا ہے ـــ کہ

ربّ العالمین کو ایذا دینے والے ۔ شرک کرنے والے ۔ کفر کرنے والے ۔ اللہ کی نگاہ میں بالکل حقیر و ذلیل ہیں اور علم کے ساتھ حلم کا ہونا بردباری کی انتہا ہے ۔

اور علیٰ ہذا شکور کے ساتھ، علیم کی ترکیب ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالےٰ اعمال حسنہ کو قبول فرماتا، اور ان کو بڑھاتا ــــ اور اعمالِ سیئہ کے کفارہ میں دیر و درنگ کرتا، اور آہستگی کے ساتھ زمان مستقبل تک اصلاح کی مہلت عطا فرماتا ہے ۔

اس اسم کے ساتھ تخلق کرنے والوں کو بُردباری حاصل کرنی چاہیئے ۔ جب سُنے کہ فُلاں شخص اس کی غیبت کرتا ــــ اس پر بہتان باندھتا ہے ۔ تب سکون و وقار کے ساتھ رہے ــــ قوت برداشت کو مضبوط بنائے اور منتظر رہے کہ زمان آئندہ میں ربّ العالمین اس کے کیا کیا نتائج پیدا کرے گا ۔

۲۶
العظیم جلّ شانہٗ

عظمت سے ہے ۔

اہل دنیا کی زبان میں لفظ عظمت کا اطلاق طول ۔ عرض و عمق پر ہوتا ہے اور جب ابعاد ثلثہ میں ایک شے کی بڑائی دوسری پر بیان کرنی ہو تب لفظ عظمت کا استعمال کیا جاتا ہے ۔

وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ (نمل ع ۳) یعنی ملکہ سبا کا تخت لمبائی ۔ چوڑائی ۔ اونچائی میں بہت بڑا تھا ۔

فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ (شعراء) سمندر کے پانی کا ہر ایک ٹکڑا بڑے پہاڑ جیسا بن گیا تھا ۔

اس کے بعد معقولات و مجردات میں بھی لفظ عظمت کا استعمال ہوتا ہے ۔

هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ (نور) " یہ بہتان بہت بڑا ہے "

إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا (اسرائیل) " تم بہت بڑی بات کہتے ہو "

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (نساء ع ۱۲) " اللہ نے ان کیلئے مغفرت اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے "

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا "اللہ کا فضل اپنے نبی پر بہت بڑا ہے"۔ (نساء ع ۱۲)

اللہ تعالےٰ عظیم ہے کیونکہ اسے عظمت ذاتی حاصل ہے۔ وہ الوہیت کے مرتبۂ بزرگ کا مالک ہے۔

وہ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ہے۔ (سورۂ مومن)

وہ فضلِ عظیم کا مالک ہے۔

وہ قرآنِ عظیم کا اتارنے والا ہے۔

وہ بندہ کو کربِ عظیم سے نجات دینے والا ہے۔

وہ بناءِ عظیم کو ظہور میں لانے والا ہے۔

وہ ملک عظیم کا عطا کرنے والا ہے۔

وہ فوز عظیم تک بندوں کو لے جانے والا ہے۔

وہ عظمت و کبریائی اور جبروت و ملکوت کا مالک ہے۔

اُسکی عظمت کے سامنے ایک اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوق کمتر از ذرہ ہے۔

مادیات کی بڑائی کو دل سے نکال دینا چاہیئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ "اپنے رب کی جو عظمت والا ہے کے نام کی تسبیح کیا کر"۔

اسی کی تعمیل میں رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ پڑھا جاتا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔ جس نے تین بار یہ پڑھ لیا فَقَدْ تَمَّ رُكُوْعُهٗ وَ ذٰلِكَ اَدْنَاهُ۔ اس کا رکوع پورا ہو گیا۔ اور یہ تین بار کہنا۔ ادنیٰ شمار ہے۔ زیادہ سے زیادہ فرض میں کتنا پڑھنا چاہیئے۔ اس کی بابت وضاحت کے ساتھ کوئی حکم نہیں ملتا۔

انس رضی اللہ عنہ نے ایک بار عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ رحمہ واسعہ کے پیچھے نماز پڑھی تھی اور ان کے رکوع و سجود کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہ تر بتلایا تھا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ اس نماز میں دس دس بار تسبیح ہم کہہ لیا کرتے تھے۔

اس اسم سے تعلق پیدا کرنے والوں کو رب العالمین کے حضور میں خضوع و خشوع سے پیش ہونا چاہیئے۔

۲۷
اَلْغَفُوْرُ جلّ شانہٗ

لغوی معنی کا ذکر اسم احسن غفار ۱۴ پر کیا جاچکا ہے۔ غفُوْرٌ اور غفار دونوں اسماء غفران سے بطور صیغہ مبالغہ مستعمل ہیں۔

معنی غفار کا تعلق مغفور بندوں کی تعداد سے ہے۔ یعنی غفار وہ ہے جو حد سے افزوں تعداد کے گناہوں کو معاف کرے۔

اور غفور کے معنی میں مغفرت کا زائد از مقدار ہونا واضح ہوتا ہے۔ یعنی غفور وہ ہے جس کی عطاو بخشائش لاانتہا ہے۔

(ب) غافر وُہ ہے جو بروز محشر گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔

اور غفار وہ ہے جو بندوں کے گناہوں کو ملائکہ کی بھی آنکھوں سے چھپا دے اور غفُوْرٌ وُہ ہے جو بندوں کے دل سے بھی گناہوں کی یاد اور ان کا الم اور احساس و انفعال کھو دے۔

قرآن مجید میں یہ اسم — اسم رَحِیْم کے ساتھ	۷۵	دفعہ
اِسم عَزِیْز کے ساتھ	۲	دفعہ
اِسم عفو کے ساتھ	۵	دفعہ
اِسم شکور کے ساتھ	۲	دفعہ
اِسم حلیم کے ساتھ	۱	دفعہ
اِسم ودُود کے ساتھ	۱	دفعہ
صفت ذوالرحمۃ کے ساتھ	۱	دفعہ
مفرد	۵	دفعہ
کل	۹۲	دفعہ آیا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس لئے بھی ہے کہ وہ عزت و بردباری والا ہے۔

اور اس لئے بھی کہ وہ شکر قبول کرتا ہے۔

اور اس لئے بھی کہ وہ سب سے محبت کرتا ہے۔

اور اس لئے بھی کہ وہ عاجز بندوں پر رحم کھاتا ہے۔

اور سب سے زیادہ وجہ یہی رحم شاہانہ ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے بیشمار گناہوں کا تصور کرے اور پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت پر جو مقدار و تعداد اور اندازہ و شمار سے بڑھ کر ہے۔ یقین رکھے اور جان لے کہ غفران الٰہی سب کو مٹا دینے والا۔ پردہ ڈال دینے والا۔ دھو دینے والا ہے۔

بندہ کا جتنا زیادہ مضبوط یقین غفران ربانی پر ہوگا اُسی قدر زیادہ وہ غفران سے بہرہ یاب ہوگا۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ اسم ارتکاب گناہان کے لئے جرأت آموز مستقبل نہیں بلکہ آئندہ کے لئے شرم دلانے والا۔ گناہوں سے روکنے والا، اور ماضی کو مزکی کر دینے والا ہے۔

۲۸
اَلشَّكُوْرُ جل شانہٗ

شکر سے ہے۔ شکر کے چند معانی ہیں اور اللہ تعالےٰ کا شکور ہونا ان سب معانی سے ہے۔

الف: شکر کے معنی: مدح و ثنا کرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ شکور ہے کیونکہ اس نے اپنی ذات کی خود مدح و ثنا فرمائی ہے۔ اپنی صفات عالیہ خود بیان فرمائی ہیں۔

ب: شکر کے معنی کسی کام کا قبول کرنا۔ اور کسی خدمت سے راضی ہو جانا ہے۔ اللہ تعالےٰ شکور ہے۔ وہ بندوں کے اعمال صالحہ کو قبول فرماتا ہے اور ان کی عبادات و طاعات سے رضامند ہوتا ہے۔ سورۂ ملائکہ میں ہے:

اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ — "وہ تو ضرور ہی غفور اور شکور ہے۔"

نیز اسی سورت میں ہے:

رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ — "ہمارا رب گناہ بخشنے والا بھی ہے، اور طاعات کو قبول کرنے والا بھی۔"

سورہ تغابن میں ہے:

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ — یعنی وہ طاعات کو قبول کرتا گناہوں پر۔

بُردباری فرماتا ہے "۔

ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ اپنے عباد کو توفیق شکر دیتا ہے۔

ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ شکریہ شاکرین کو قبول فرماتا ہے۔

ہاں اللہ تعالیٰ شکور ہے کہ وہ شکر پر نعمت مزید اور ارزانی فرماتا ہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرتے والوں کو لازم ہے کہ جو کوئی شخص ان کی خدمت کرے اسے بہ شکر گزاری سے یاد رکھیں۔ ارباب حقوق کے حقوق تلف نہ کریں۔

۲۹
اَلْعَلِیُّ جل شانہٗ

عَلُوٌّ سے ہے۔ جس کے معنی بلندی، بزرگی، بلندی مرتبہ، کلانی اور توانائی ہیں۔ علو کے معنی غلبہ بھی ہے۔

عَلَا النَّهَار	دن چڑھ آیا
عَلَى الدَّابَة	گھوڑے پر سوار ہو گیا
عَلَا فِي الْمَكَارِم	خصائل بزرگی میں برتر ہو گیا۔
عَلَا فِي الْاَرْضِ	ملک میں بزرگ منشی کرنے لگا۔ مغرور بن گیا
عَلَا بِالْاَمْر	حکومت میں بڑھ گیا۔ یا مستقل ہو گیا

اللہ تعالیٰ عَلِیّ ہے کہ وہ سب سے غالب اور توانا ہے۔

اللہ تعالیٰ عَلِیّ ہے کہ علوابیت اور ارتفاع مرتبت اسی کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ عَلِیّ ہے کہ وہ جملہ سفلیات و علویات سے بالاتر ہے۔

قرآن مجید میں اس اسم کا استعمال اسم حکیم کے ساتھ بھی ہوا ہے۔

اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِيْمٌ "بے شک وہ برتر حکمت والا ہے"

لَعَلِیٌّ حَكِيْمٌ "وہ تو ضرور بالاتر اور حکمت والا ہے"

اور اسم کبیر کے ساتھ بھی:

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ (مومن ع - حج - لقمان) "اللہ ہی کے لئے حکم ہے جو برتر اور بزرگ تر ہے"

اور اسم عظیم کے ساتھ بھی

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ (البقرہ) "وہ برتر اور عظمت والا ہے۔"

اور ان آیات سے مستفاد ہوتا ہے کہ علوِ ربانی، حکمت و کبریائی اور عظمت الٰہی کے ساتھ ہے بے شک علی وہی ہے جو اپنے خاص برگزیدہ بندوں کے لئے برتریں تعریف کو دنیا میں قائم فرماتا ہے

وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (مریم ۶) "ہم نے ان کے لئے سچی اور برتر تعریف قائم کر دی۔"

بے شک علی وہی ہے جس نے ادریس علیہ السلام کو مرتبت علیا پر ممتاز فرمایا تھا:

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم ع ۶) "ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھایا"

بیشک علی وہی ہے جس کا نام بلند ہے جسکا حکم بلند ہے جس کی شان بلند ہے:

وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا (توبہ ع ۴) "اللہ ہی کا فرمان بزرگ و برتر ہے۔"

واضح ہو کہ اسی مادہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت اور علَمِ باسم اعلیٰ بھی قرآن مجید میں ہے۔ گو اس حدیث ترمذی میں یہ علَم موجود نہیں۔

صفات کے متعلق دیکھو:

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (نحل ع ۶) "اللہ کے لئے برترین مثال ہے"

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (روم ع ۳) "اللہ کے لئے مثال بھی سب سے برتر ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے لئے بطور علَم فرمایا ہے:-

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (سورۂ اعلیٰ) "رب کی جو سب سے برتر ہے نام کی تسبیح کیا کر"

اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى (لیل) "رب ہی کی ذات کی رضامندی کیلئے صدیق عمل کیا کرتا ہے"

جو بزرگ اس اسم سے تخلق پیدا کرنا چاہیں۔ ان کو علو ہمت پیدا کرنی چاہیئے اور ہمیشہ ترقیات مراتب باطنی میں ساعی رہنا چاہیئے۔

واضح ہو کہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى کی تعمیل میں نماز پڑھنے والے کو حکم ہے کہ سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا کرے۔ سنن ابوداؤد کا حوالہ اسم عظیم کے تحت لکھا گیا۔ اسی حدیث میں سجدہ کی بابت بھی یہی ہے کہ جس نے تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھ لیا اُسکا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ ادنیٰ درجہ ہوگا۔

واضح ہو کہ رکوع و سجود میں پڑھنے کے اذکار اور بھی ہیں جو نہایت صحیح احادیث میں آتے ہیں۔ اس جگہ تیمناً صرف اس حدیث کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو مولیٰ علی مرتضٰے کی روایت سے صحیح مسلم میں ہے رکوع میں پڑھا کرے۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ رَکَعْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ لَکَ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَمُخِّیْ وَعَصَبِیْ۔

"یا اللہ تجھے رکوع کرتا ہوں۔ تجھ پر ایمان لاتا ہوں تیری فرماں برداری کرتا ہوں میری شنوائی میری بینائی۔ میری ہڈیوں کا گودا۔ میرے پٹھے تیرے حضور میں جھکے ہوئے ہیں۔"

سجدہ میں پڑھا کرے:

اَللّٰھُمَّ لَکَ سَجَدْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَلَکَ اَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَصَوَّرَہٗ وَشَقَّ لَہٗ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔

"یا اللہ میں تجھے سجدہ کرتا ہوں۔ تجھ پر ایمان لاتا ہوں۔ تیری فرماں برداری کرتا ہوں۔ میرا چہرہ اسے سجدہ کرتا ہے جس نے اُسے بنایا صورت درست کی کان اور آنکھیں چہرہ پر لگائیں اللہ بڑی برکتوں والا ہے۔ سب سے بہتر صورت آفریں ہے۔"

٣٠
الکبیر جل شانہٗ

کِبَر سے ہے۔ اہلِ دنیا میں کِبَر کا استعمال کلانیٔ سن و سال کے متعلق بالتخصیص کیا کرتے ہیں۔ مطلقاً بزرگی و بزرگ منشی بھی اس کے معنی ہیں۔ اللہ تعالےٰ زمان و مکان سے ارفع و اعلیٰ ہے اس کے اسم احسن میں مطلق بزرگی و عظمت کے معنی ہی مقصود ہیں۔

اللہ تعالےٰ کبیر ہے اور جملہ موجودات زمانی و غیر زمانی پر اسے سبقت حاصل ہے۔

اللہ تعالےٰ کبیر ہے اور اس کی کبریائی کے سامنے ہر ایک اکبر الکبیر ادنیٰ ترین صغیر ہے۔

اللہ تعالےٰ کبیر ہے وہ کامل الصفات اور شامل الصفات ہے۔

اللہ تعالےٰ کبیر ہے اور کبریائی اس کی ردا ہوئی ہے ؎

مرا و را رسد کبریا و منی | کہ ملکش قدیم ست و ذاتش غنی

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (جاثیہ) "آسمانوں اور زمین میں اُسی کو کبریائی حاصل ہے وہی عزت والا، حکمت والا ہے"

بے شک اللہ تعالےٰ ہی کبیر ہے۔ جو آیاتِ کبریٰ کا مالک ہے۔ وہ آیات کبریٰ کہ ان کی سیر اپنے حبیب وخلیل محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کرائی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جس کے حکم میں طَآمَّةُ الْكُبْرٰى ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جسکا اقتدار نار کبریٰ پر ہے۔

اللہ تعالےٰ ہی کبیر ہے جو یوم کبیر میں اپنی کبریائی کا شکوہ دکھلائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہے جو اپنے عباد پر فضل کبیر بذل فرماتا جو مخلصین کو فوز کبیر تک پہنچاتا اور اہلِ طاعت کو اجر کبیر سے شادکام فرماتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہی کبیر ہے جو اہلِ ایمان کو نعیم اور ملک کبیر عطا فرمائے گا۔

قرآن مجید میں یہ اسم جن اسمارِ حسنیٰ کے ساتھ مستعمل ہوا ہے وہ یہ ہیں:

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالُ (رعد) "غیب اور شہادت کا جاننے والا۔ کبیر اور علو والا"۔

وَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (ج لقمان) "بے شک اللہ ہی برتر اور بزرگ ہے"

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ (مومن) "حکم اللہ ہی کا ہے جو بلند تر اور بزرگ تر ہے"

ان آیات پر غور کرو کہ کبریائی اور علو کو کس طرح شامل کر کے بیان فرمایا گیا ہے اور اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی کو سبقت زمانی یا عظمت ایجاد کے ساتھ نہ سمجھا جائے بلکہ وہ ان سب سے بالاتر ہے۔ خود ہی فرمادیا ہے:

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (سورۂ اسرائیل) "یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالےٰ اُن کے اقوال سے بلند۔ نہایت بلند۔ بزرگ نہایت بزرگ ہے"

وہ ارجاس۔ انجاس سے پاک عیوب ونقائص سے منزہ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دُعا تعلیم دی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ فِيْ عَيْنِيْ صَغِيْرًا "الٰہی مجھے میری نگاہ میں چھوٹا بنا دیو اور لوگوں

وَفِیۡۤ اَعۡیُنِ النَّاسِ کَبِیۡرًا   کی نظروں میں مجھے بڑا رکھیو۔

۳۱
اَلۡحَفِیۡظُ جل شانہٗ

حفیظ کے معنی نگہبانی اور یادداشت ہیں۔

اللہ تعالیٰ حفیظ ہے۔ موجودات کی حفاظت فرماتا۔ بلیّات سے صیانت کرتا ہے۔ قوامِ عالم اسی کی نگہبانی سے قائم ہے اور نظامِ اعظم کا وہی ناظم ہے۔

بے ستون آسمان کو اسی نے ہوا پر معلّق کیا اور پھر اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔

بے بنیاد زمین کو اسی نے قائم فرمایا اور اپنی نگہبانی میں رکھ چھوڑا ہے: وَلَا یَئُوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا اس نگہبانی وحفاظت سے سستی و ماندگی کا اس پر کوئی اثر نہیں۔ اس صیانت میں اسے کچھ دشواری نہیں۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو ہمارے لئے حَفَظَۃٌ وہ فرشتے جو بندہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ مقرر فرماتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو شیطان مارد کی شرارتوں کو ناکام بناتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے کہ مومنہ عورتوں کی عصمت محفوظ ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو شیطان رجیم کے زد سے اہلِ ایمان کو بچاتا ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو کتاب حفیظ کا مالک ہے وہ کتاب جس میں جملہ تبدلات وتغیرات کی صحیح کیفیت موجود رہتی ہے۔

اللہ ہی حفیظ ہے جو ہر ایک اوّاب وحفیظ کو یعنی حکموں کے نگاہ رکھنے سے بندوں کو اجرِ کریم عطا فرماتا ہے۔

اللہ ہی حَفِیظ ہے اسی کی صفت اس آیت میں ہے: وَرَبُّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ حَفِیۡظٌ ۔ "تیرا رب ہر ایک شے کی حفاظت فرمانے والا ہے"

اللہ ہی حفیظ ہے جس نے ہمارے سر پر سقف محفوظ کو بلند کیا ہے۔

ہاں وُہی حافظ ہے اور کُنَّا لَھُمۡ حٰفِظِیۡنَ (انبیاء ع ۶) کی شان اسی کو حاصل ہے

ہاں وہی حافظ ہے : خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اُسی کی صفت ہے۔
اِس اسمِ پاک سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حافظ حقیقی یقین کریں۔ حفاظتِ ظاہری کے جملہ استحکامات کو ہیچ وحقیر سمجھیں اور اللہ تعالیٰ ہی کو اپنی جان و مال و اولاد کا حافظ سمجھیں۔ اسی کی حفاظت میں اپنے قلب کو کر دیں۔ اُسی کی حفاظت میں آکر جملہ بلیّاتِ شیطانی و آفاتِ نفسانی سے کنارہ کش رہیں۔

۳۲
اَلْمُقِيْتُ جل شانہٗ

مُقِیْتُ کے معنی "نگہبان وعطائے قوت میں توانائی رکھنے والا" ہیں۔ انہی معنی میں یہ آیت ہے : وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا۔
مُقِیْتُ۔ قوت سے بھی ہے۔ قوت، غذا کی اس مقدار کو کہتے ہیں جو جزو بدن ہو سکے اور صحت قوت کے قیام کا ذریعہ بن سکے۔

مُقِیْتُ وُہ ہے جو جملہ قوائے بدن کو توانائی دیتا ہے۔
مُقِیْتُ وُہ ہے جو قوائے رُوحانی کو غذا بخشتا ہے۔
مُقِیْتُ وُہ ہے کہ نباتات وجمادات وحیوانات جن وملک اپنی اپنی طبعی ساخت اور اقتضائے فطرت کے مطابق اس کی روزی سے پل رہے۔ بڑھ رہے۔ نشوونما پا رہے ہیں۔
دماغ کی غذا۔ قلب کی غذا۔ رُوح کی غذا کو وہی مہیّا کرتا ہے اور اسی کی غذا سے ان سب کی تربیت وتقویت وتنویر ہوتی ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ اپنے تمام اعضاء کی صحت وطاقت جملہ قوٰے کی بقاء قوت کا سوال اُسی مالک سے کرے، اور التجا کیا کرے کہ اے میرے رب میرے پروردگار میرے اعضا۔ میرے قویٰ۔ میرے حواس۔ میرے مدرکات۔ میری خدمات۔ میری معلومات۔ میرے مشاہدات کو تو ہی اپنی رحمت وطاقت سے بڑھاتا رہ۔ تو ہی ان سب کی درستی وتوانائی کا سامان فرمایا کر۔

۳۳

الحسیب جل شانہ

حَسَب کے معنی کفایت ہیں۔ محاورہ ہے: ھٰذَا حَسْبُكَ مِنْ غَيْرِهٖ۔

اللہ تعالےٰ حَسِیب ہے۔ اُسی کی حفاظت کافی ہے۔ اُسی کی پناہ کافی ہے۔ وُہی مہماتِ اُمور کے لئے کافی ہے۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (سورہ طلاق) اگر وہ انکار کریں تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کافی ہے۔ وہی معبود ہے اور کوئی نہیں۔ اُسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اور وہی عرش بزرگ کا رب ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ دینے کا حکم ہوا ہے:

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (سورہ زمر ع ۴) "کہہ دے اللہ میرے لئے کافی ہے، اور اُسی پر توکل والوں کو اعتماد کرنا چاہیئے۔"

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ (توبہ ع ۱) "اگر یہ رُوگردانی کریں تو کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُسی پر میرا اعتماد ہے۔ وہی بزرگ ترین عرش کا پروردگار ہے۔"

بیشک اَلْحَسِیْب وُہی ہے کہ اعداء کے اجتماع اور خوف و دہشت کی حالت کو معلوم کر کے جب اہل ایمان نے حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (سورۃ آل عمران ع ۱۸) "ہم کو اللہ کافی ہے، اور وہ اچھا کارساز ہے" پڑھا۔

تب نعمت وافضال الٰہی نے ان کا ہاتھ پکڑا۔ رضوان الٰہی نے ان کی دستگیری کی، اور فضل عظیم ان کے شامل حال ہوگیا۔ تخویف شیطانی کا اثر جاتا رہا، اور صرف خوفِ خدا ہی اُن کی سمع راہ بنا رہا۔

ب۔ حسیب کے معنی حساب کنندہ ہیں۔

انہی معنی میں ہے: اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۔ "سورج اور چاند حساب کے اندر

ہیں۔

ہاں اَلْحَسِیْب وُہی ہے جو سریع الحساب بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ قیامت میں سب کا حساب کس طرح یکبارگی لیا جا سکے گا۔ انہوں نے فرمایا: یُحَاسَبُوْنَ کَمَا یُرْزَقُوْنَ ۔ جس طرح یہاں دنیا میں تمام مخلوق کو یکبارگی رزق مل رہا ہے۔ اسی طرح وہاں بھی سب کا حساب یکبارگی لیا جاوے گا۔

اَلْحَسِیْب وُہ ہے جو کَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ۔ "اے بندہ آج تو خود اپنے نفس کا حساب کرنے میں کافی ہے"۔ کا حکم جاری فرمائے گا۔

اَلْحَسِیْب وُہ ہے جو جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ۔ "تیرے رب کیطرف سے جو جزا ملے گی۔ وُہ عطا ہوگی اور وہ اندازہ باندازہ ہوگی"۔ کی شان میں متقین پر جُود و نوال اور لطف و افضال کے دروازے کھول دے گا۔

اِس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ رب العالمین سے حِسَابًا یَّسِیْرًا کی درخواست کرتے رہیں۔ یَوْمَ الْحِسَاب پر یقین کو پختہ رکھ کر سمجھ لیں کہ ایک روز اس کتاب پر حساب دینا ہوگا۔ جس کی صفت یہ ہے:

"لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰھَا" "کوئی چھوٹی بڑی بات ایسی نہ ہوگی جو اس کتاب میں درج نہ ملے گی"۔

۳۴
اَلْکَرِیْمُ جَلَّ شَانُہٗ

کرم سے ہے۔ کرم کے معنی عظمت۔ شرف۔ عزت اور جود و سخاوت ہیں۔ اہلِ زبان کریم کی صفت میں کہا کرتے ہیں کہ کریم وہ ہے کہ وعدہ کرے تو پورا کر دے ۔ قدرت پا کر قصور معاف کر دے۔ عیب دیکھے اور پردہ پوشی کرے۔ قصور معلوم کرے اور درگزر فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جملہ معانی کے اعتبار سے کَرِیْم ہے۔ وہی کرامت حقیقی کا مالک ہے اور وہی صاحب جُود و کرم ہے۔

اللہ تعالےٰ کریم ہے کیونکہ وہ رسول کریم کا بھیجنے والا ہے جَآءَھُمْ رَسُوْلٌ کَرِیْمٌ (دخان)

اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ قرآن کریم کا اتارنے والا ہے : اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ (واقعہ)
اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ وہ اجرِ کریم کا عطا فرمانندہ ہے : وَلَھُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ (حدید)
اللہ تعالیٰ کریم ہے کہ مدخل کریم کا داخلہ اسی کے حکم میں ہے۔
اللہ تعالیٰ کریم ہے کہ رزق کریم کا ارزانی کنندہ وہی ہے۔
اللہ تعالیٰ کریم ہے اور تمام مخلوق اسی کی نوال و کرم سے بہرہ گیر ہے۔
اللہ تعالیٰ کریم ہے کیونکہ جوادِ مطلق اور غنی برحق وہی ہے : فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ۔ (نمل ع ۴)

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو اوصاف کریمانہ کے حصول میں سعی و کوشش کرنا ضروری ہے۔

۳۵
اَلرَّقِیْبُ جل شانہٗ

اللہ تعالیٰ کا عَلَم ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے رقیب۔ نگہبان۔ نگرانی کنندہ کو کہتے ہیں
اللہ تعالیٰ ہی ہے جو موجودات کی حراست فرماتا اور معلومات کی رقابت کرتا ہے۔
یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ الرَّقِیب کے معنی میں علم اور حفظ کی مجموعی صفت جمع ہوتی ہے۔
سورہ احزاب میں ہے : وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ رَّقِیْبًا۔" اللہ پاک تو ہر چیز کا نگہبان ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے :

فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ ۔ " جب تو نے مجھے ان لوگوں میں سے لے لیا۔ تب تو خود ان کا نگہبان تھا"

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے خیالات و معاملات کو باری تعالیٰ کی نگرانی میں دے دے۔ نفس و شیطان سے محفوظ ہونے کا یہی آسان طریق ہے۔

۳۶

القریب جل شانہ

یہ اسم آیت ذیل سے لیا گیا ہے :

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (سورہ بقرہ)	"اے نبی جب آپ سے لوگ (میرے بندے) میری بابت سوال کرتے ہیں تو میں قریب ہوں اور جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو اسکی پکار (دُعا) کو قبول کرتا ہوں"

تفسیر خازن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ یہودانِ مدینہ نے یہ سوال کیا تھا کہ خدا تو عرش پر ہے اور عرش و فرش کے درمیان اتنے آسمانوں کا بُعد اور غلظت حائل ہے۔ پھر خدا ہماری کیونکر سُنتا ہے۔ تب ان کو اللہ عز وجل نے یہ جواب بھیجا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ صحابہ میں سے بعض نے یہ سوال کیا تھا کہ کیا ہمارا رب ہم سے قریب ہے تاکہ آہستہ آہستہ اس سے مناجات کیا کریں۔ یا ہمارا رب ہم سے بعید ہے کہ ہم اُسے زور زور سے پکارا کریں۔ تب یہ جواب اُترا تھا۔

ایک صحیح حدیث میں بھی یہی اسم آیا ہے۔ صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کو تشریف لے جارہے تھے۔ لوگوں نے ایک وادی میں چڑھتے ہوئے اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی تکبیر زور سے لگائی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ صُمًّا وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا قَرِيبًا۔	"اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرہ (گراں گوش) کو یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو تم تو سمیع و بصیر و قریب کو پکار رہے ہو"

آیت قرآنی میں قریب فرمایا اور اس کی تحت اجابت دعوت کا ذکر کیا۔ حدیث صحیح میں قریب فرمایا : اور اس کا مطلب سمیع بصیر کے اسماء میں آشکار فرما دیا۔

انسان غور کرے کہ قرب کے خواص کیا ہیں۔ جب کسی شے یا انسان کے احوال پر ہمارا علم — ہماری شنوائی - ہماری بینائی بیک وقت بیک لحظہ کار فرما ہوں تو ثابت ہوگا کہ وہ شے ہم سے قریب ہے یا ہم اس سے قریب ہیں۔ ہم سے اُس شے کا قریب ہونا تب صحیح ہوگا جب اس کا علم اور گوش و چشم بھی ہمارے اُوپر وہی عمل کرتے ہوں۔

اللہ عزّوجل جس کا علم ہر ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بصر جو شبِ تاریک میں سمندر کی سب سے زیادہ گہرائی کی تہ میں پڑی ہوئی ادنیٰ شے کو بھی دیکھ رہی ہے۔ اللہ کی سمع جو تحت الثریٰ کے نیچے پہاڑ کی غار کے اندر والے کیڑے کی جو ہنوز پتھر کے اندر مخفی ہے کی آواز کو بھی سُننے والی ہے بے شک ہم سے قریب ہے۔ گو وہی قرب ہم کو اس سے حاصل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرب کے مدارج بھی بتلائے ہیں۔

(۱) اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ "خبردار تحقیق اللہ کی مدد نزدیک ہے"۔

جب انسان وسائل دنیوی سے محروم ہو جاتا اور اسباب دعاوی کو اپنے خلاف پاتا ہے۔ تو دل شکستگی کے ساتھ بے اختیار بول اٹھا کرتا ہے: متیٰ نصر اللہ " اللہ کی مدد کہاں ہے"۔ اور اسی وقت قدسی کلام اُسے ہدایت کرتا ہے کہ اللہ کی مدد تو قریب ہے۔ یہ قرب کا ایک درجہ ہوا۔ جو نصرت و یاوری کی شکل میں متجلی ہوتا ہے۔

(۲) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ " اللہ کی رحمت احسان والوں سے قریب تر ہے"

احسان کسے کہتے ہیں۔ اس کے معنی حدیثِ جبریل میں بتائے گئے ہیں۔

تَعْبُدُ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ۔ " اللہ کی عبادت کر، گویا تو اُسے دیکھتا ہے اور یہ نہیں تو وہ تجھے ضرور دیکھتا ہے"۔

آیتِ بالا میں بتایا گیا ہے کہ رحمت الٰہیہ ان بندوں سے قریب ہے جو عبادتِ الٰہی۔ حظِ وافر۔ تعقّل کامل اور اعتماد محکم سے مشغول رہنے والے ہیں۔

(۳) اِنَّہٗ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ۔ " تحقیق وہ سننے والا نزدیک ہے"۔

یہ ذات پاک کے متعلق عرفان ہے۔ وہ ہم سے قریب ہی ہے اور وہ ہماری باتوں۔ التجاؤں دعاؤں کا شنوا بھی ہے۔

سمیع و قریب ہر دو صفات ہیں اور اللہ تعالےٰ کی صفات انسانی صفات سے منزّہ و برتر ہیں۔

(۴) اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ "میرا رب قریب ہے اور میری دعا سنتا ہے"

یہ الفاظ نبی اللہ کی زبان سے ہیں اور اُس قرب کو ظاہر کرتے ہیں جو انبیاء کو بوجہ قبولیت و شرف و اختصاص خاص حاصل ہوتا ہے کہ ان کی حمایت کی جاتی، نصرت فرمائی جاتی — ان کی معروضات کو درجہ اجابت دیا جاتا ہے۔

بعض لوگ قرب اور خلط کے معنی میں کوئی فرق نہیں کرتے اور اس آیت ہی سے خالق و مخلوق کو متحد الجنس بناتے اور بنانے کی سعی کیا کرتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ لغت اور کلام اللہ ان کی ایسی تاویلات کی تائید نہیں کرتے۔ اور جب وہ لغت ولسان ہی کے قواعد کے پابند نہیں۔ تب تو کسی آیت کے بغیر بھی وہ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔

اسمارِ حسنیٰ کے حل مطالب کے متعلق یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اکثر آیات کے خاتمہ میں دو، دو اسم آتے ہیں۔ جیسے علی الکبیر۔ علی العظیم۔ غفور الودود۔ حمید مجید۔ یہ دونوں اسم ایک دوسرے کے معنی میں تعین میں بہت بڑا تعلق اندرونی رکھتے ہیں۔ ایک کے اسرار دوسرے کے انوار سے بخوبی آشکارا ہوا کرتے ہیں۔

اسم قریب کے معنی کی دریافت میں تدبّر کرنے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ آیاتِ قرآنیہ میں اس کا استعمال سمیع و بصیر اور مجیب کے ساتھ ہوا ہے۔ یہی اسمار حقیقت قرب قریب کا بھی وضوح فرمائیں گے۔

۴۷
المجیب جلّ شانہٗ

اسم علم ہے۔ جواب اور اجابت سے بنایا گیا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجیب ہے کہ وہ ہر سائل کے سوال کا جواب دیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مُجِیب ہے کہ وہ ہر ایک دعا مانگنے والے کی دعا کو شرف اجابت بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجیب ہے کہ وہ ہر ایک سوال کو سمجھتا ہے اور ان کی ضروریات طبعی و اتفاقی کو پورا کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مجیب ہے کہ سب کی زبان قال کو سمجھتا ہے اور صدق مقال کو شرف قرب عطا

کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُجیب ہے اس پکارنے والے کی دُعا کو جو اضطراب و اضطرار میں رب العالمین کو یاد کرتا ہے۔ سماعت فرماتا اور قبولیت عطا کرتا ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (نمل ع ۵) "وہ کون ہے جو پکارنے والے مضطر کی پکار کو قبول فرماتا ہے۔"

اللہ تعالےٰ مُجیب ہے اور خود بندوں پر استجابت احکام کو فرض ٹھہراتا ہے۔

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ (بقرہ ع ۲۳) "چاہیئے کہ بندے میرے حکموں کو قبول کیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں۔"

جو لوگ اللہ تعالےٰ کے قریب و مجیب ہونے کا ایمان رکھتے ہیں۔

جو لوگ احکام الٰہی کو فراخ دلی و استحکام سے قبول کرتے ہیں۔

جو لوگ نافرمانی و سرکشی سے دُور رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا مجیب ہونا ان پر سراسر ظاہر ہو جاتا ہے۔

اِس اسم سے تخلّق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ جب موقعہ ملے تب ہی دل کھول کر یا ہاتھ اٹھا کر، پوری توجہ، پوری رغبت سے اور پورے یقین قبولیت سے دعا کیا کریں۔ نامنظوری یا عدم قبولیت کا وہم بھی دل میں نہ آنے دیں۔

۳۸
اَلْوَاسِعُ جل شانہٗ

وُسْع کے معنی فراخی — تونگری — دسترس طاقت ہیں۔ سَعَتْ بھی وہی ہے — جو وُسْع ہے۔

وَاسِعْ اللہ تعالےٰ کا عَلَم ہے۔

اللہ تعالیٰ وَاسِع ہے اور اسکی جُود و عطا حیطۂ اندازہ سے باہر ہے۔

اللہ تعالیٰ وَاسِع ہے جس نے جملہ اشیاء کو اپنے انعام سے گھیر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ وَاسِعْ ہے کہ اس کا رزق سب کو ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ ہے کہ اس کی رحمت سب کو شامل ہے۔ وُہی وسعت غیر متناہیہ کا مالک ہے۔ اُسی نے موجودات کو وسعت وانبساط بخشا ہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ — "اس کا علم آسمانوں اور زمین سے فراخ ہیں بہت زیادہ ہے۔"

وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (انعام) — "وُہی ہے جس کا علم ہر شے پر حاوی ہے۔"

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف) — "وُہی ہے جس کی رحمت ہر شے سے فراخ تر ہے۔"

ہاں وَاسِعٌ وہ ہے جس کی مجموعی صفت میں ملائک اس طرح تر زبان ہیں:

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا (مومن) — "اے ہمارے رب تو نے اپنی رحمت اور علم سے ہر ایک چیز کو دسترس میں لے لیا ہے۔"

ہاں اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ ہے مگر غریب بندوں کو ان کی وُسعت وطاقت سے بڑھ کر کوئی حکم نہیں دیتا:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ — "اللہ پاک کسی ایک مخلوق کو بھی اسکی طاقت اور برداشت سے بڑھ کر کسی حکم پر مجبور نہیں کرتا"

اس اسم کے متعلق یہ دعا یاد رکھنی چاہیئے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ وَانْقِطَاعِ عُمُرِيْ يَا مَنْ لَا تَرَاهُ الْعُيُوْنُ وَلَا تُخَالِطُهُ الظُّنُوْنُ وَلَا يَصِفُهُ الْوَاصِفُوْنَ — "یا اللہ عمر بڑھ جانے پر اور بڑھاپے کے وقت اپنا رزق مجھ پر اور زیادہ وسیع فرما۔ اے وہ ذات کہ جسے نہ آنکھیں دیکھتی ہیں اور نہ گمان ووہم پا سکتے ہیں اور نہ وصف کرنے والے اس کا وصف کر سکتے ہیں۔"

۳۹
اَلْحَكِيْمُ جل شانہ

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسم حکیم کو حکم اور حکمت سے مشتق بنایا ہے۔ بیشک

اللہ تعالےٰ حاکم علی الاطلاق ہے اور معناً اس پر کوئی اعتراض نہیں مگر ائمہ لغت میں سے کسی نے حکیم بمعنی حاکم تحریر نہیں کیا۔

رہا حکیم کا مشتق از حکمت ہونا ۔ یہ سب کے نزدیک مسلّم ہے۔

حکمت ۔ اعمال میں افضلیت اور افعال میں احسنیت کے علم کو حکمت کہتے ہیں۔

حکمت ۔ اُن غایاتِ حمیدہ کا نام ہے جو سلسلہ تکوین میں ملحوظ ہیں۔

حکمت ۔ اُن مصالح کلیہ کا نام ہے جو نظام عالم کا قوام ہیں۔

احسن اخلاق اور احسن اعمال کا حکمت ہونا ضروری ہے۔

بہترین فوائد اور بہترین مقاصد کا حکمت ہونا لابدی ہے۔

ہاں حکمت کا مفہوم یہ ہے کہ افضل العلوم سے افضل الاشیاء کو معلوم کیا جائے۔

قرآن مجید میں چند مقامات پر حکمت کا اثبات فرمایا گیا ہے۔

۱۔ وَاللّٰهُ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ (بقرہ ع ۲۷) "اللہ جسے چاہتا ہے حکمت دیتا ہے"

۲۔ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (لقمان) "جس شخص کو حکمت دی گئی اسے تو خیر کثیر دی گئی"

سلیمان علیہ السلام کی مدح میں ہے: ــــــــــ

۳۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ۔ "ہم نے اُسے حکمت بھی دی اور صاف صاف فیصلہ کرتا ہے۔"

۴۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (البقرہ ع ۱۳) "وہ دنیا کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے"

۵۔ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ (سورہ قمر ع ۱) "حکمت کامل دی گئی مگر ان کو انذار کا فائدہ نہ ہوا"

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ آیاتِ قرآنیہ کو اسماء حسنیٰ کے ساتھ جن پر آیات کا اختتام ہوتا ہے بلحاظ معنی تناسب تام ہوتا ہے۔ لہٰذا غور کرو کہ اسم حکیم کا استعمال قرآن پاک میں کس طرح ہوا ہے: ــــــــــ

اسم عزیز کے ساتھ اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (نمل ۱:) ۔ "بے شک میں اللہ

غالب حکمت والا ہوں۔

۲۳ مقامات اور ہیں جہاں عزیز حکیم فرماتا ہے:

اسم حمید کے ساتھ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (سورہ فصلت) یہ کلام حکمت والے، خبر والے کا اُتارا ہوا ہے۔

اسم خبیر کے ساتھ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (سورہ ہود) حکمت والے۔ خبر والے کی طرف سے تفصیل کر دی گئی ہے۔

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ (سورۂ انعام) اور وہ حکمت والا خبردار ہے"

اسم واسع کے ساتھ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا (نساء ع ۳) اللہ تعالےٰ تو وسعت دینے والا حکمت والا ہے۔

اسم علی کے ساتھ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ (سورہ زخرف ع ۱) بے شک وہ برتر حکمت والا ہے"

اسم علیم کے ساتھ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (سورۂ انعام ع ۱۴) "بے شک تیرا رب حکمت والا ہے"

دس مقامات دیگر ہیں:

اِن آیات پر تدبّر کرنے سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ خبرت و وسعت اور علم و حمد اور علو و رفعت کے مفہوم سے حکیم کا مفہوم زیادہ تر واضح و لائح ہوجاتا ہے۔ یہ وہ طریق ہے جو مقصود زبانی کو صحیح طریق پر بخوبی ذہن نشین کر دیتا ہے۔ یہ مشہور عام ہے: فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ۔ حکمت والے کا فعل حکمت سے خالی نہیں۔

اس اصول پر اگر شرائع الٰہیہ اور احکام ربانیہ کی تحقیق کی جائے۔ اگر دفتر تکوین کا مطالعہ کیا جائے اگر صحیفۂ فطرت کا ملاحظہ کیا جائے تو ذرہ ذرہ، ذرّہ اور پتہ۔ پتّہ سے رب العالمین کی حکمت نمایاں ہو جاتی ہے۔

کوتاہ بین لوگ اپنی اپنی نافہمی سے حسن و قبح اشیاء کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور پھر تقصیر حکمت پر بحث آرا ہوتے ہیں۔ کاش وہ اس مشہور فقرے کو غور سے پڑھیں اور یقین رکھیں کہ رب العالمین کے جملہ احکام و افعال حقیقتہً صحیح ترین مقصد اور نافع ترین فوائد اور احسن ترین اطوار پر مبنی ہیں۔ لہذا اَلْحَكِيْمُ اسی کا اسم احسن ہے اور اسی کی پاک ذات پر حقیقتہً صادق آتا ہے۔

بیشک اللہ تعالےٰ حکیم ہے اور اس نے ایجاد مخلوقات میں جملہ لوازمات و مناسبات صحیحہ کو

پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور ماہیات اشیاء پر اس کی حکمت محیط ہے۔

اتفاق صناعات اور احکام متشکلات میں اس کی حکمت جلوہ گر ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ وہ علم و حکمت کے شیدا ہوں۔ وہ اسرار و دقائق کونیہ کے معلوم کرنے کے شائق ہوں۔ وہ فہم سلیم اور عقل دقیق سے اسرار احکام شریعت کے جویا ہوں۔

آج کل اکثر لوگ صرف منطق یا سائنس کے مطالعہ کے بعد احکام شریعت کی خوبی سے بیخبر رہ کر اپنے اپنے فہم کو ان احکام حقہ سے بہتر خیال کرنے لگتے ہیں لہذا علماء حقانی کو لازم ہے۔ کہ اس حکیم کے ظلال سے نور گیر ہو کر، لوگوں کو دلائل عقلیہ کے ساتھ۔ ان احکام کی توضیح و تبیین فرمایا کریں تاکہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ کا مفہوم پورا ہو۔

حکمت کی تفسیر میں اقوال ائمہ دین کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حکمت کے معنی علم القرآن بتلائے ہیں یعنی ناسخ و منسوخ۔ محکم و متشابہ۔ مقدم و مؤخر۔ حلال و حرام وغیرہ کی شناخت۔ ضحاک نے حکمت کے معنی، قرآن اور فہم قرآن بتلائے۔ مجاہد نے قرآن اور علم اور فقہ بتلائے۔

مجاہد نے دوسری روایت میں حکمت کے معنی قول و فعل کی اصابت بیان کئے ہیں۔

نخعی نے فرمایا کہ حکمت معانی الاشیاء اور فہم معانی کا نام ہے۔

حسن بصری نے فرمایا کہ دین الٰہی میں ورع کا نام حکمت ہے۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ جن آیات میں کتاب کے ساتھ حکمت کا لفظ آتا ہے۔ وہاں حکمت سے مراد سنت نبویہ ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ حق کی شناخت اور عمل بر حق کا نام حکمت ہے۔ اگر ان اقوال میں معنی مشترک کا خیال کیا جائے تو حکمت کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے کو اس کی اصلی جگہ پر رکھا جائے۔

اشیاء پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ جملہ اشیاء کے لیے مقتضیات میں حدود ہیں۔ نباتات ہیں۔ اوقات ہیں۔ جن میں تقدم و تاخر نہیں ہو سکتا۔ لہذا حکمت وہ ہے جس میں ان جملہ جہات کو مرعی رکھا جائے اور حکیم وہ ہے جس کا حکم ان جملہ جہات میں اشیاء عالم و عالم پر نافذ ہوتا ہے۔

حکمت خیر کثیر ہے ــ حکمت بصیرتِ قلب ہے۔ حکمت حقیقتِ فطرت ہے ــ حکمت

غائت خلقت ہے۔ حکیم مطلق ہی کے حکم سے با ایمان قلب ان مراتب کو حاصل کر سکتا ہے۔
اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو قرآن وسنت میں مہارت حاصل کرنی چاہئے۔ علوم و فنون کی طرف راغب ہونا چاہیئے۔ جہالت سے نفرت کرنا چاہیئے۔ اسرار قدرت اور رموز فطرت کے تجسس و تحقیق کا شوق و ذوق ہونا چاہیئے۔

اَلْوَدُوْدُ جل شانہ

وداد کا درجہ محبت سے اعلیٰ ہے۔ وداد کے معنی صفائی محبت ہیں۔ محبت کے لُب اور خلاصہ کا نام وداد ہے۔ وداد محبت کا وہ درجہ ہے جو اخلاص سے حاصل ہوتا ہے اور شائبہ اغراض کا دھوکا جاتا رہتا ہے۔

الف۔ ودود کے معنی مودود بھی ہیں۔ یعنی وہ ذات جس سے محبت کی جائے۔ جس کو نقدِ دل نذر میں پیش کر دیا جائے۔ وہ جس سے محبت شدید کا علاقہ پیدا کیا جاوے۔
وَدُود کے معنی وادّ بھی ہیں۔ یعنی وہ جو ہم سے محبت کرتا ہے۔
امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں ہر دو معانی کے اعتبار سے ودود کا ترجمہ حبیب کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے کہ وہ اپنے بندوں سے خود بھی محبت رکھتا ہے اور بندے بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ محبت کا وجود ہر دو جانب متحقق و مسلّم ہے۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهٗ — "اللہ ان سے محبت کرتا ہے وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں"

سورہ ہُود میں ہے:

اِنَّ رَبِّیْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ — "بیشک تیرا رب تو رحم فرمانے والا، پیار کرنے والا ہے"

سورہ بروج میں ہے:

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ — "وہ تو بیحد بخشنے والا اور کمال محبت کرنیوالا ہے"

سورۂ مریم میں ہے :

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ "رحمٰن اُن کے لئے محبت کو خاص فرما دے گا۔"

ہاں محبتِ ربّی ــــ رحم بنکر بندہ نوازی کرتی ہے۔

ہاں محبتِ سبحانی ــــ غفران بنکر اپنے غلاموں کو خلعت نجات پہناتی ہے۔

ہاں محبت الٰہی رحمت کو محبت کا تاج پہناتی اور بندہ خاک نشین کو تختِ رضوان پر بلند کرتی ہے۔

سیجعل لَهُمُ الرَّحْمٰن پر مکرر غور کرو کہ محبت کی ابتدا ہمارے مالک کی جانب سے ہوتی ہے۔ محبت خود ان بندوں کی بن جاتی ہے۔ محبت کا انتفاع انہی کو حاصل ہوتا ہے۔

عیسائیوں کے پاس ایک فقرہ ہے ــ خدا سراپا محبت ہے ــــ وہ اس فقرہ پر بہت اترایا کرتے ہیں۔ ہاں اللہ کی صفت پرجوش ہونا بھی درست ہے لیکن رب العالمین کا وَدُود ہونا اس سے بڑھ کر ہے۔ ودُود تو مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اول تو وداد کا درجہ محبت سے بڑھکر ہوا۔ پھر رب العالمین نے اس صیغہ کے انتہائی اسم کو اپنے لئے پسند فرمایا، اور پھر وُدّ اور سراپا محبت کو بندوں ہی کے لیے خاص فرما دیا۔

محبت کسے کہتے ہیں !

(۱) دلِ سالم کی میل دائم کا نام محبت ہے۔

(۲) محبوب پر تمام پیاری چیزوں کے نثار کا نام محبت ہے۔

(۳) حاضر و غائب میں محبوب کی موافقت کا نام محبت ہے۔

(۴) اپنی گمشدگی میں اثباتِ محبوب کا نام محبت ہے۔

(۵) مرادِ محبوب پر ایثارِ قلب کا نام محبت ہے۔

(۶) التزام طاعت اور مفارقت مخالفت کا نام محبت ہے۔

(۷) نفی دعوے کا نام محبت ہے۔

(۸) ہر چیز کو محبوب کے لئے خاص کر دینے کا نام محبت ہے۔

(۹) التزام تقصیر خدمت کے لزوم کا نام محبت ہے۔

(۱۰) غیرت کا نام محبت ہے۔

(۱۱) ترکِ آرام کا نام محبت ہے۔

(۱۲) نفیٔ خواہشات کا نام محبت ہے۔

(۱۳) خلوص ارادت اور صدق طلب کا نام محبت ہے۔

(۱۴) محبت خمار ہے اور اس خمار کا مداوا دیدارِ یار ہے۔

(۱۵) جاں نثاری کا نام محبت ہے۔

(۱۶) محبت وہ سفر ہے جو خودی سے محبوب کی جانب کیا جاتا ہے۔

(۱۷) محبت وہ ہے کہ جفا و عطا کا اثر اسے کم و بیش نہیں کر سکتا۔

(۱۸) محبت وہ ہے کہ شکوہ کو زبان پر — اعتراض کو دل میں نقص کو آنکھ میں آنے کی اجازت نہ دے۔

(۱۹) محبت عبودیت ہے۔ محبت غلامی ہے۔ محبت خود فراموشی ہے۔ محبت خود اپنے ساتھ عداوت ہے۔

(۲۰) محبت وہ ہے جس کی ذلت عزت سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

(۲۱) محبت وہ ہے جس کی عزت ہر ایک ذلت سے لاپرواہ کر دیتی ہے۔

(۲۲) محبت وہ ہے جہاں عزت و ذلت کے الفاظ کا استعمال ہی مفقود ہو جاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَ حُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنَا اِلٰى حُبِّكَ۔

"الٰہی ہم کو اپنی محبت عطا کر اور جو کوئی تجھ سے محبت رکھتا ہے اس کی بھی محبت عطا کر اور اس عمل کی بھی محبت دے جو ہم کو تجھ سے قریب بنا دے۔"

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اہل اللہ سے مودت پیدا کریں۔ باہمی محبت کو ترقی دیں۔ محبت نفسانی و شہوانی کو پامال کر کے محبت روحانی و ایمانی کی افزود میں ساعی رہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ؕ

"قیامت کے دن سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے ان کے سوا جن کی محبت کی بنیاد للہیت پر ہوگی"

۴۱
اَلْمَجِیْدُ جلّ شانہٗ

مَجْد ۔ پایۂ بلند ۔ مرتبت عالی ۔ شرفِ واسع ۔ شرفِ نسب اور شرفِ افعال کا مجموعہ ہے ۔
مَجِیْدٌ وہ ہے جس میں صفاتِ بالا پائی جائیں ۔
مَجِیْد وہ ہے جس میں مجدِ نفسی ، شرفِ ذاتی ۔ سلامتِ افعال ۔ کرامتِ افضال ۔ جزالت عطا اور کثرتِ نوال پائی جائے ۔

قرآن پاک میں یہ اسم یا تو اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے : سورۂ ہود میں ہے ۔

اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ — " بیشک وہ تو حمد والا مجد والا ہے "

یا قرآن پاک کے لئے :

بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ (بروج) — " وہ تو قرآن ہے بلند شان والا "

قٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ (ق) — " قسم ہے قرآن کی جو مرتبت عالی والا ہے "

یا عرش عظیم کے لئے :

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِیْدُ — " اللہ تعالیٰ عرش بلند و عالی و اشرف کا مالک ہے "

بیشک عرشِ اعظم اور کتابِ اکرم میں جو علو مرتبت اور وسعتِ شرافت پائی جاتی ہے وہ دنیا و مافیہا کی بلند پائگی سے قطعاً علیحدہ ہے ۔ برتر ہے اور عالی ہے اور یہ سب اسی مجید کی طرف سے ہے ۔ حدیث میں ہے :

سُبْحَانَ ذِی الْمَجْدِ وَالْکَرَمِ ۔ — " پاک ہے بزرگی اور بخشش والا ۔ پاک
سُبْحَانَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۔ — ہے صاحب بزرگی اور عزت کرنے گا "

مجید کے معانی پر غور کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم پاک اپنے مفہوم میں جلیل وہاب اور کریم کے اسماء کا جامع ہے ۔

۴۲

الشَّهِيدُ جلّ شانہٗ

شہادت۔ آگاہی درست وخبر قاطع وبیان صحیح وگواہی وکشتگی براہِ خدا کو کہتے ہیں۔
مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے شَہِدَ کے معنی حکم وقضا بیان کئے ہیں اور زجاج نے بَیَّنَ بتلاتے ہیں۔ دیگر علماء نے اَعْلَمَ و اَخْبَرَ ظاہر کئے۔ ان اقوال صحیحہ سے واضح ہوگیا کہ شہادت نام ہے حکم اور قضا اور اعلام وبیان واخبار کا لہٰذا اللہ تعالیٰ کا اسم پاک "الشّہید" درست ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا	"گواہی دی اللہ نے یہ کہ اس کے سوا کوئی
هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ	معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے بھی
قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	انصاف کے ساتھ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (آل عمران)	غالب ہے حکمت والا"

دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے متعلق خود شہادت دی۔ جس سے رب العالمین کی وحدانیت اور قیام بالقسط واضح ہوگیا۔ اس کلام پاک سے علم الٰہی تکلم سبحانی۔ اعلام ربانی۔ اخبار غیبی کے مراتب مکمل ہوگئے۔

شہادت علمی کا بیان اس آیت میں ہے:۔

اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ	"مگر جنہوں نے حق کے ساتھ شہادت دی اور
يَعْلَمُوْنَ۔	وہ علم بھی رکھتے ہیں"

شہادت تکلم وخبر کا بیان اس آیت میں ہے:۔

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ	"کہدے کہ اپنے گواہوں کو لے آؤ جو یہ شہادت
يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا	دیں کہ ان چیزوں کو اللہ نے حرام کر دیا ہے
فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ	وہ اگر کہہ بھی دیں تو آپ پھر بھی ایسا نہ کہیں"۔

شہادت اعلام کا ذکر اس آیت میں ہے۔ جس میں بندہ کا خود اپنی بابت بیان کرنا بھی شہادت بتلایا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْمُوْا	" ایمان والو! انصاف کے ساتھ قیام کرو
بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ	اللہ کے گواہ بنے رہو۔ خواہ تمہاری شہادت
عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ	خود تمہارے برخلاف ہو۔"

دوسری آیت:

وَشَھِدُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ	"اُنہوں نے خود اپنی بابت کہدیا۔ کہ وہ
اَنَّھُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ	کافر ہیں۔"

ہمارا مطلب یہ ہے کہ اعلام و اخبار کو شہادت کہتے ہیں۔ اگرچہ خبر دہندہ نے لفظ شہادت کا استعمال نہ بھی کیا ہو۔ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے۔

شَھِدَ عِنْدِیْ رِجَالٌ مَّرْضِیُّوْنَ	" مجھ سے نہایت پسندیدہ رجال نے ظاہر
وَاَرْضَاھُمْ عِنْدِیْ عُمَرُ اَنَّ	کیا ہے اور اُن سب میں پسندیدہ تر عمر
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ	رضی اللہ عنہ تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
سَلَّمَ نَھٰی عَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ	نے نماز صبح کے بعد طلوع شمس تک، اور
الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ	نماز عصر کے بعد غروب شمس تک نماز سے
وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغْرُبَ الشَّمْسُ	منع فرمایا ہے۔"

اِن سندات کے بعد معلوم ہو جاویگا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک "الشَّھِیْد" اس لئے ہے کہ شہود اُسی کو حاصل ہے اور اس لحاظ سے شہید بمعنی حاضر و ناظر ہے۔

اللہ تعالیٰ شہید ہے کہ اس نے علوم معرفت اور اسرار حقیقت کا اعلام فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ شہید ہے۔ عالم کی کوئی شے۔ کوئی سکون، کوئی حرکت اس کی شہادت سے باہر نہیں۔

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ	" اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے"

معنی شہادت کو ذہن نشین کرنے کے لئے سورۂ یوسف کی ان آیات کو بھی زیر غور لاؤ:

شَھِدَ شَاھِدٌ مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ	" اس کے کنبہ کے ایک گواہ نے شہادت دی
کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ	کہ اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تب وہ سچی
وَھُوَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ	اور وہ جھوٹا، اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا
قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَھُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ	ہے تب وہ جھوٹی اور وہ سچا۔"

یہ شخص جسے شاہد بتلایا گیا ہے، اپنا چشم دید کچھ نہیں بتلاتا بلکہ استدلال سے واقعہ کے اثبات و نفی پر روشنی ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام اس لئے بھی شہید ہے کہ جملہ اختیارِ علمیہ پر وہ استدلال کرنا سکھلاتا — اور بصائر کو پیش کرتا ہے۔

اِس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالےٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر اپنے قلب کی نگرانی کریں — (ب) اِن لوگوں کو لازم ہے کہ بیانِ توحید میں اپنی زبان کو جاری اور قلم کو روان کریں۔

(ج) اِن لوگوں کو واجب ہے کہ جھوٹی شہادت سے بچیں۔ آجکل جوڈیشنل عدالتوں میں اکثر گواہ ایسے پیش ہوتے ہیں جو فرائضِ شہادت سے لاابالی ہوتے ہیں جو کسی فریق کی اعانت و رعایت یا کسی فریق سے نفرت و عداوت کی وجہ سے شہادت دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکبر الکبائر (کبیرہ گناہوں میں بھی سخت تر کبیرہ) چار چیزوں کو بتایا ہے:

اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ "اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنانا۔"

عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ "ماں باپ کی نافرمانی کرنا"

شَهَادَةُ الزُّوْرِ "جھوٹی شہادت دینا"

قَوْلُ الزُّوْرِ "جھوٹی بات بتانا"

راوی کہتا ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی تھی تب حضور لیٹے ہوئے تھے بعد ازاں حضور بیٹھ گئے اور ان الفاظ کو بار بار دُہرانا شروع کیا — وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ وَقَوْلَ الزُّوْرِ۔ حضور نے اسے اتنی بار دُہرایا کہ صحابہ اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش حضور خاموش ہو جائیں (لَيْتَهٗ سَكَتَ)

۴۳
الحق جل شانہ

میں نے قرآن مجید کی آیات کا تتبع کیا تو یہ لفظ قرآن مجید میں ۲۴۷ بار مستعمل ہوا ہے۔ اس لفظ کا اس کثرت سے استعمال بتلاتا ہے کہ قرآن مجید کا مقصود اعظم حق ہی کی معرفت دینا — حق

پھیلانا۔ حق بولنا۔ حق سکھلانا ہے۔ یعنی کلام اللہ سراپا حق ہے اور منجانب حق ہے۔ حق کو لے کر آیا ہے حق اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ لغت میں حق کے معنی متعدد ہیں :

(۱) راستی و راست بازی ان معنی میں ہے :

قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ — "اپنے رب کیطرف سے حق کہو"

إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ — "اللہ کا وعدہ سچا ہے"۔

(۲) کسی کام کا لازم الوقوع ہونا :

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ (سورہ اعراف ع ۱) — "اس روز اعمال کا وزن ہونا ضروری ہے"

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ (سورہ نبا ع ۱) — "یہ دن ضرور آنے والا ہے"

(۳) کسی شخص کا معین حصہ و بہرہ

وَفِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (ذاریات ۱۰) — "ان کے زر و مال میں سوالی اور محروم کا حصہ ہے"

(۴) ثابت و لزوم ہونا :

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ (احقاف۔۲) — "یہ وہ ہیں جن پر خدا کا فرمان ثابت ہو گیا"

(۵) عدل و انصاف :

هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ (جاثیہ ع ۳) — "ہماری یہ کتاب تم پر ٹھیک ٹھیک بتلا رہی ہے"

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ (سورہ ص ع ۳) — "ہمارے درمیان انصاف سے فیصلہ فرما دے"۔

(۶) اکمال و اتمام :

اَلْاٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ (بقرہ ع ۸) — "اب تم نے پورا پورا بتلا دیا"

قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ (نساء ع ۲۴) — "رسول تمہارے پاس حق لے کر آیا ہے"

(۷) اصلیت :

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (سورہ زمر ع ۱) — "آسمانوں اور زمین کو سچ مچ پیدا کیا ہے"

(۸) صداقت :

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (نساء ۔ ع ۱۷)	"کتاب کو تجھ پر صداقت کے ساتھ نازل کیا ہے"

(۹) رُشد وہدایت :

يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ (احقاف)	"حق سیدھی راہ کیطرف لے جانے والی ہے"
وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ (اسرائیل ع ۱۱)	"ہم نے اسے حق کے ساتھ نازل کیا، اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوئی"

جب لفظ حق کے اتنے معنی ہوئے تو یقین کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک اَلْحَقّ، ان جملہ معانی کے لحاظ سے منفرداً مجتمعاً حیثیت سے بالکل درست ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ دین الحق کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ دعوت الی الحق اس کے واسطے ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی جانب سے بشارت حقہ ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے اور فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی کتاب سراپا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے رسُول حق پہنچایا کرتے۔ حق بتایا کرتے۔ حق دکھلایا کرتے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حق کو نازل کرتا اور باطل کو مٹاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کی خلقت اور صنعت میں بطلان نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے حقوق کو قائم کیا۔ جس نے اہل حق کا حق ادا کرنا فرض ٹھہرایا۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے حضور میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم تہجد کے وقت پڑھا کرتے تھے

وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ	"اور تیرے لئے صفت ہے تو سچ ہے اور وعدہ تیرا سچا ہے اور دیدار تیرا سچا ہے اور بات تیری سچی ہے اور بہشت سچ ہے اور آگ سچ ہے اور نبی تمام سچ ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ ہیں اور قیامت سچ ہے"

ان حقائق پر یقین کرو۔ حقائق کو تلاش کرو۔ حق کے پیچھے لگ چلو۔ حق مانگو اور حق ہی پکارو۔
ایک مجمع میں منصور حلاج کا ذکر تھا۔ اہلِ مجلس سب صوفی مشرب تھے۔ میں نے کہا کہ منصور تصوف کا بھی مجرم تھا۔ سب نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کس طرح؟ میں نے کہا کہ منصور کیا کہتا تھا۔ سب نے بتلایا کہ وہ "انا الحق" کہتا تھا۔ میں نے کہا کہ یہی تو جرم کی بات تھی۔ انا کہتا ہے تو انانیت موجود ہے اگر انانیت کو کھو دیتا اور انا کو کاٹ دیتا اور صرف حق حق پکارتا۔ تو اس کا پکارنا حق ہوتا — وَ کَذٰلِکَ قَالَ لِی ابی رحمۃ اللہ علیہ

یہ یاد رکھو کہ حقانیت اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ مقدس کو حاصل ہے۔ اس سے نورِ حقانیت جلوہ ریز ہوتا ہے۔ من بعد اس کی ذاتِ پاک سے جن جن اشخاص۔ جن جن اشیا کو نسبتِ صحیحہ حاصل ہے۔ ان کو حقانیت حاصل ہے۔ کتاب، رسول، قرآن، شریعت، وعدہ، میزان، قیامت وغیرہ سب حق ہیں۔ کیونکہ حق نے ان کو حق بنایا ہے اور حق کے ساتھ ان کا ظہور ہوا ہے۔ اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو باطل سے گریز کرنا چاہیے۔ یا طل کا بطلان ضروری ہے۔ اے اہلِ ایمان! حق وہیں سے ملے گا جو خود حق ہے۔ قرآن حمید اور رسولِ پاک کے سوا حق اور کہاں؟

لوگ مشرق و مغرب میں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں مگر دربارِ مصطفوی کے سوا حق اور جگہ نہ ملے گا۔ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ — اور میں (بھی) سچ کہتا ہوں۔

۴۴ اَلْوَکِیْلُ جل شانہ

وُکُل سے ہے۔ وَکَلَۃَ الدَّابَّۃ جانور تھک کر چلنے سے رہ گیا۔
وَکُل: وہ انسان جو اپنا کام خود سر انجام دینے سے عاجز ہو۔
وَکالت: اپنا کام دوسرے کے سپرد کرنا۔
وکیل بروزن فَعِیْل ہے۔ اس وزن کے الفاظ بمعنی مفعول بھی آتے ہیں اور بمعنی فاعل بھی۔ جب انسان کسی دوسرے پر اعتماد و وثوق کرتا ہے۔ تب اسے وکیل کہتے ہیں — یعنی موکول اللہ۔

اللہ تعالیٰ کا نام بمعنی فاعل ہے جس سے مراد حافظ ہے۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل میں یہی معنی ملحوظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ وَکِیْل ہے کہ جملہ امور میں درستی واصلاح اسی سے ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ وَکِیْل ہے کہ نظامِ عالم کا اعتماد اُسی کی ذاتِ مقدس پر ہے۔

اللہ تعالیٰ وَکِیْل ہے کہ عاجز نوازی۔ بندہ پروری اسی کی شان ہے۔

موجودات کے جملہ امور کا سرانجام اسی کے قبضہ میں ہے۔ زمامِ اختیار اُسی کے ہاتھ میں، رب العزت کے کلام کو سنو:۔ اپنے نبی سے وکالت کی نفی فرماتا:

مَا اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْہِمْ وَکِیْلًا (اسرائیل ۶) "ہم نے تجھے ان پر داروغہ نہیں بھیجا"

ارشاد فرماتا ہے اور پھر اپنی ذات کے لئے اس وکالت کا اثبات فرماتا ہے:

وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا (اسرائیل ع ۷) "اور کافی ہے پروردگار تیرا کارساز"

اللہ پر اعتماد کرنے والے بھی وہ ہیں۔ جو ایمان میں ترقیات حاصل کرتے۔ انعام پاتے نقصان سے بچے رہتے۔ فضل عظیم کے مستحق بنتے اور رضوان ربانی سے شادکام ہوتے ہیں۔

واضح ہو کہ توکّل بھی اسی مادہ وکل (و۔ک۔ل) سے بنا ہے۔

قرآن واسلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعدد مقامات پر توکل اور اہل توکّل کی مدح فرمائی۔ توکل کی تحریص فرمائی ہے۔

۱۔ سورۂ یونس (۹) میں ہے: فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ "تب اسی پر اعتماد کرو اگر تم مسلم ہو" دیکھو، توکل کو شرطِ اسلام ظاہر فرمایا:

۲۔ سورۂ مُلک[۲] میں ہے اٰمَنَّا بِہٖ وَعَلَیْہِ تَوَکَّلْنَا ہم اسی پر ایمان لائے اور اُسی پر بھروسہ کیا" یہاں توکل کو ایمان کے ساتھ بیان فرمایا۔

۳۔ نوح علیہ السلام سے جب ساری قوم پھر جاتی اور ان کی مخالفت وعداوت کا اظہار کرتی ہے تو وہ فرماتے ہیں:

فَعَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ (یونس ع ۸) "میرا تو اللہ پر اعتماد ہے تم اپنی سب تدبیریں کر لو۔"

۴۔ یعقوب علیہ السلام جب بنیامین کو مصر بھیجنے لگے۔ تب ان کے بھائیوں سے میثاقِ حفاظت لیا اور اِس میثاق کے بعد فرمادیا۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (یوسف۔ ع ۸)

"حکم تو اللہ کا ہے دوسرے کا نہیں۔ میرا اسی پر اعتماد ہے اور متوکل لوگوں کو بھی اسی پر اعتماد کرنا چاہیئے۔"

(۵) سورہ نمل ع ۷ کو دیکھو۔ اللہ تعالیٰ اہل کتاب پر حجت ختم فرماتا ہے۔ قرآن مجید کا ہدایت و رحمت ہونا اور پھر اہل کتاب کے مختلف فیہ مسائل کا فیصلہ اپنے حکم سے ظاہر کر کے ارشاد فرماتا ہے:

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ۔

"اللہ پر اعتماد کرو، بے شک تو حق صریح پر ہے۔"

صحیحین میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ۔

"یا اللہ میں تیرے سامنے سر جھکاتا ہوں، تجھ پر اعتماد کرتا ہوں، تجھ پر ایمان لاتا ہوں، تیری ہی جانب رجوع کرتا ہوں۔ تیری ہی مدد سے جھگڑتا ہوں۔ یا اللہ تیری عزت کی پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ تیرے سوا تو کوئی معبود نہیں مجھے گمراہی سے بچا۔ تو ہی زندہ ہے جسے موت نہیں۔ جن اور انسان تو مریں گے۔"

توکّل

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً فرماتے ہیں کہ توکّل تو عمل قلب ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ توکل اعضا یا زبان کا کام نہیں اور اس کا شمار مدرکات و معلومات میں بھی نہیں بلکہ صرف دل سے ہے۔

سہل تستریؒ فرماتے ہیں۔ توکل کے معنی یہ ہیں کہ "اللہ کے سامنے خود کو مردہ وار بنالے۔

ابن عطاؒ فرماتے ہیں۔ توکل یہ ہے کہ تیرے دل میں اسباب کی جانب میلان نہ پایا جائے۔ خواہ اسباب کی ضرورت کتنی ہی ہو۔

واضح ہو کہ بزرگانِ سلف کے اس بارہ میں اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے ترک اسباب کا نام

توکل رکھا اور بعض نے ترک اعتماد بر اسباب کا نام توکل بتایا۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اعلیٰ مرتبہ یہی ہے کہ اسباب کو ترک نہ کرے مگر اسباب پر اعتماد کو کلیتہً ترک کر دے۔

واضح ہو کہ توکل کی ابتدا صفات ربوبیّت ۔ قدرت ۔ کفایت اور قیومیت کے عرفان سے ہوتی ہے اور توکل کی انتہا علم الٰہی اور مشیت نامتناہی کی معرفت سے حاصل کی جاتی ہے جس توکل کو ان مقامات سے حاصل نہیں کیا گیا۔ وہ اہلِ ضلال کی توکل ہے۔

یاد رکھو کہ توکل کا برتریں درجہ توحید پر منحصر ہے اور توکل کی حقیقت قلب کو جملہ علائق سے علیحدہ کر کے توحید پر جم جانا ہے۔

اسباب کا تعلق جوارح کے ساتھ لگا رہے گا۔ مگر اسباب کا تعلق قلب سے ذرا بھی نہ ہوگا۔ توحید قلب سے توکل ملتی ہے اور توکل سے توحید حاصل ہوتی ہے۔

موحد کی ہی شان ہے جس کے منہ سے نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ الْوَكِيْل زیبا ہے۔

اسم الوکیل سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ تدابیر و اسباب مکاسب و اشتغال سے علیحدہ نہ ہوں۔ مگر قلب کو ان سب سے علیحدہ رہنے کی تعلیم دیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسم الوکیل کا تعلق چند در چند اسماء حسنیٰ سے ہے۔ بیشک اسم الوکیل کو غفار۔ تواب۔ عفو۔ رؤف۔ رحیم۔ فتاح۔ وھاب۔ رزاق و معطی اور معز المذل اور خافض الرافع المانع سے نہایت گہرا تعلق ہے اور امید ہے کہ ان اسماء حسنیٰ پر غور کرنے والا دین و دنیا کی بہتری و بہبودی کا جامع ہوگا۔

۴۵
اَلْقَوِیُّ جل شانہٗ

قوت سے ہے۔ قوت کا استعمال قرآن مجید میں چند مقامات پر آیا ہے:

سورۂ کہف میں ہے کہ جب ذوالقرنین نے تیسرا دورہ جانب شمال کیا تب وہاں کے باشندوں نے یاجوج۔ ماجوج کے لوٹ مار کی شکایت کی تھی اور ذوالقرنین کو خرچ (مصارف) دینے کا اظہار کیا تھا۔ تب ذوالقرنین نے نقدی لینے سے انکار کیا اور یہ کہا: فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ "مجھے کام کرنے والے آدمی درکار ہیں۔

سورہ انفال میں حکم ہے کہ مسلمان اپنی حدود سلطنت پر قوۃ کو موجود رکھیں وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ : تم سے جہاں تک ہو سکتا ہے۔ دشمن کے لئے اپنی قوت اور طاقت کو تیار رکھو۔

صحیح مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سر منبر قوۃ کی تفسیر تیر انگلنی سے فرمائی تھی۔ اب مفسرین قوت کے تحت میں جملہ آلاتِ حرب کو مراد ربانی بتلاتے ہیں۔

سورہ بقرہ و اعراف میں ہے کہ بنی اسرائیل کو شریعت دی گئی تو ان کو حکم دیا گیا تھا کہ خُذُوا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ : جو ہم نے تجھے دیا ہے اُسے قوت سے پکڑ رکھو"۔ استقلال اور عمل مدام کے ساتھ اس شریعت کو پکڑ رکھو۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کی شرح میں ہے کہ نیکی کرنے کی طاقت، اور بدی سے بچنے کی طاقت اللہ تعالیٰ ہی سے ملتی ہے۔ یہ شرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فرمودہ ہے۔

قرآن مجید میں یہ نام اللہ تعالیٰ کے لئے انفال و مومن میں شَدِيْدُ الْعِقَابِ کے ساتھ اور سورہ حدید و شوریٰ و ہود و حج میں اسم اَلْعَزِيْز کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ قوی ہے اور تمام قوتیں اسی سے حاصل ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ قوی ہے اور اُسی نے جملہ مظاہر کو قوت ربانی سے ظہور بخشا ہے۔

اللہ تعالیٰ قوی ہے اُسی کا نام ضعیفوں کے لئے توانائی بخشنے والا ہے۔

دل کو قوتِ ایمان بخشتا ہے۔ رُوح کو قوت عرفان عطا کرتا ہے۔ قویٰ کو قوی بناتا ہے۔ جسم کو مضبوط بناتا ہے۔

اِس اسم سے تخلق کرنے والے کو جملہ قوت ہائے ظاہری و باطنی کی درخواست اُسی — قوی العزیز سے کرنی چاہیئے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ سورۂ ذاریات میں اللہ تعالیٰ کا نام ذُو الْقُوَّةِ بھی آیا ہے۔ اس اسم کے تحت یہ دعا یاد رکھنی چاہیئے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ضَعِيْفٌ فَقَوِّنِيْ فِيْ رِضَاكَ ضُعْفِيْ وَخُذْلِيَ الْخَيْرَ بِنَاصِيَتِيْ وَاجْعَلِ الْاِسْلَامَ	"یا اللہ میں ضعیف و کمزور ہوں۔ میری کمزوری کو اپنی خوشنودی سے قوت والی بنا دے میرے لئے بہبودی کو خاص کر دے اور

مُنْتَهٰى رِضَانِيْ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ضَعِيْفٌ فَقَوِّنِيْ وَاِنِّيْ ذَلِيْلٌ فَاَعِزَّنِيْ وَاِنِّيْ فَقِيْرٌ فَارْزُقْنِيْ ۔	اسلام کو میرے لئے سب سے بڑی آرزو بنا دے۔ یا اللہ میں ضعیف ہوں مجھے قوت دے۔ میں ذلیل ہوں، مجھے عزت دے، میں فقیر ہوں مجھے رزق دے۔"

۴۶
اَلْمَتِیْنُ جل شانہ

مَتُنَ مَتَانَةً۔ صَلُبَ وَاشْتَدَّ وَقَوِیَ۔ فاعل کے معنی میں مَتِیْن اور مُتُنْ آتے ہیں۔

اسم پاک ہونے میں متین کے معنی یہ ہیں:۔ وہ ذاتِ قوی جسے اپنے افعال میں مشقت و کلفت اور تعب لاحق نہیں ہوتی۔ قوی اور متین میں تھوڑا سا فرق ہے۔ قدرت میں بالغ و تام کو قوی کہتے ہیں، اور قدرت میں مضبوط و شدید کو متین بولتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے: فقام ممتنا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوری طاقت و استقامت سے قیام فرمایا۔

قرآن مجید میں یہ اسم ایک ہی جگہ سورہ ذاریات میں آیا ہے اور اس کا استعمال ذوالقوۃ کے ساتھ ہوا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۔	" اللہ ہی ہے جو بہت رزق رساں قوت والا۔ طاقت والا ہے۔"

اللہ ہی ہے جو تمام مخلوق کو رزق رسانی فرماتا ہے۔ وہی ان تھک طاقتوں والا۔ وہی لامحدود قوتوں والا ہے۔

متین اللہ تعالے کا اسم اس لئے بھی ہے کہ وہ مستقل بالذات ہے۔ قائم بذاتِ خود ہے۔ کسی دوسری طاقت کا محتاج نہیں۔

بیشک اللہ تعالے متین ہے۔ ہر ایک استحکام اور شدت و قوت کا انضباط اسی کے حکم سے ہے۔

اِس اسمِ پاک سے تخلق کرنے والوں کو عقائد میں پختگی۔ اعمال میں مواظبت حاصل کرنی چاہیئے اور باوجود ہر قسم کی طاقت وحکومت وغیرہ کے اللہ تعالےٰ کے حضور میں خود کو خاضع و خاشع اور ذلیل وخوار رکھنا چاہیئے۔

۴۷
اَلْوَلِیُّ جلّ شانہٗ

وِلاؔ سے ہے۔ ولاؔ کے معنی محبّت۔ صداقت۔ قرب۔ قرابت اور مِلک ہیں ؛
وَلِیَ یَلِی وَلْیًا اُس سے قرب ہُوا۔ یا اس کا پیرو ہُوا۔
وَلِیَ وِلَایَۃً وَ وَلَایَۃً — اس پر قیام کیا۔ اس کا مالک ہوا۔ اس کی مدد کی۔
آیاتِ ذیل پر غور کرو

(۱) فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّہٗ بِالْعَدْلِ (سورہ بقرہ ع ۱۹) "نابالغ کا ولی اُس کی طرف سے انصاف کے ساتھ نوشت لکھ دے"

(۲) فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطَانًا (سورہ بنی اسرائیل ع ۴) "مقتول کے ولی کو ہم قاتل پر قابو دیتے ہیں"

ہر دو آیات بالا میں ولی بمعنی قرابتی مستعمل ہوا۔

(۳) کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۔ (فصلت ع ۴) "دشمن سے ساتھ نیک سلوک کرو گے تو وہ بھی گرمجوش دوست ہو جاویگا"

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَھُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (شوریٰ) "ظالموں کی مدد، حمایت کوئی نہ کریگا۔"

(۵) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ فَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ (شوریٰ ع ۱) "کیا لوگ اوروں کو اللہ کے سوا اولیا پکڑ رہے ہیں۔ ولی تو صرف اللہ تعالیٰ ہے"

اللہ تعالےٰ کی ولا وولایت کے متعلق مندرجہ ذیل آیات پر غور کرو :

(۱) اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ "اللہ تو ایمان والوں سے محبّت کرنے والا ہے۔"

(۲) اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران ع) — " اللہ تو مومنوں کا ولی ہے "

(۳) اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (جاثیہ ع ۲) — " اللہ تقویٰ والوں کا ولی ہے "

(۴) مَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ (سورۂ سجدہ ع ۱) — " اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی نہیں "

(۵) هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ (سورۂ کہف ع ۵) — " پس تمام قدرت و طاقت اللہ ہی کے واسطے ہے جو معبود برحق ہے "

(۶) اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ - (اعراف ع ۲) — " میرا ولی تو اللہ ہے جس نے قرآن کو نازل فرمایا "

(۷) اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (سورۂ یوسف ع ۱۱) — " اے رب دنیا میں بھی تو ہی میرا رب ہے۔ اور آخرت میں بھی تو ہی میرا ولی ہے "

(۸) مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ - (عنکبوت ع ۴) — " جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو اولیا بنا لیتے ہیں انکی مثال اس مکڑی کی سی ہے جو گھر بنا لیا کرتی ہے اور سب گھروں سے زیادہ بودا، کمزور گھر تو مکڑی ہی کا گھر ہوتا ہے "

(۹) اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ - اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ — " یاد رکھو کہ اللہ سے محبت کرنے والوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ان کا دل غمناک ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور تقویٰ کیا کرتے ہیں "

بیشک اللہ تعالےٰ ہی ولی ہے اور بندوں کے سب کاموں کی تولیت اسی کو حاصل ہے۔

بیشک اللہ تعالےٰ ہی ولی ہے اور اس کی ولایت بندہ کو ایمان اور تقویٰ اور عبودیت سے حاصل ہوتی ہے۔

بیشک اللہ تعالےٰ ہی ولی ہے اور اسی کی وِلا و محبت کا نتیجہ ہے کہ اس نے گمراہوں کی ہدایت کے لئے قرآن نازل کیا ہے۔

بیشک اللہ تعالےٰ ہی ولی ہے اور اسی کی صداقت اور محبت حاصل کرنے سے اللہ کے

بندوں کو بھی اولیاء اللہ کا خطاب مل جاتا ہے۔ یہ وہ برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جو ایمان اور تقویٰ میں درجہ بلند رکھتے ہیں۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہے۔ تدبیر و قدرت والا ہے۔ تصرف اور ملکیت والا ہے۔

واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ کا نام مولیٰ بھی اس آیت میں ہے:

وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔ (تحریم ع ۱) "تمہارا مولیٰ تو اللہ ہے جو علم والا حکمت والا ہے۔"

مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ (یونس و انعام) "اُن کا سچا آقا تو اللہ ہی ہے"

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود کو اللہ ہی کی ملکیت اور غلامی میں داخل کریں اور اللہ ہی کو اپنا کارساز سمجھیں اور اللہ ہی کی محبت کو کامل صداقت کے ساتھ دل میں قائم کریں۔ اُسے چھوڑ کر ادھر اُدھر نہ بھٹکیں۔ سینہ میں دل ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کو ایک ہی کی نذر کر دیں۔ جو وَاحِدُ الصَّمَدْ ہے، جو اَللّٰہ ہے۔ اس اسم کے متعلق یہ دُعا یاد رکھنی چاہیئے۔

يَا وَلِيَّ الْاِسْلَامِ وَاَهْلِهٖ ثَبِّتْنِيْ حَتّٰى اَلْقَاكَ۔ "اے مالک اسلام کے اور اسلام والوں کے، مجھے اسلام پر قائم رکھیو یہاں تک کہ میں تیرے سامنے حاضر ہو جاؤں"

۴۸
اَلْحَمِيْدُ جل شانہٗ

حمد سے ہے اور فعیل بمعنی فاعل ہے۔

واضح ہو کہ تین الفاظ ہیں جو متقارب المعنی ہیں۔ مدح۔ شکر اور حمد

مدح بہت ہی عام ہے۔ حتیٰ کہ نباتات اور جمادات کی تعریف پر بھی لفظ مدح کا اطلاق کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہنا کہ "یہ الماس نہایت قیمتی ہے"۔ الماس کے لئے مدح تو ہے مگر شکر یا حمد نہیں۔

مدح کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ مدح میں جو صفت بیان کی جاتی ہے اس صفت کا ممدوح میں فی الواقع ہونا ضروری نہیں۔ شعراء زمانہ جو قصائد امراء و حکام کی تعریف میں لکھتے ہیں، اُن کو

اسی لئے مدح کہا جاتا ہے۔

مدح کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ مدح قبل از نعمت ہوتی ہے اور ہوسکتی ہے مگر شکر بعد از نعمت ہوگا۔

اب شکر کو لیجئے۔ یہ مدح سے خاص تر ہے۔ یعنی صرف محسن و منعم کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوگا۔ غیر ذوی العقول کے لئے نہ ہوگا۔ نیز عطاء نعمت اور بذل احسان کے بعد ہوگا۔ قبل نہ ہوگا۔

اب حمد کو لیجئے۔ وہ مدح اور شکر کے معانی کا جامع بھی ہے اور اُن سے کچھ زائد معانی بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔ لفظ حمد تو جملہ صفات جمالیہ کا جامع ہے۔ وہ ہر ایک وصف کو، جو قدرت و حکومت۔ الہیت و عظمت پر حاوی ہے۔ اپنے اندر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس دعا پر غور کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ	"یا اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں اس لئے
الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ یَا حَنَّانُ	کہ تیرے ہی لئے سب صفتیں ہیں تو ہی
یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوٰتِ	معبود ہے اے احسان کرنے والے
وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ	اے احسان کرنے والے۔ اے پیدا کرنے
یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔	والے آسمان زمین والے اے صاحب
	بزرگی اور عزت کے اے زندہ اے قائم"

غور کرو کہ پہلے اللہ تعالےٰ کو حمد کا مالک اور اسی کی تفصیل میں الوہیت۔ حنانت منّت ابداع۔ جلال و اکرام اور حیات و قیام کا ذکر فرمایا۔ اس سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ حمد کس قدر جامع لفظ ہے۔ سورۂ فاتحہ میں ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عام۔ رحمت کاملہ اور رحم تام اور ملکیت دوام کا ذکر فرمایا اور تب اس کا حمد کے ساتھ مختص و مالک ہونا ظاہر کیا۔

حدیث شریف میں ہے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ نِصْفُ الْاِیْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ یَمْلَأُهٗ۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے سے میزانِ عمل آدھی بھر جاتی ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا کہنا اس کے

پلڑے کو پورا بھر دیتا ہے۔

توصیف کے دو ہی پہلو ہوتے ہیں: منفی اور مثبت۔ سُبْحَانَ اللّٰہ کہنا منفی صفت ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالٰے جملہ عیوب و نقائص اور ارجاس و ادناس سے پاک ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا مثبت صفت ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ صفوت جمال اور محامد کمال اور محاسن جلال کا مالک ہے۔

اب قرآن مجید میں استعمال حمد کی آیات پر غور کرو:

(۱) فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ لَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (سورۃ جاثیہ ع ۴)

"اللہ کے لئے حمد ہے جو آسمانوں کا رب ہے جو زمین کا رب ہے جو سب عالموں کا رب ہے۔ آسمانوں اور زمین میں کبریائی اسی کے لئے ہے۔ وہی ہے کہ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی۔"

غور کرو کہ اللہ تعالٰے کی ربوبیت کو بیان کیا اور ربوبیت کی وسعت کی وضاحت کی — اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا ذکر کیا، اور اس کبریائی کے موطن بتلائے۔ پھر اللہ تعالٰے کی عزت و حکمت کا بیان فرمایا، اور ان صفات کے بعد اُس کی ذات کے لئے حمد کا اختصاص واضح کیا۔

(۲) وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

"آسمانوں میں اور زمین میں عشا کو اور ظہر کو حمد اسی کی ہوتی ہے۔ وہی ہے جو مُردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے۔ وہی ہے جو زمین مردہ کو زندگی بخشتا ہے"

غور کرو کہ تبدیلیٔ اوقات اور تبدیلیٔ حالات اور تقلب مخلوقات کی صفات پر حمد کو مبنی فرمایا ہے:

(۳) وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَ الْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

"وہی ہے جو اللہ ہے اور کوئی معبود نہیں معبود تو وہی ہے۔ ازل و ابد میں حمد اور حکم اسی کو حاصل ہے اور سب نے اُسی کے سامنے حاضر ہونا ہے۔"

زمانہ کی اولیت و اخرویت پر حمد کو حاوی فرمایا اور الوہیت کے اختصاص سے حمد کی

خصوصیت کا اظہار کیا۔ ان سب معانی کو پیشِ نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کا حمید، مالک الحمد ہونا معلوم کرو۔ اب یہ بھی یاد رکھو کہ حمد کو اسلام کے ساتھ بھی ایک عجیب خصوصیت ہے۔

۱۔ کتاب کا آغاز حمد سے ہوتا ہے:

۲۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام محمد اور احمد ہے اور دونوں اسم پاک کا اشتقاق حمد سے ہے۔

محمد وہ ہے جس کی حمد و ثنا مخلوق نے تمام مخلوق سے بڑھ کر کی ہو۔

احمد وہ ہے جس نے رب العالمین کی حمد و ثنا تمام مخلوق سے افضل تر اور افزوں تر کی ہو۔

ترا محمد و احمد زمین خواند و زمان! ۔۔۔ حمید باشد و محمود ذات سبحانی

فزوں تر از تو کسے را نہ حمد گفت جہاں ۔۔۔ نہ بر تر از تو کسے گفت حمد یزدانی

تو آفتابی و از حمد سر بر آوردہ

تو ماہ و بر فلک مجد نور افشانی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام شفاعت کا نام "مقام محمود" ہے اور حضور کے اُس نشانِ محمدی کا نام جس کی تحت میں سیدنا آدم اور ان کے جملہ فرزندانِ مکرم یعنی انبیاء و رُسل ہوں گے "لِوَاءُ الْحَمد" ہے۔

حضور کی اُمت کو میدانِ محشر میں "حَمَّادُوْنَ" کہکر پکارا جاوے گا۔ حضور کی نساء اُمت کو "حمادیات" کا لقب دیا گیا۔ جو شرم و حیا سے نگاہ نیچی رکھتی ہیں۔ جن کی آنکھ غیر کو دیکھنا پسند نہیں کرتی۔

اب اسم حمید کے استعمال کی حالت دیکھو کہ قرآن مجید میں کن کن اسماء حسنیٰ کیساتھ مستعمل ہوا ہے:

(۱) اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (ھود ع ۷) ۔۔۔ "وہ تو حمد والا مجد والا ہے۔"

(۲) تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ (سورۂ شوریٰ ع ۳) ۔۔۔ "یہ تو حکمت والے۔ حمد والے کا اتارا ہوا ہے۔"

(۳) وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ (شوریٰ ع ۳) ۔۔۔ "وہ تو ولا کرنے والا۔ حمد والا ہے"

(۴) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ (بقرہ) ۔۔۔ "جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہے"

یہ اقتران بتلاتا ہے کہ مجد و حکمت اور عناؤ ولایت کے احکام اسم حمید میں داخل ہیں ہاں اللہ تعالےٰ ہی جملہ ستودگی ہا کا مالک ہے۔ جملہ محامد کا مالک ہے۔ اہلِ ایمان کو اُسی کی تحمید و تمجید و تہلیل و تکبیر سے خانۂ دل کو آباد و شاد رکھنا چاہیئے۔

اور اِس اسم سے تخلق کرنے والوں کو محمود الافعال اور محمود الصفات بننے کی سعی کرنا چاہیئے

نبی صلے اللہ علیہ وسلّم کی دعا تہجّد میں ہے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ وَاَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُکَ الْحَقُّ۔

"اے اللہ اے ہمارے رب حمد ترے ہی لئے ہے۔ آسمانوں اور زمین اور سب کا جو ان کے اندر ہیں قائم رکھنے والا تو ہی ہے۔ ہاں تیرے ہی لئے حمد ہے آسمانوں اور زمین اور ان میں کی سب چیزوں کا نور تو ہی ہے۔ ہاں تیرے ہی لئے حمد ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی سب اشیا کا بادشاہ تو ہی ہے۔ حمد کا مالک تو ہی ہے۔ تو ہی حق ہے اور تیرا فرمودہ بھی حق ہے"

۴۹
اَلْحَیُّ جلّ شانہٗ

حیات سے حیّ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام اَلْحَیّ اس لئے ہے کہ وہ لوازم حیات۔ علم و قدرت سمع و بصر اور ارادت و کلام والا ہے۔ وہ حیات ذاتیہ کا مالک ہے۔ اُسی نے ان کمالات کا مظاہر عالم ظہور میں دکھلایا ہے۔

۵۰

اَلْقَیُّوْمُ جلّ شانہٗ

قیام سے ہے۔ اللہ تعالےٰ کا نام القیّوم اس لئے ہے کہ وہ بذاتِ خود قائم ہے۔ اس کا قیام کسی دُوسری شے پر منحصر نہیں۔ دیومیتِ ذات اسی کو حاصل ہے اور قیام ذات کی عزت کا وہی مالک ہے۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں اِسم حی صرف ایک جگہ اکیلا آیا ہے:

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ۔ (سورہ مومن ع ۷) "وہی ہے جو زندہ ہے اس کے سوا معبود کبھی کوئی نہیں۔ تم اسی کو پورے خلوص کے ساتھ پکارا کرو"

باقی تین مقامات پر اَلْحَیُّ الْقَیُّوم مجتمعاً آیا ہے:

۱۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (آیۃ الکرسی بقرہ ع) "اللہ ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی تو زندہ و توانا ہے"

۲۔ (ایضاً) (آل عمران ع ۱) (ایضاً)

۳۔ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ (طٰہٰ ع ۱۲) "زندہ و توانا اللہ کے سامنے سب چہرے جُھک جائیں گے۔"

اَلْحَیُّ جب کہ علمِ باری تعالےٰ ہے تو اس کے معنی ہیں۔ باقی علی الآبد۔ دائم بلا زوال، جو ہمیشہ سے موجود اور ہمیشہ سے صفتِ حیات سے موصوف ہے۔ نہ کبھی عدم اس کے سابق حال ہوا، اور نہ کبھی موت اس کے لاحق حال ہوگی۔ دیگر مخلوقات کے لئے کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کا فرمان رواں ہے۔

اَلْقَیُّوْمُ کے معنی مجاہد نے "ہر شے پر قائم" بتلاتے ہیں۔ وہ قائم ہے دائم ہے، موجود ہے۔ لازوال ہے غیر متغیر ہے۔

ترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور کو کچھ پریشانی لاحق ہوتی تو پڑھا کرتے: یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ۔

ایک بار سیدہ زہرا علیہا السلام کو حضورؐ نے یہ پڑھنے کو فرمایا تھا:

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ وَلَاتَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ (ابو داؤد کی حدیث)

"اے زندہ رہنے۔ اے قائم رہنے والے میں تیری رحمت کا فریادی ہوں۔ مجھے میرے نفس پر ایک چشم زدن کے لئے بھی مت چھوڑنا۔

جامع الاصول میں بحوالہ رزین ابوہریرہؓ سے یہ روایت مرفوعاً ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے:

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ یَاحَیُّ حِیْنَ لَاحَیَّ یَامُحْیِیْ یَامُمِیْتُ یَاذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔

"اے زندہ و توانا جب کوئی بھی زندہ نہ رہے گا اس وقت بھی تو ہی زندہ ہوگا، اور اے انعام والے"۔

۵۱
اَلْوَاحِدُ جل شانہٗ

وَحْدَتْ، یگانگی۔ اس کا فعل باب سَمِعَ یَسْمَعُ سے آتا ہے۔ وَاحِدٌ۔ وَحَادَۃً۔ وَحُوْدَۃً۔ وَحُوْدًا۔ وَحْدًا و وَحْدَۃً۔

وحید اس کا فعیل ہے۔ جس کے معنی یگانہ ہیں۔

توحید اس کا تفعیل ہے۔ جس کے معنی یگانہ گردانیدن ہیں۔

تَوَحُّدْ اس کا تفعل ہے جس کے معنی یگانہ شدن ہیں۔

قرآن پاک میں لفظ واحد بطور اسم پاک اکیس مقامات پر آیا ہے اور غور کے بعد واضح ہوجاتا ہے کہ اس کا اقتران یا تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ساتھ ہوا ہے یا قَھَّارٌ کے ساتھ۔

یعنی لفظ واحد ایسا وحدت پسند ہوا کہ ترکیب اقترانی میں بھی وہ ایسے کلمہ یا اسم کے ساتھ مستعمل ہوا ہے کہ وہ خود بھی شرکت سے دور رہیں۔

اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ "تم کو صرف ایک بات نصیحت کی کہتا ہوں"

وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا "وہ جسے میں نے تنہا بلا شرکت غیرے پیدا کیا ہے"۔

حضرت عمر فاروق کی صفت میں ہے :

لقد اوحدت بہ امہ — "اس کی ماں نے یکتا بے مثل جنا۔ اس کی ماں نے اسی کو جنا "

بے شک اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اسی کی وحدت ذاتی ہے ۔

مخلوق میں سے کسی کو بھی ایسی وحدت حاصل نہیں جسے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ذات پاک کے سوا، جملہ اعیان و اجسام کا ظہور دو اصلوں سے ہے ۔ آدم علیہ السلام جو یقیناً ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے ۔ ان کی پیدائش کی اصل بھی پانی اور مٹی ہے ۔ پس جب جملہ اعیان اجسام کی پیدائش اَصلَین پر مبنی ہے تو ثابت ہوگیا کہ الواحد اللہ تعالیٰ ہی کا پاک نام ہے ۔

واضح ہو کہ اعداد میں بھی سب سے پہلے عدد کو واحد (ایک) بولا جاتا ہے — یہ تو صفت عددی ہے، نہ وصف ذاتی ۔ لیکن علماء ربانی اس سے بھی، اللہ تعالےٰ کے عرفان کی دلیل حاصل کر لیتے ہیں ۔ سیدنا علی مرتضیٰ رضؓ سے کسی دہریہ نے پوچھا کہ اللہ سے پہلے کیا تھا حضور نے فرمایا : کہ تجھے گنتی کرنا آتا ہے ۔ وہ بولا : ہاں ۔ فرمایا : گنو ! ــ وہ گننے لگا : ایک دو ۔ تین ۔ چار ، فرمایا ۔ ایک سے پہلے کیا تھا ۔ وہ بولا : ایک سے پہلے کچھ نہیں ۔ سیدنا علی مرتضےٰ نے فرمایا کہ اللہ بھی واحد ہے اور واحد سے پہلے کچھ نہیں ہوتا ۔ وہی سب سے پہلے ہوتا ہے

احادیث پر نگاہ کرو کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت کو کیسے کیسے اسالیب پاک سے بیان فرمایا گیا ہے :

۱ - اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ لِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَکَ الْحَمْدُ وَ لَکَ الشُّکْرُ ۔ (رواہ ابوداؤد و عن عبداللہ بن غنام البیاضی رضؓ)	" یا اللہ جو نعمت آج مجھے حاصل ہے ، یا تیری خلقت میں سے کسی اور کو حاصل ہے وہ سب تیری جانب سے ہے ۔ تو واحد ہے ۔ تیرا کوئی شریک نہیں ۔ حمد بھی تیرے لئے ہے اور شکر بھی تیرے لئے "

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جس نے یہ دعا صبح پڑھ لی ۔ اس نے دن کا حق ادا کر دیا ۔ جس نے شام کو پڑھ لی اس نے رات کا حق ادا کر دیا ۔

۲ - لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ	" اللہ کے سوا اور کوئی بھی معبود نہیں ۔ وہ واحد ہے ۔ اس کا کوئی شریک نہیں ۔

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اٰیِبُوْنَ تَائِبُوْنَ۔ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔	ملک بھی اُسی کا ہے اور حمد کا مالک بھی وُہی ہے اور وہی سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔ ہماری بازگشت اور توبہ اور عبادت اور سجدہ اور حمد اللہ ہی کے لئے ہے۔ اللہ نے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا۔ اور اپنے بندے کی مدد فرمائی۔"
اخرجہ الستۃ الا النسائی عن ابن عمرؓ	

یہ دُعا حضوؐر سفر سے واپسی کے وقت پڑھتے اور دُعا سے پہلے تین بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لیتے

۳۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ (مالک عن طلحۃ بن عبداللہ)	" اللہ ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔"
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (ترمذی عن عمرو بن شعیب)	" اللہ ایک ہی ہے جو معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بہتر ذکر جو میں نے کہا، اور جو مجھ سے پہلے انبیا نے کہا۔ وہ یہی ہے:

۴۔ ترمذی بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی شخص ایک دن میں سَو بار یہ وظیفہ کرے۔ اُسے دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ہوگا۔ سو نیکیاں اس کی لکھی جائیں گی۔ سو بدیاں اس کی مٹا دی جائیں گی اور اس روز اُسے شیطان سے حفاظت ہوگی اور اس روز اس سے اچھے عمل والا صرف وہی ہوگا جس نے یہی کلمات اس سے زیادہ دفعہ کہے ہوں گے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ	" اللہ ایک ہی ہے جو معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہی ہے اسی کے لئے حمد ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔"

اَلْغَرَضُ ان ادعیہ کی نظم الفاظ پر تدبر کرو کہ وَحْدَہٗ کو کس طرح اول و آخر۔ کلمات اثبات

توحید و ردِ شرک سے مشیّد و مؤیّد بنایا گیا ہے۔ جملہ روایات میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ بعد ہیں اور اسی سے معنی وحدت ہویدا ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی وحدت اُس کا الوہیت میں منفرد ہونا، اور شرکت غیری سے پاک تر ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یکتائی۔ اُس کا بے مثل۔ بے نظیر ہونا ہے۔ وہ ایک ہے۔ یکتا ہے۔ بے ہمتا ہے۔

واضح ہو کہ توحید کے معنی قرآن مجید نے اسالیب۔ بدیعہ اور عبارات عالیہ اور امثلہ نفیسہ سے بڑی وضاحت اور متانت اور صحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔

الف۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت پر خود بھی شہادت ادا کی۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اللہ تعالےٰ نے اس امر پر شہادت دی کہ اس کے سوا اور کوئی بھی استحقاق الوہیّت نہیں رکھتا، اس شہادت کا ہونا ضروری تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی ہمیں اپنا عرفان عطا نہ فرماتا تو بندہ کے لئے عرفان صحیح تک پہنچنا دشوار تھا۔

لَا اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْكَ کَمَآ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ۔ "میں تیری ثنا کا شمار نہیں کر سکتا۔ تیری ثنا وہی ہے جو خود تو نے فرمائی۔"

ربّ العالمین کی یہ شہادت ہی بیان و تعریف اور دلالت پر متضمن ہے اور اسی نے سمع و بصر و عقل کو شنوا و بینا و شناسا بنا دیا ہے اور اہلِ ایمان کے سامنے مسائل توحید کو واضح و اظہر و اثبت کر دیا ہے۔

ب۔ اس شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رُسل و انبیاء کو کھڑا کیا ہے۔ جن کی تعلیم، دلوں کے قفل کھول دیتی۔ آنکھوں کے حجاب دُور کر دیتی اور گوش کی گرانی کھو دیتی ہے۔ تصویب نظر کا طریق انہی کے نمونہ سے حاصل ہوتا ہے۔

ج۔ ان بیانات و ارشادات کی تائید میں صنائع الٰہیہ ہیں۔ جن کی صنعت۔ تاثیر اور افعال۔ توحید الٰہی پر دلالت تام کاملہ رکھتے ہیں۔

د۔ اِن سے آگے بڑھ کر مومن کا وہ اطمینانِ قلب وہ کشف غطا اور وہ شہود حقائق ہے جو تعلیم ربّانی کے مقصود کو موجود بنا لیتی ہے۔ جو مطلوب کو مشہود ٹھہرا دیتی ہے، اور جس سے وہ توحید خالص (جو مشبّہین و معطّلین اور اہلِ حریّت کے کلمات سے بہت صاف بہت روشن اور بہت بلند ہے) مبرہن ہو جاتی ہے اور ایمان کو کامل۔ روح کو منوّر اور یقین کو حقیقت بنا دیتی ہے۔

تب بندہ بندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا ادب وجلال اس کے قلب پر متمکن ہوجاتا ہے اور اس حالت میں قولاً ۔ فعلاً ۔ عملاً بندہ کو موحد ہونے کا درجہ مل جاتا ہے ۔

انوارِ توحید ان آیات میں دیکھو :

۱۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۔ (سورہ انبیاء ع ۲)

"تجھ سے پہلے جتنے رسول بھی ہم نے بھیجے ان کو ہم نے یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا اور کوئی الوہیت والا نہیں لہذا تم سب میری ہی عبادت کرو۔"

۲۔ وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۔ (سورۂ زخرف ع ۴)

"تم سے پہلے جو ہم نے اپنے رسول بھیجے ان سے پوچھ دیکھو کیا ہم نے (خدائے) رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرائے تھے کہ ان کی پرستش کی جائے۔"

۳۔ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ (سورہ انبیاء ع ۲)

"کیا انہوں نے زمین کی مادی اشیاء کے معبود بناتے ہیں ۔ کیا وہ زندہ بھی کرسکتے ہیں ۔"

۴۔ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۔ (سورہ انبیاء ع ۲)

"اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا اور بھی کوئی معبود ہوتے ۔ تب زمین وآسمان دونوں ہی تباہ ہوگئے ہوتے ۔ پس پاک ہے اللہ عرش کا پالنے والا ، ان مشرکوں کی باتوں سے ۔"

۵۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۔ (سورہ انبیاء ع ۲)

"کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود بنا رکھا ہے ۔ کہدے کہ تم اپنے برہان کو پیش کرو ۔ میری کتاب اور مجھ سے پہلوں کی کتابیں تو موجود ہیں ۔ ان ہی میں سے کسی میں اپنا مطلب نکال کر ثابت کرو۔"

قرآن مجید میں جملہ انبیاء کی زبان سے یہی حکم جاری کیا گیا ہے ۔

۶۔ اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ "اللہ ہی کی عبادت کرو اور تو کوئی بھی تمہارا

غَيْرُهٗ۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ (نحل - ۵)

معبود نہیں۔ ہر ایک امت میں ہم نے رسول بھیجے اسی پیغام کے ساتھ۔ کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔"

اس آیت میں ہر ایک اس چیز کی پوجا اللہ کے سوا کی جاوے، طاغوت بتلایا گیا ہے اس لئے کہ شرک کی طغیانی کا وہ سبب ٹھہری۔

آیاتِ بالا میں توحید کی فنا و بقا بتلائی گئی ہے۔ نفی غیر فنا ہے اور اثبات حقیقتِ الوہیت بقا ہے۔

اثبات کی حقیقت یہ ہے کہ عبادت اور محبت اور خشیت و طاعت اللہ ہی کے لئے ہو۔ کسی غیر کے لئے نہ ہو۔

رجا و دعا اور تفویض و توکل۔ استغاثہ و التجا سب اسی کی جناب سے ہو۔ ان سب امور کا تعلق کسی غیر سے نہ ہو۔

مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی پر غور کرو:

۱۔ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (سورہ انعام ع ۲)

"کہدے کہ کیا اللہ کے سوا (جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے) اور کسی سے میں دل لگاؤں؟"

۲۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا

"کیا میں اللہ کے سوا اور کسی کو فیصلہ کرنے والا پسند کروں گا؟"

۳۔ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الانعام - ع - ۲۰)

"ان سے کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے تو صراط مستقیم کی ہدایت کر دی ہے۔ یہی وہ دین ہے جو قیم اور مضبوط ہے، اور ابراہیم تو بالکل مشرک نہ تھا کہدے میری نماز۔ میری قربانی۔ میرا جینا میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے"

یہی وہ توحید ہے جس کیطرف تمام رسل، انبیاء دعوت دیتے رہے۔
یہی وہ توحید ہے جو نجات کی کلید ہے۔
یہی وہ توحید ہے جس پر زمین و آسمان کا قیام ہے اور اسی توحید کا مالک الواحد ہے۔

بندہ کو اس اسم پاک کے ساتھ تعلق خاص پیدا کرنا چاہیئے تاکہ شرک اور اس کے جملہ اقسام سے علیحدہ۔ پاک۔ منفرد اور صاف ہو جائے۔

۵۲
اَلاَحَدُ جل شانہ

واضح ہو کہ ائمہ لغت کے نزدیک احد دراصل وحد تھا۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا ہے۔

ہاں معنی کے اعتبار سے بھی واحد اور احد ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ علامہ میر درد دہلوی لکھتے ہیں کہ جامع الدعوات بیہقی اور سنن ترمذی میں اسم احد بیان نہیں ہوا۔ البتہ جامع الاصول ابن اثیر کی روایت میں واحد الاحد مروی ہے۔

ہر دو اسماء کے متحد المعنی ہونے کا راز یہ بھی ہوگا کہ ہر دو اسماء توحید خالص پر دال ہیں اور ایسے اسماء، اصلاً و معناً و دلالۃً بھی ایک ہی ہونے چاہئیں۔

علماء معانی نے ہر دو اسماء کی کچھ خصوصیات بھی بیان کی ہیں۔

واحد وہ ہے جو عدیم التجزی ہے یعنی جس کا تجزیہ نہیں ہو سکتا۔

احد وہ ہے جو عدیم التثنی ہے یعنی جس کی نظیر کوئی نہیں ہے!

لفظ واحد کا اطلاق محل اثبات میں دیگر اشیا پر بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے رجل واحد و درھم واحد (ایک آدمی۔ ایک روپیہ) مگر لفظ اَحَد کا اطلاق اِثباتاً اللہ تعالے کے سوا اور کسی پر نہیں ہوتا۔ ہاں لفظ احد کا استعمال نفی دیگر میں ہوتا ہے اور اس وقت نفی نہایت مکمل نفی ہوتی ہے مثلاً لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ پر غور کرو کہ کفو الٰہی کی نفی لفظ احد سے کی ہے اور یہ ایسی نفی ہے کہ اس کے بعد کوئی استثنا وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ (ترجمہ)

"کہو اللہ کا کفو کوئی بھی تو نہیں"۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن مجید میں لفظ احد بطور اسم پاک صرف ایک ہی مقام قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ میں مستعمل ہوا ہے اور یہ بھی دلائل احدیت میں سے ایک عجیب دلیل ہے احدیت اپنی شان میں ایسی مکمل ہے کہ تکرار لفظی بھی نہیں ہوا - واہ وا - مرحبا - زہے خوب!

اب یہ بھی غور کرو کہ اس مقام پر بھی اسم احد الف لام تعریف سے مستغنی ہے - یعنی اسم احد اپنی ایسی شان میں جلوہ گر ہے کہ تعریف کی ضرورت نہیں اور احدیت ایسے کمال میں ہے کہ کسی زائد حرف کا نفاذ بھی نہیں ہوا۔

حدیث میں ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے التحیات کے تشہد میں دو انگلیوں سے اشارہ کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَحِّدْ اَحِّدْ — ایک انگلی سے۔ ایک انگلی سے - یعنی جب مشارٌ الیہ ایک ہے، احد ہے تو اس کے لئے بوقت اشارت بھی دو انگلیوں کی حرکت سے اشارہ روا نہیں۔

اللہ تعالیٰ احد ہے - وحدت ذاتیہ والا - اس کی وحدت ذاتی ہی اس کی احدیت ہے۔ سورہ اخلاص میں رب العالمین کی صفت فرمائی گئی ہے تو اسم جلالت کے سامنے سب سے مقدم تر صفت احدیت میں فرمائی گئی ہے۔

اہلِ توحید کو لازم ہے کہ احدیت سے اپنی توحید کو مکمل کریں۔ شرک ظاہری و باطنی اور خفی و جلی سے قلوب کو پاک کریں۔

نیت و افعال و اعمال میں توحید اور اخلاص اور صدق کا پیدا کرنا، اُن کی مواظبت و حفاظت بندہ کو اسم پاک احد کے انوار سے فیضیاب کر سکتی ہے۔

۵۳
اَلصَّمَدُ جل شانہ

اس اسم پاک کے لغوی معانی بھی ہیں اور شرعی بھی - ائمہ لغت نے بیان کیا ہے۔

صمد وہ ہے جس میں جوف نہ ہو۔

صمد وہ ہے جس میں احشا نہ ہو۔

صمد وُہ ہے جس میں سے کوئی شے خارج نہ ہو۔

صمد وُہ ہے جس کی احتیاج سب کو ہو۔

اس معنی میں شعراء قبل از اسلام کے اشعار بھی ہیں :

الا بکر الناعی بخیر بنی اسد بعمرو بن مسعود بالسید الصمد

دُوسرا کہتا ہے :

علوته بحسامی ثم قلت له خذها حذیف فانت السید الصمد

ائمہ دین کے اقوال یہ ہیں :

صمد وہ حی القیوم ہے جسے زوال نہیں (حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ)

صمد وہ سید ہے جسے کامل سیادت حاصل ہو (اعمش عن شقیق)

صمد وہ سید ہے جو سیادت میں کامل ہو۔ وہ مالک شرف ہے جو شرف میں کامل ہو وہ عظیم ہے۔ جو عظمت میں کامل ہو۔

وہ حلیم ہے جو حلم میں کامل ہو۔

وہ علیم ہے جو علم میں کامل ہو۔

وہ حکیم ہے جو حکمت میں کامل ہو۔

صمد وہ ہے جو جملہ انواع شرف و سیادت میں کامل ہو۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی صمد ہونے کی شان نہیں رکھتا۔ اس کا کوئی کفو نہیں۔ اس کی کوئی مثل نہیں واحد القہار وہی ہے (علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

صمد وُہ ہے جو کھانا نہ کھائے۔ (حکیم ابن ابان عن عکرمہ)

صمد وُہ ہے جو نہ کھائے نہ پئے۔ (شعبی)

صمد وُہ ہے جو پیدا شدہ نہ ہو۔ جس سے کوئی پیدا نہ ہو کیونکہ ہر ایک پیدا ہونے والی شے کے لئے موت ہے ہر ایک مرنے والے کے لئے ورثہ ہے۔ اللہ کے لئے نہ موت ہے نہ وارث ہے کوئی اس کا کفو نہیں کوئی اس کا مشابہ نہیں۔ کوئی اس کے برابر کا نہیں کوئی اس کی مثال کی جیسا بھی نہیں۔

صمد میں معنی جامعیت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مکان، مرتفع۔ مضبوط کو اہل لغت مصمود کہتے یعنی قوت و تماسک و اجتماع اجزا کی اوصاف کی وجہ سے۔ پس صمد وہ ہے جو اپنی ہستی میں

مجتمع - قوی ثابت ہو اور باقی سب لوگ اس کے احتیاج مند و دست نگر ہوں - وہی مرجع حاجات ہو اور منتہی کمالات (ابن تیمیہ)

صمد وہ ہے جو سید سب پر حکمران - (امام بخاریؒ)

واضح ہو کہ یہ اسم پاک بھی صرف سورۂ اخلاص میں آیا ہے - قرآن مجید کے دیگر کسی مقام پر نہیں آیا - یعنی جسطرح بلحاظ معنی عجیب ہے - اسی طرح بلحاظ استعمال غریب ہے -

۵۴
القادر جل شانہ

قدر اندازہ - قدرت - توانائی -

اللہ تعالیٰ قادر ہے - جملہ ممکنات کی ایجاد اسی کی قدرت کا جلوہ ہے -

جملہ تغیرات ارضی و سماوی - روحی و مادی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے - اس کی قدرت کے سامنے سب کی طاقتیں ہیچ ہیں اور اس کی قدرت کے سامنے سب کے دعاوی ہیچ -

اللہ تعالیٰ قادر ہے جو اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (سورۂ قمر ع ۳) "ہم نے ہر شے کو اندازہ کے موافق پیدا کیا" کا مالک ہے -

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (طلاق) "اللہ نے ہر شے کی ایک خاص قدر رکھی ہے" اس کی شان ہے -

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ "ہم نے پانی کو اوپر سے اندازہ کے موافق اتارا ہے" سے اس کی قدرت نمودار ہے -

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَالْحَيَاتَ (واقعہ) "ہم نے موت و زندگی کو تمہارے درمیان اندازہ کے موافق رکھا ہوا ہے" سے اس کی قدرت ثابت ہے

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُوْنَ "ہم نے اندازہ کیا اور ہم بہتر قدرت والے - بہتر اندازہ والے ہیں" سے اس کی توانائی آشکار ہے -

اللہ تعالیٰ قادر ہے - وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ - "ہم نے چاند کی منزلوں کو مقدر کر رکھا ہے" سے زمین و آسمان کا زیر قدرت ہونا ثابت ہے -

اللہ تعالیٰ قادر ہے اور کوئی انسان نہ اس کی قدرت کا اندازہ کر سکتا ہے اور نہ اس کی شان کے موافق اس کی تعظیم کر سکتا۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (حج) "اللہ کی عزت کا اندازہ یہ لوگ کر نہیں کر سکتے"۔

پس اَلْقَادِر اللہ تعالیٰ کا نام اس لئے بھی ہے کہ وہ قدرت والا ہے اور اس لئے بھی کہ قدر و اندازہ کا مالک ہے۔

قرآن مجید میں قَدِیْرٌ بھی بطور اسم پاک آیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْر (سورہ نحل ع ۷) "اللہ تعالیٰ تو علم والا ہے، قدرت والا ہے"۔

وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْر (روم ع ۶) "اللہ تعالےٰ تو علیم و قدیر ہے"۔

اور بطور وصف تو یہ ۳۷ مقامات پر آیا ہے:

وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر (ہود) "اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"

یہ نام حدیث ترمذی میں نہیں ہے۔

علامہ ابن المرتضیٰ یمانی المعروف بابن القدیر (ولد فی شہر رجب ۷۷۵ھ) نے اپنی کتاب ایثار الحق علی الخلق میں نِعْمَ الْقَادِر کو بھی اسماء میں شمار کیا ہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ تمام عالم کو زیر قدرت الٰہیہ یقین کریں۔ معیشت میں تنگی و وسعت کو اللہ تعالیٰ کے قدر صحیح اور اندازۂ صحیح کی تحت میں جان کر اُسے عین حکمت و دانائی سمجھیں۔

۵۵
اَلْمُقْتَدِرُ جل شانہٗ

اِس اسم میں بمقابلہ اسم قادر مبالغہ پایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو قدرت تامہ و کاملہ حاصل ہے۔ کمالاتِ دائمیہ پر اُسے اقتدار کُلّی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر ع ۶) "قدرت والے بادشاہ کے پاس"

اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر ع ۶) "غلبہ والے اور قدرت والے کا سا پکڑنا"

قادر اور مقتدر کے معنی میں وقوف حاصل کرنے کے لئے اُن آیات پر غور کرو۔ جن میں

ان اسماء کا استعمال ہوا ہے۔

اسم قادر کا استعمال۔ خلق (پیدائش) احیا۔ قدر و اندازہ کے افعال پر ہوا ہے — اور مقتدر کا استعمال عزت و ملک و فرماں روائی کی شان کے ساتھ۔ یہی دونوں اسماء کے خصائص ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ المقتدر لازم و متعدی ہر دو معانی میں آتا ہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو رب العالمین کے سامنے کامل اطاعت، اور فرماں برداری اختیار کرنی لازم ہے۔

۵۶
الاَوَّلُ جلّ شانہٗ

۵۷
الآخِرُ جلّ شانہٗ

۵۸
الظَّاهِرُ جلّ شانہٗ

۵۹
البَاطِنُ جلّ شانہٗ

اوّل اصل میں اَوْاَل (مہموز الاوسط) تھا یا بقول بعض وُوْأَل تھا بمعنی نخستین۔

اللہ تعالیٰ اول ہے۔ جملہ موجودات پر اس کی ہستی کو تقدم حاصل ہے اور جس قدر اوائل اضافیہ موجود ہیں وہ سب اُس سے بعد کے ہیں۔ بدایات کی ابتدا اُسی کی اوّلیت سے ہے اور اُس کی اولیّت ہر ایک ابتدا سے برتر و بعید تر ہے۔ ذہنی و خارجی۔ فرضی و عقلی موجودات کی ابتدا اُسی کی اولیّت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اوّل ہے اور ماسوٰی کا ترتب اسی کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ اوّل ہے اور ہر شے کی اصل کا رجوع اسی کی جانب ہے۔

اللہ تعالیٰ آخر ہے یعنی فناء مخلوقات کے بعد اسی کی بقاء کو تاخر ہے اور جسقدر اواخر اعتباری ہیں ان سب کے بعد اسی کا قیام ہے۔ وہی ابدی الابدی ہے وہی ادوم بلا نہایت ہے۔ ہر ایک نہایت کی انتہا اسی کی آخرویت کے تحت ہیں ہے۔ اسی کی ذات سب کی منتہا و مرجع ہے۔

جملہ جہات محسوسہ۔ معقولہ۔ مفروضہ۔ مجہولہ۔ ماضیہ و آتیہ اللہ تعالیٰ ہی کی اولیت و آخریت سے محدود و محاط ہیں۔

واضح ہو کہ اسماء پاک ہیں الاوّل والاٰخر دونوں اکٹھے مستعمل ہوتے ہیں۔

الظاھر۔ الباطن۔ ان الفاظ کی اصل ظہر و بطن ہے۔ ظہر پشت کو اور بطن شکم کو کہتے ہیں۔ بعد ازاں ظہر اس چیز کو کہنے لگے جو ادراک حس ہیں آجائے اور بطن اس شے کو جو مخفی از حس ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ "گناہ کی بیرونی اندرونی کیفیتوں حالتوں سے علیحدہ ہو جاؤ"

بطانت کا لغت یہیں سے بنا ہے۔ جس کے معنی رازداری ہیں: وَلَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ یعنی اہل ایمان دوسروں کو اندرونی معاملات کا رازدار نہ بناؤ"۔

اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ یعنی انسان اپنی معرفت بدیہیہ سے اسے پاسکتا ہے اور ہر ایک موجود شے ہستی باری تعالیٰ پر بہترین دلیل فطرتِ انسانی بن سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ باطن ہے۔ یعنی حقیقت عرفان کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ اپنی آیات سے اور باطن ہے اپنی ذات سے

اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اور سب پر محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ باطن ہے اور کوئی ادراک اس کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ

اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن ہے اور اسی کیطرف سے نِعَمٌ ظَاهِرَةٌ و انعامات باطنہ حاصل ہوتی ہیں وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً

اللہ تعالیٰ ظاہر ہے۔ بداہت وجود اور شدت ظہور، بذریعہ دلالت مصنوع پر صانع اسی کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ ظاھر ہے اور جملہ ممکنات کا افتقار و احتیاج اسی کی طرف ہے۔
اللہ تعالیٰ ظاھر ہے اور اسی کی آیات باہرہ انفس و آفاق میں روشن و تاباں ہیں
اللہ تعالیٰ باطن ہے کیونکہ اسی کی کنہ ذات سے حس ابصار اور درک افکار کوتاہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ باطن ہے۔ ستر کبریائی اسکا حجاب ہے اور حجاب کمال اس کا بطون ہے
ترمذی کی حدیث ابوہریرہ سے ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام کو یہ دعا سکھلائی تھی۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ	"یا اللہ ساتوں آسمانوں کے رب، اور
وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَ	عرش عظیم کے رب ہمارے پروردگار
رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ۔ مُنَزِّلَ	اور سب چیزوں کے پروردگار، توریت
التَّوْرٰىۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْفُرْقَانِ	اور انجیل اور قرآن اتارنے والے، دانہ
خَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى اَعُوْذُ	اور گٹھلی کو زمین سے اگانے والے میں
بِکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْءٍ	ہر ایک شے (جو تیرے قبضہ میں ہے)
اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہٖ اَنْتَ	کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تو
الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَ	اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شے نہ تھی
اَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ	تو آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں۔
شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ	تو ظاھر ہے تجھ سے اوپر کوئی شے نہیں
فَوْقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ	تو باطن ہے تجھ سے پرے کوئی شے
فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ اِقْضِ	نہیں۔ میرا قرض اتار دے اور مجھے
عَنِّی الدَّیْنَ وَاَغْنِنِیْ مِنَ الْفَقْرِ	تنگدستی سے نجات دے"

واضح ہو کہ —— ہر دو اسماء اَلظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ —— ہر دو مزدوج آتے ہیں۔

۶۰
اَلْوَالِیُ جلّ شانہٗ

ولایت بالفتح ہے۔ جس کے معنی تولیت ملک وامر ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ "اور نہیں ہے تمہارے لئے سوائے اُس کے کوئی والی"۔

لفظ مولیٰ بھی اسی مادہ سے آتا ہے۔ جس کے معنی بندہ آزاد شدہ اور آزاد کنندہ بندہ۔ حلیف۔ ابن العم۔ ہمسایہ کے ہیں۔ ایک کے کام کو دوسرا سرانجام دینے والا بھی مَوْلیٰ کہلاتا ہے۔ موالات بھی اسی مادہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ وَالی ہے۔ اسی کو تولیّت امور حاصل ہے اور اسی کا تصرّف جمہور پر مسلّم۔ نصرت واستعانت۔ سلطنت وقدرت۔ تدبیر وتصرف اسی کو حاصل ہے۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ ہی صحیح ترین معانی میں والی ہے۔ ہر شے پر اسی کا تصرف ہے۔ ہر شے پر اسی کی قدرت فرمارہا ہے۔

اسم ہٰذا سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ خود کو مملوک اور اپنی اشیاء کو مِلکِ رب العالمین سمجھتا رہے۔ احسان وخیر کا موقعہ غنیمت سمجھے۔ قانونِ الٰہی کا پابند رہے۔

۶۱
اَلْمُتَعَالِیُ جلّ شانہٗ

یہ اسم قرآن مجید میں سورہ رعد میں آیا ہے: اَلْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ

یہ اسم علا یعلو سے ہے اور اسم عَلِیٌّ عَلِیَ یَعْلیٰ علاً سے ہے

عَلَا یَعْلُو کا استعمال امکنہ واجسام کے متعلق کیا جاتا ہے اور متعال میں علو کا مبالغہ شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اسم متعالی اس لئے ہے کہ وہ ہر ایک عالی سے برتر ہے۔ ہر ایک مدعی

علاء کو پست کرنے والا ہے۔ علوؔ نے اسی کی بلندی سے رفعت پائی ہے اور علو ذاتی اسی مالک کے لئے ہے۔

تَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ — "اللہ جو سچا بادشاہ ہے نہایت برتر ہے"

اسی کے لئے ہے۔

تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا — "ہمارے رب کی شان نہایت برتر ہے"

اسی کی شان میں ہے۔

مشرکین کے اوصاف شرکیہ سے اس کی شان برتر ہے اور واصفین کے اوصاف ناقصہ سے اس کی درگاہ عالی تر ہے۔

تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (نحل ع ۱) — "اللہ بلند و برتر ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں"

سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ (انعام - ۱۰) — "اللہ پاک و برتر ہے اس سے جو لوگ توصیف کرتے ہیں"

سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ (اسرائیل - ۵) — "اللہ پاک و برتر ہے اس سے جو لوگ کہتے ہیں"

سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اسم متعالی کی شرح میں یہ قطعہ کہا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ماہمچناں در اول وصفِ تو ماندہ ایم

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو خضوع و خشوع جسمی و قلبی کا لزوم کرنا چاہیئے۔ اور بارگاہِ قدس کے حضور میں عاجزو درماندہ برخاک افتادہ رہنا چاہیئے۔

۶۲

البَرُّ جلشانہ

بَرّ تخفیف میدان (خشکی) کو کہتے ہیں۔ اس کی وسعت کا استعارہ لیتے ہوئے اُن جملہ اُمور خیر کو جن کی اکثر احتیاج انسان کو پڑتی ہے۔ اور جن میں نوع انسان کے لئے توسع ہے۔ بِر بکسر کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انواع بِر کا شمار کیا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ	"یہی نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے جانب مشرق و
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ	مغرب کر لیا کرو۔ نیکی تو اس کی ہے جو
الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	(۱) اللہ پر۔ قیامت پر۔ ملائکہ پر۔ کتابوں پر
وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَ	انبیاء پر ایمان لایا۔
النَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى	(۲) جس نے خوشی اور محبت سے اہل قرابت
حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى	اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سوالیوں
وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَ	اور آزادیٔ غلاماں میں مال خرچ کیا۔
السَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَ	(۳) جس نے نماز کو قائم کیا اور زکوٰۃ ادا کی۔
اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ	(۴) جو لوگ عہد کر لینے کے بعد اپنے عہد کو پورا
وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا	نباہتے ہیں۔
عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى	(۵) جو لوگ تنگدستی۔ بیماری اور حالت
الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ	جنگ میں صبر کرنے والے ہیں
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ	یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے صدق کمایا، اور
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (البقرہ ع ۲۲)	یہی تقوے والے ہیں۔

ان انواع بِر کے بعد اللہ تعالیٰ کے اسم پاک بَرّ کے معنی سمجھو۔

اللہ تعالیٰ بَرّ ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں پر گوناگوں احسان فرماتا ہے۔ آلاء دنیا عطا فرماتا ہے نعمائے آخرت ایثار کرتا ہے۔

وہی ہے جس نے انواع بِرّ و احسان کو بیان فرمایا، اور ورع و تقوی کی پابندی کا حکم دیا۔ لہذا نیکی کنندہ۔ نیکی دہندہ وہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی بَرُّ الرَّحِیم ہے۔ جس نے عاجز بندوں کو ابرار کا خطاب عطا کیا۔ ان کو نعیم کا عطیہ دیا۔ ان کو تختِ رفعت پر بٹھلا دیا۔ اُن کو معرفتِ ربانی سے ممتاز فرمایا۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ۔	"ابرار (نیکی کرنے والے لوگ) نعمتوں میں ہوں گے۔ تخت پر جلوہ میں کئے ہوئے سب کچھ دیکھ رہے ہوں گے۔ ان کے چہروں سے ناز و نعمت کی تازگی ٹپک رہی ہوگی"

اللہ تعالیٰ ہی بَرُّ الرَّحِیم ہے۔ جس نے سید الابرار صلے اللہ علیہ وسلم پر کلام پاک کو کِرَامٍ بَرَرَةٍ (عزت والے نیکوکار فرشتے) سفیروں کے ساتھ نازل فرمایا۔ بے شک اُسی کی ذات دائم الاحسان اور کثیر الرحم ہے، اس اسم کا استعمال صرف اسم رحیم کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس اسم کے ساتھ تخلق کرنے والوں کو سورہ بقرہ ع ۲۲ کی آیت کے موافق اپنا عقیدہ اور قول و عمل کر لینا چاہیئے۔

۶۳
اَلتَّوَّابُ جَلَّ شَانُہٗ

تَوْب کے لغوی معنی بازگشت کے ہیں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاء سفر کو بروایت ابن عمر صاحبانِ صحاح نے (بجز نسائی) بیان کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک ٹیلہ یا بلندی پر چڑھتے ہوئے تین بار اَللّٰہُ اَکْبَر پکارتے اور اس کے بعد یہ کلمات فرماتے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ	"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ملک اسی کا ہے

هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ۔

حمد اسی کے لئے ہے۔ وہ سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔ ہمارا جانا۔ ہمارا لوٹنا اللہ کے لئے ہے۔ ہم رب ہی کی عبادت کرتے اسی کو سجدہ، اسی کی حمد کرتے ہیں۔ اللہ نے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھایا۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی دشمن کے لشکروں کو اس اکیلے واحد خدا نے تتر بتر کیا۔

توبہ حقیقت شرعی میں اس کیفیت کو کہتے ہیں۔ جس میں امور ذیل کا اجتماع پایا جائے۔

۱۔ موجودہ بری حالت کو ترک کر دینا۔

۲۔ گذشتہ حالت پر ندامت کا اظہار کرنا۔

۳۔ آئندہ کو وہی برا فعل نہ کرنے کا عزم پختہ کرنا۔

۴۔ گذشتہ نقصان کے تدارک کی فکر کرنا۔

جب چاروں امور جمع ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے مجموعہ کا نام "توبہ" کہلاتا ہے۔

توبہ کا اصول

قرآن پاک میں یہ بیان فرمایا گیا ہے:

اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِکَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝ وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰٓی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ

"اللہ پر باز گشت ان لوگوں کے لئے ہے جو برائی جہالت سے کرتے ہیں اور پھر اس سے جلد ہی توبہ کرتے ہیں۔ یہ وہ ہیں کہ اللہ بھی ان پر توجہ فرماتا ہے اور اللہ تو علیم حکیم ہے توبہ ان کے لئے نہیں جو برائیاں کیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آجاتی ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کی۔ توبہ ان کے لئے

يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ (نساء۔ ع ۳) بھی نہیں جو مرتے ہیں اور وہ اس وقت کافر ہوتے ہیں۔ یہ تو وہ ہیں۔ جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔"

قرآن مجید میں دس مقامات پر اسم تَوَّاب آیا ہے۔ سورۂ نور میں وَاِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ حَکِیْمٌ ہے۔ باقی آٹھ مقامات پر تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ہے اور ایک جگہ صرف تَوَّابًا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا توبہ قبول فرمانا مبنی برا رحم ہے اور رحم الٰہی ہی اللہ تعالیٰ کا حکیم ہونا ظاہر کر رہا ہے۔

معافی کے جذبہ سے کوئی انسان خالی نہیں اور جو کوئی شخص شرافت و نجابت میں بڑھا ہوا ہے۔ جس کے دل میں رحم۔ لطف۔ عطوفت مہربانی ہے۔ وہی اوروں سے زیادہ معافی دینے والا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سراپا رحمت۔ سراپا رحم ہونا مسلّمہ ہے لہذا اس کا توبہ پذیر ہونا بھی ضروری ہوا تَوَّاب جو اسم پاک ہے۔ اس کے معنی خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں:

هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (شوریٰ) "اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔"

غَافِرِ الذَّنْبِ قَابِلِ التَّوْبِ۔ (مومن ع ۱) "وہ گناہوں کا ڈھانک دینے والا، اور توبہ کو قبول کرنے والا ہے۔"

جب ہم توبہ کی حقیقت بتلا چکے کہ بُری حالت کا ترک کرنا۔ گزشتہ پر ندامت کا اظہار کرنا۔ آئندہ بُرے فعل کے نہ کرنے پر پختہ عزم کرنا۔ تدارک مافات کرنا ہے تو پھر ایسی توبہ کی قبولیت سے وہی شخص انکار کر سکتا ہے جس کے پہلو میں دردمند دل اور رحم آمیز دل نہیں ہے توبہ کا مسئلہ عین فطرت انسانی کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کا تَوَّاب ہونا اس کا عرفان صحیح ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ توبہ کرنا ہر شخص پر فرض ہے وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا۔ اس توبہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان بہترین اعمال میں ترقی کرے گا۔ محاسن اخلاق میں برابر بڑھتا رہے گا۔ اس کا مستقبل اس کے ماضی سے زیادہ شاندار ہوگا۔ وہ تدارک مافات کے اصول پر تھوڑی عمر میں اعمال خیر کا ذخیرۂ وافر جمع کر لیگا۔ یہ جملہ برکات توبہ سے حاصل ہوں گی۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنا فرض ہے سہ

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش — عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش — کس نتواند کہ بجا آورد

۶۴
اَلْعَفُوُّ جل شانہٗ

عفا عفوًا سے ہے۔ جس کے معنی ترک کرنا چھوڑنا ہے۔ وَاعْفُوا اللّحیٰ: داڑھی کو بڑھنے کے لئے چھوڑ دو۔

عَفَتِ الرِّیْحُ الدَّار: ہوا نے نشانات مٹا دیئے۔

عَفْو۔ قصور کرنے والے کو پاداش نہ دینا۔ چھوڑ دینا

عَفُوٌّ۔ بہت چھوڑ دینے والا۔ بہت معاف کرنے والا۔

قرآن مجید نے معافی کی تعلیم ایک دلچسپ پیرایہ میں دی ہے۔ سوال یہ کیا گیا ہے:

اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ — "کیا تم یہ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے"۔

اس کا جواب مسلمہ طور پر یہی ہو سکتا ہے کہ سب لوگ کہیں گے کہ ہاں لہٰذا یہ تعلیم دی گئی

فَلْیَعْفُوْا وَالْیَصْفَحُوْا — "تب تم کو بھی لازم ہے کہ لوگوں کو معاف کیا کرو اور ان سے درگزر کیا کرو"۔

انسان کو لازم ہے کہ انسان کی تقصیرات کو معاف کر دیا کرے۔ کیونکہ انسان خود ہی چاہتا ہے کہ اللہ پاک اسے معاف کر دیا کرے یعنی اگر معافی کا اصول صحیح ہے اور انسان کا اللہ پاک سے عفو کی درخواست کرنا۔ معافی کی دعا کرنا۔ امید کرنا صحیح ہے تو اسی اصول کا برتاؤ اسے اپنے کمزور ضعیف لوگوں پر بھی کرنا ضروری ہے

اگر یہ اصول صحیح ہے کہ کسی تقصیر والے کو پاداش سے نہ بچایا جائے۔ قصور کے مطابق سزا ضرور دی جائے تو خود انسان کو اللہ پاک سے بھی کچھ توقع امید رجا۔ آرزو نہیں رکھنی چاہیئے۔

قرآن مجید میں اسم عفو پانچ مقامات پر آیا ہے۔ چار جگہ اسم غفور کے ساتھ اور ایک جگہ اسم قدیر کے ساتھ آیا ہے۔

غفور کیساتھ عفو کا ہونا غفران ذنب کی مکمل صورت کو پیش نظر کر دیتا ہے اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ غفران و عفو کی صفات اس ذاتِ پاک میں ذاتی و نفسی ہیں۔ تصنع کو اس میں دخل نہیں۔

اسم قدیر کا ساتھ ہونا بتلاتا ہے کہ صفت عفو اسی کی جانب سے زیبا ہے جو اخذ اور پاداش پر بھی قدرت رکھتا ہو۔

عفو وُہی عفو ہے جو قدرت والے کیطرف سے ہو۔ ورنہ اس کا نام تو عجز ہوگا۔

اللہ تعالیٰ عفوؔ ہے اور ہر ایک باایمان کو معافی دینے کا حکم فرماتا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (اعراف ع ۲۴) "معافی کو اپنی عادت بناؤ۔ نیک کام کرنے کی ہدایت کیا کرو۔ جاہلوں سے منہ پھیر لیا کرو۔"

الحمد للہ کہ اسلام دنیا میں معافی۔ رحمت۔ درگزر۔ محبت اور تعاون صادق کی تعلیم لے کر آیا ہے کینہ۔ عداوت۔ تعصب۔ نفرت سے اسلام بیزار ہے۔

ترمذی نے عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے اور روایت کو صحیح بتلایا ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر مجھے شب قدر مل جائے تو اس وقت کیا دعا کروں۔ تب حضور نے یہ دعا سکھلائی:

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي (ترمذی) "یا اللہ تو عفوؔ ہے۔ معافی دینا تجھے بہت پیارا ہے لہذا مجھے معاف فرما دے"

۶۵
الرؤف جل شانہٗ

رأف۔ رَأفَۃ۔ رَءُوف۔ رَآفَۃ و ربیع رَأفًا) سے ہے۔

رافت۔ وہ مہربانی جس کا مقصد ازالہ ضرر اور دفع مکروہات ہو۔

بعض نے رافت کو اشد رحمت کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے رحمت کو عام۔ اور

رافت کو خاص بتلایا ہے کیونکہ رحمت کے معنی میں دفع ضرر کے علاوہ افضال و انعام بھی شامل ہیں — قرآن مجید میں اسم رءوف ۹ مقامات میں آیا ہے۔ دو مقامات میں رؤف بالعباد انفرادی حالت میں اور ۷ مقامات میں رءوف الرحیم مرکب حالت میں لہذا رؤف الرحیم بھی رحمٰن الرحیم کے معنی میں برابر ہو جاتا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ رحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کہہ سکتے۔ مگر ان ہر دو اسماء کا اطلاق مومنین کے تعلق سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی فرمایا گیا ہے۔ بیشک اس سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ پاک کی بڑی عظمت آشکار ہے۔

اللہ تعالیٰ رؤف رحیم عموت کیساتھ ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم رؤف رحیم خصوصیت کے ساتھ ہیں۔

ہاں اللہ تعالیٰ رؤف ہے۔ اس کی شفقت اس کا احسان تمام مخلوق پر بلا کسی سبب اور بلا کسی استحقاق اور بلا کسی درخواست کے عام ہے۔ ان حالات کے ساتھ احسان و نوازش انعام و پرورش فرمانا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

۶۶
اَلْجَامِعُ جل شانہٗ

جَمْعٌ کے معنی بعض شے کو بعض سے قریب تر کر دینے کو کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اجزاء مادہ کو جمعیت دی۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اربعہ عناصر کو باوجود مختلف امزجہ ہونے کے جمع فرمایا:

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے نباتات و معدنیات میں مختلف اقسام کی تاثیریں جمع فرمادیں۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین پر لاکھوں کروڑوں اقسام کے نباتات وحیوانات کو جمع فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سطح فلک پر کروڑوں اجرام سماوی کو ان کی باہمی کشش اتصال سے جمع فرمادیا۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ (آل عمران)	"اے ہمارے رب تو سب انسانوں کو اس دن میں جمع کرنے والا ہے جس میں ذرا بھی شبہ نہیں"
اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ	"اللہ تعالیٰ سب منافقوں، سب کافروں کو جہنم میں

فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعًا (النساء ع ۲۰) جمع کرنے والا ہے۔"

اَللّٰهُ یَجْمَعُ بَیْنَنَا وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ (شوریٰ) " مخالفین کو ملا دینے والا۔ متفرقین کو اکٹھا کرنے

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ (مائدہ ۱۱) والا وہ دن جب کہ اللہ سب رسولوں کو جمع کریگا

اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ "جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو تو اللہ کے ذکر

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ جمعہ) کی طرف دوڑے چلے آؤ"

اللہ تعالٰی جامع ہے اور اسی نے جمعہ کو اپنے بندوں کے جمع ہونے کا دن بنایا ہے۔

اللہ تعالٰی جامع ہے اور وہی جمعہ کے دن سب سے بڑا اجتماع اوّلین و آخرین مرسلین و منکرین کا میدان قیامت میں منعقد فرمائے گا۔

اسم ہذا سے تخلق کرنے والوں کو سب سے پہلے جمعیت خاطر حاصل کرنی چاہیئے اور پھر کمالات کی طرف متوجہ ہو کر جامعیت کی شان پیدا کرنی چاہیئے۔

۶۷
الغنیُّ جلّ شانہٗ

غَنِیَ غَنَاءً غَنِیًا ــ کثرت مال و اسباب کی وجہ سے جو کسی کا دست نگر نہ ہو۔ اللہ تعالٰی کا نام غنی اس لئے ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی شخص۔ کسی شئے کا محتاج نہیں۔ غنی مطلق وہی ہے : فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ

" اللہ تو جملہ عوالم سے مستغنی ہے"

قرآن مجید پر غور کرو۔ یہ اسم پاک اسم حمید۔ کریم۔ حلیم کے ساتھ مستعمل ہوا ہے۔

اللہ تعالٰی غنی ہے اور جملہ نعوت و محامد و جلال و کمال کا مالک ہے۔

اللہ تعالٰی غنی ہے۔ اسے مخلوق سے کوئی احتیاج نہیں بلکہ وہ اپنے جود و کرم اور فضل و افضال سے سب کو سب کچھ دینے والا ہے۔

اللہ تعالٰی غنی ہے اور بایں ہمہ سائلوں کے سوال اور گداؤں کی درخواستوں کو وہ سُنتا ہے، پورا کرتا ہے۔ سب کی برداشت کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ "اللہ غنی ہے اور سب فقیر و حاجت مند ہیں"

اہلِ دنیا کی عادت ہے کہ کسی شخص کے پاس چار پیسہ دیکھے اور اُسے غنی کہنے لگے۔ حالانکہ اگر چشم بصیرت سے دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے۔

آنانکہ غنی تر اند محتاج تر اند

بھنگی۔ ماشکی۔ دھوبی۔ نائی۔ درزی۔ لوہار۔ ترکھان۔ معمار۔ مزدور کی کس کو احتیاج نہیں؟ ان کے بغیر دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی ایک دن بسر نہیں کر سکتا۔

اس سے آگے بڑھو تو بدن کو غذا کی ضرورت ہے۔ غذا کو باریک شریانوں میں پہنچانے کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ آفتاب کی حرارت اور روشنی کو معتدل پیمانہ میں ہم تک پہنچنے کے لئے ایتھر کی ضرورت ہے۔

آبپاشی و آب نوشی کے لئے بارش کی ضرورت ہے۔ ابخرہ پیدا ہونے کے لئے سمندر کی ضرورت ہے۔ ابخرہ کو پانی بنانے کے لئے زمہریر کی ضرورت ہے۔ پانی کو ہزاروں کوس تک پہنچانے کے لئے بادلوں اور ہوا کی ضرورت ہے۔

الغرض ہر ایک انسان کو اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے دنیا کے ذرّہ ذرّہ اور پتّہ پتّہ کی ضرورت ہے۔ جو وجود اس قدر احتیاج مند ہو۔ وہ فقیر نہ کہلائے گا تو اس کا نام کیا ہو گا۔

بے شک اللہ تعالیٰ ہی غنی ہے اور سب کے سب اس کے محتاج ہیں: نَحْنُ اَغْنِیَاءُ: ہم غنی ہیں — کا نعرہ انہوں نے لگایا۔ جو معرفت سے بے بہرہ تھے۔ مگر جنہوں نے غنی مطلق کی آستان پر سر رکھا اور خود کو دنیا سے مستغنی جانا۔ وہ سب کی نگاہوں میں غنی نظر آئے: یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمَاهُمْ الآیۃ

اس اسم سے تخلق کرنے والے کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو غنی مطلق کے دروازہ کا فقیر سمجھے — دریوزہ گری کے لئے دل و زبان کو مالک رفاہ عام کے سامنے کھول دے۔

اہلِ دنیا کو محتاج و گدا سمجھ کر خیر و شر کا کسی کے ہاتھ میں ہونا کبھی یقین نہ کرے۔ ہاں پروردگارِ عالم کے سامنے گڑگڑانے۔ مانگنے۔ سوال کرنے کا عادی ہو جانا چاہیئے۔

سب اپنے اپنے حال میں ہیں احتیاج مند — دل میں کسی کو جان کے حاجت روا نہ مانگ
مانگ اور مانگ مانگ سدا مانگ حق سے مانگ — مت مانگ کچھ نہ مانگ بشر سے ذرا نہ مانگ
خالق سے مانگ تسمہ بھی ہو خواہ کفش کا! — سلک گہر اور شہ در یا عطا نہ مانگ
ہے دینے والا سب کو غنی الحمید ہی — خلقت سے دے کے واسطہ کبریا نہ مانگ

لاؤ نعم کا زخم ہے دشنہ سے تیز تر — مرہم برائے زخم۔ مرض کی دوا نہ مانگ
لے جائے گی اڑا کے تجھے خود نسیم صبح — اے کاہِ ناتواں کشش کہربا نہ مانگ
محنت میں گنجہائے خداداد ہیں نہاں — اکسیر کی تلاش نہ کر کیمیا نہ مانگ
اپنے ہی دست و بازو کی ہمت سے لے مدد — تختِ شہی کے شوق میں ظلِ ہما نہ مانگ

سلمان ایک بات تجھے راز کی کہوں!
تو حق سے حق کو مانگ کبھی ماسوا نہ مانگ

۶۸
اَلنُّوْرُ جلّ شانہٗ

اول لفظ نُوْر کا استعمال قرآن مجید و احادیث پاک میں دیکھو:

۱۔ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا۔ "اللہ وہ ہے جس نے سورج کو ضیا اور قمر کو نور بنایا"

اس آیت میں ضیاء کا درجہ نُور سے برتر رکھا ہے اور نُوْر کا لفظ محسوس شے کے لئے مستعمل ہوا ہے۔

۲۔ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْر (انعام ع ۱) "اللہ نے تاریکی اور روشنی کو بنایا۔"

یہاں بھی محسوس چیزوں کا ذکر ہے۔

۳۔ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (بقرہ ع ۲۲) "تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے"

یہاں کفر و شرک کو تاریکی توحید و ایمان کو نور فرمایا ہے۔ ان چیزوں کا تعلق بصارت سے نہیں، بلکہ بصیرت سے ہے۔

۴۔ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ (نور۔ ع ۴) "اللہ اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے۔"

یہاں دینِ حقہ کو نُوْر فرمایا ہے:

۵۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ (اعراف) "اس نور کی پیروی کرو جو نبی کیساتھ اتارا گیا ہے"

یہاں قرآنِ مجید کو نُور فرمایا گیا ہے۔ اس کی دلائل و ہدایات خرد افروز ہیں۔ اس کی تعلیم رُوح کو روشن قلب کو مزین کرنے والی ہے۔

۶۔ قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ۔ (سورہ مائدہ۔ ع) "تمہارے پاس اللہ کیطرف سے نور، اور روشن کتاب آئی ہے"

اس آیت میں وجود با جود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نور بتلایا گیا ہے۔

۷۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ "وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اُسے نور دیا کہ لوگوں میں اس نور کیساتھ چلتا پھرتا ہے"

حالتِ کفر کو مردہ سے تشبیہہ دی۔ داخلِ اسلام کو زندگی بتایا اور اس درجۂ تکمیل کو جو اسلام میں ملتا ہے نُور بتلایا۔

آیت خواہ عمر فاروق کی شان میں ہے یا کسی دوسرے کی۔ بہرحال مومن کی شانِ ایمانیہ کو خود ظاہر کرتی ہے۔

۸۔ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ (حدید) "مومنوں کا نور قیامت کے دن اُن کے آگے اور دست راست پر چمکے گا"

یہاں نورِ اعمالِ صداقت کو نور فرمایا؛

۹۔ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا (تحریم۔ ع ۱) "مومنوں کی دعا ہے کہ اے رب ہمارے نور کو مکمل فرما دے"

یہاں جوازِ اعمال اور افضالِ الٰہی کو نُور بتلایا ہے۔

۱۰۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نور) "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے"

اسی آیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا نام "النُّوْر" مروی ہوا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا تہجد یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا۔ وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَسَارِيْ نُوْرًا وَفَوْقِيْ نُوْرًا وَتَحْتِيْ نُوْرًا۔ وَ

"یا اللہ میرے دل میں نور ڈال دے اور میری بینائی میں نور۔ میری شنوائی میں نور۔ میرے دائیں نور۔ میرے بائیں نور۔ میرے اوپر نور میرے نیچے نور۔ میرے آگے نور۔ میرے پیچھے

أَمَامِيْ نُوْرًا وَخَلْفِيْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا وَفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَفِيْ شَعْرِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَشَرِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِيْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا۔	نور اور نور کو میرا بنا دے۔ میری زبان میں نور۔ میرے بالوں میں نور۔ میرے چہرہ پر نور۔ الٰہی مجھے نور عطا کر۔ الٰہی میرے نور کو بڑھا دے یا اللہ مجھے نور ہی بنا دے۔"

دعائے واپسی از طائف کا ایک فقرہ ہے:

اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ	"میں اس ذاتِ پاک کے نور کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں جس نے ظلمات کو چمکا دیا اور اس سے دنیا و آخرت کے کام اصلاح پذیر ہوئے"

صحیحین کی حدیث میں ابن عباس سے ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاء تہجد میں تھا:

وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ۔	"تیرے ہی لئے حمد ہے اور تو ہی زمین و آسمان کا نور ہے"

حدیث وضو میں آتا ہے۔ جیسے رزین نے عبداللہ بن زید سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ ہر ایک عضو کو دو۔ دو بار دھویا اور اُسے نورٌ علیٰ نور فرمایا۔ صحیح مسلم کی حدیث عن ابی مالک الاشعری میں ہے: اَلصَّلٰوةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ۔

نورِ قلب۔ نورِ عقل۔ نورِ ایمان کے الفاظ بھی ایسے ہیں۔ جن کا استعمال مرویات میں موجود ہے۔ مسلم کی حدیث عن ابی موسیٰ میں ہے: حجابہ نور

ان تمام مواقع استعمال کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کے اسم پاک "النّور" کے معنی متعیّن کرنے چاہئیں۔

صاحب معالم التنزیل نے اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تفسیر میں مندرجہ ذیل اقوال درج کئے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ — اَللّٰهُ هَادِيْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ضحاک — مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ابی بن کعب و حسن و ابو العالیہ — مُزَيِّنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

مجاہد — مُدَبِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کی تائید خود قرآن پاک سے ہوتی ہے کیونکہ اسی آیت کے بعد آتا ہے: يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

"اللہ تعالیٰ نور ہے اور اسی کے نور سے ہدایت ملتی ہے"

وُہی مومن کے دل میں نور ڈالتا اور اُسے ظلمات کفر سے نکال کر نُورِ توحید میں لاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نورؔ ہے اور اس کی کتاب بھی نورؔ ہے۔

اللہ تعالیٰ نورؔ ہے اور اس نے اپنے رسول کو نور بنا کر بھیجا ہے۔

اللہ تعالیٰ نورؔ ہے اور آسمانوں۔ زمینوں اور یہاں کی جملہ مخلوقات اسی کے نور سے فطرت کے صحیح اُصول کو لیتی اور اپنی اپنی استعداد جبلی کے موافق ترقی کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نورؔ ہے اور اس کے بتلائے ہوئے اعمال بھی مومن کے لئے نورؔ ہیں۔ ہر ایک نور کو ضیا و روشنی اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اسی کی ذات تمام انوار کو صادر کرنیوالی ہے۔

مزید فہم معانی کے لئے آیت کے پیوستہ فقرہ پر غور کرو۔

مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ۔ اس جگہ مشکوٰۃ کو نور کا مشبہ بنایا ہے۔ مشکوٰۃ کی حقیقت معلوم ہے وہ نورِ حقیقی سے کیونکر درجہ میں افضل ہو سکتا ہے (تشبیہ کا مسلمہ قاعدہ یہی ہے)

لہٰذا مثل نورہ کمثل مشکاۃ تسلیم کرنا ہوگا تاکہ نور کی مثال نور کے ساتھ درست ہو جاوے اور پھر مثل نورہ کو مثل نور ہدایت تعبیر کرنا زیادہ صحیح ٹھہرے گا۔

ہر ایک یا ایمان کا ایمان ہے لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ۔ لہٰذا مشکوٰۃ یا نورِ مشکوٰۃ اصلی نور سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ نورؔ ہے اور ہر ایک شئے کو اس کے مصالح کے لئے ہادی اور ہر ایک زندہ کو اس کے منافع کا رہنما ہے۔

وُہی ہے جس نے ہر ایک شئے کو بنایا، اور مقتضیات فطرت کا راستہ دکھلایا۔ اللہ تعالیٰ نورؔ ہے۔ وہی رب الانوار ہے۔ انوار الابصار۔ انوار البصائر کا پروردگار وہی ہے۔

۶۹
اَلۡہَادِیُ جَلَّ شَانُہٗ

ھَدَاہُ۔ یَھۡدِیۡہِ۔ ھُدًی۔ وَھَدۡیًا وَھِدَایَۃً وَھِدۡیَۃً بمعنی ارشدہ۔ و ضد اَضَلَّہٗ۔ ہدایت کے معنی ہیں۔ دلالت بلطف

اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے چار مراتب ہیں :

(۱) وہ ہدایت جو ہر ایک مخلوق جمادات ۔ نباتات و حیوانات کو حاصل ہے اور جس سے ہر ایک شے اپنی مقتضیات فطرت کو پورا کرتی اور ترقیات جبلی کو پورا کرتی ہے ۔ اس ہدایت کا ذکر اس آیت میں ہے : رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی۔

(۲) وہ ہدایت جس کی تبلیغ انبیاء علیہم السلام نے کی اور جس کی طرف مکلفین کو دعوت دی گئی اس کا ذکر اس آیت میں ہے ۔

وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا۔ (الم سجدہ ع ۳)

(۳) وہ ہدایت جس کے معنی توفیق ہیں جس سے بعض عباد کو خصوصیت حاصل ہوتی ہے ۔ اسکا ذکر ان آیات میں ہے ۔

(الف) وَالَّذِیْنَ اھْتَدَوْا زَادَھُمْ ھُدًی

(ب) وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰہِ یَھْدِ قَلْبَہٗ

(ج) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ

(د) وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۔

(ہ) وَیَزِیْدُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اھْتَدَوْا ھُدًی ۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن مجید میں جس جس مقام پر ظالمین ۔ کافرین کو ہدایت نہ کرنے کا ذکر کیا ہے ان مقامات پر اسی ہدایت قسم سوم کی نفی مراد ہے ۔ یعنی نفی توفیق ۔ مثلاً

(الف) اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔

(ب) کَیْفَ یَھْدِی اللّٰہُ قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ (آل عمران ع ۹)

اس صراحت کے بعد ناظرین کو آیات ذیل کا توافق بھی معلوم ہو جائے گا ۔

(الف) اِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔

(ب) اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ

آیت اول کا تعلق ہدایت ۲ سے ہے اور آیت دوم کا تعلق ہدایت ۳ سے ہے ۔

نبی اللہ کا کام تبلیغ و دعوت فرمانا ہے اور اللہ تعالےٰ کا کام توفیق عطا فرمانا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ھادی ہے

(۴) وہ ہدایت ہے جو آخرت میں اہل ایمان کو حاصل ہوگی ۔ اپنے رب کو پہچانیں گے ۔ راہ جنّت سے واقف ہوں گے ۔ املاک اور اہلیت جنت کی شناخت کریں گے ۔ اس ہدایت کا ذکر ، ان

آیات میں ہے :

(الف) سَيَهۡدِيۡهِمۡ وَيُصۡلِحُ بَالَهُمۡ وَ نَزَعۡنَا مَا فِيۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ -

اللہ تعالےٰ هَادِی ہے ۔ وہی بندوں کو اصلاح امور معاش کی ہدایت فرماتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ هَادِی ہے اور وہی انبیاء کو حقائق اصلیہ اور حق محبت کی حقیقت سے آگاہ فرماتا ہے

اللہ تعالیٰ هَادِی ہے اور وہی کشف والہام سے مخلصین کی ہدایت فرماتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ هَادِی ہے ۔ عقل وحکمت سے ارباب دانش کو ہدایت فرماتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ هَادِی ہے اور وہی توفیق خیر سے اہل طاعت کے قلوب کو معرفت کی ہدایت فرماتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ هَادِی ہے اور وہی استعداد فطرت کی عطا و دہش سے ہر مخلوق کی ہدایت فرماتا ہے

اللہ تعالیٰ هَادِی ہے اور وہی مشکلات ومصائب میں جب کہ عقل وہوش مارے جاتے ہیں اپنی طرف رجوع کرنے والوں کی ہدایت فرماتا ہے ۔

اللہ تعالےٰ هَادِی ہے اور رشد ورضوان کی جانب مومنین کو ہدایت فرماتا ہے ۔

اللہ تعالےٰ هَادِی ہے مگر فاسق ۔ کاذب ۔ کفار ۔ خائن ۔ مسرف اس کی ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں ۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اول ان عیوب کو ترک کریں جو ہدایت کی روک ہیں اور پھر چشم وگوش اور عقل وہوش کو احکام الٰہی پر لگا دیں ۔ ہدایت اُسے رستہ بتاتے گی ۔ ہدایت اس کی رفیق راہ بنکر اُسے منزل تک پہنچا دے گی ۔ یہی ہے وہ ہدایت جس کا سوال ہر ایک نمازی رب العالمین سے کیا کرتا ہے ۔

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ (فاتحہ)

۷۰ اَلۡبَدِيۡعُ جل شانہٗ

بَدَعَ بَدۡعًا ـــــ کسی شے کا بنانا ۔ کسی سابقہ نمونہ اور مثال کے بغیر بنانا ۔

بدعت کو شرعی معنی میں اسی لیے بدعت کہتے ہیں کہ اس نئے کام کی کوئی وجہ شریعت میں

بروئے حکم الٰہی یا حکم رسول موجود نہیں ہوتی۔

بدعت کی بابت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ فرمائے ہیں:

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ "جو کوئی شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نکالتا ہے جو ہمارے (عہدِ نبوی) دین میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ میں نہایت کثرت کے ساتھ یہ فرمایا کرتے تھے:

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ۔ "ہر ایک نئی بات جو کوئی شخص دین میں نکالے وہ گمراہی ہے اور ہر ایک گمراہی جہنم میں ہے"

اللہ تعالےٰ کا نام بَدِیْع سورہ بقرہ وسورہ انعام میں آیا ہے اور بااضافت مستعمل ہوا ہے یعنی بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرمایا گیا ہے۔ یعنی اللہ وہ ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا جبکہ پہلے سے ان کا کوئی نمونہ یا مثال موجود نہ تھی۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ بَدِیْع فاعل اور مفعول ہر دو معانی آتا ہے اور ہر دو معنی اسماء حسنیٰ میں داخل ہیں۔

۱۷
ربّ جل شانہٗ

دراصل یہ مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں مستعمل۔ ربوبیت کے مفہوم میں داخل ہے — ایک چیز یا شخص کو درجہ بدرجہ ترقی دیتے اور پرورش کرتے ہوئے اسے درجہ تمام وکمال تک پہنچا دینا؟

یہ صفت اللہ تعالےٰ ہی کی ہے کہ وہ ہر ایک مخلوق کو پیدا کرنا، اور اسے احکام طبیعت وفطرت کے مطابق بڑھاتا۔ پالتا اور شرف نوعی میں درجہ بدرجہ بلند کرتا، اور انتہائے کمال تک پہنچا دیتا ہے۔

جمادات ونباتات وحیوانات۔ ناسوت وجبروت ولاہوت کے عوالم میں کروڑ در کروڑ ایسی ایسی مخلوق موجود ہے۔ جس کی پرورش کی ضروریات ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں۔

بلکہ ایک ہی درخت کے اندر جڑ۔ تنہ۔ چھلکا۔ گودا۔ پھول۔ پھل۔ شاخ۔ پات کے اندر رنگ روغن۔ چمک دمک۔ تاثیر ومزہ۔ شکل وصورت کے لحاظ سے ہزاروں ایسی ضروریات ہیں۔

جنکا علم بھی اللہ تعالیٰ کے سوا۔ اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ وہی ہے جو ان سب کی تربیت کرتا ہے۔ سب کو قائم رکھتا ہے۔ بڑھاتا ہے۔

عالم ناسوت میں تو ایک ایک کی طبیعت و دماغ او رقلب اور رُوح کے احوال و مواجید ایسے ہیں جن کا نہ حصر ہے نہ شمار۔ لحظہ بہ لحظہ نئی دنیا، نئی بستی جلوہ گر ہے۔ ان سب کی تربیت وہی رب العالمین فرمانے والا ہے۔ انسان کی معرفت کا آغاز صفت ربوبیت سے ہوتا ہے۔ پھر اُسے فرماں روائے مالک کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اس کے بعد عرفان الوہیت کے دروازے اس پہ کھلتے ہیں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ مَلِكِ النَّاسِ۔ اِلٰهِ النَّاسِ۔ میں بھی مراتب ثلثہ بیان فرمائے گئے ہیں ___ یہی وہ اسم پاک ہے جو دعا و خطاب میں اکثر مستعمل ہوتا ہے۔ تمام ایسی ادعیہ جن میں نعمت و رحمت اور غفران و مرحمت کے سوال ہیں۔ اکثر اسی اسم رب سے شروع ہوتی ہیں ۔

قرآن مجید پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم (رب۔ ربی۔ ربہ۔ ربنا۔ ربك ربکم وغیرہ کی شکل میں ۸۰۶ دفعہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اضافت کے وقت کہیں مضاف کی عزت افزائی مقصود ہوتی ہے اور کہیں اس کی خصوصیات پر جلوہ افگنی فرمائی جاتی ہے۔

رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ___ رَبَّ هٰذَا الْبَلَدِ۔ رَبِّ الْفَلَقِ۔ رَبُّ الشِّعْرٰى۔
رَبِّ النَّاسِ۔ رَبُّ الْعَرْشِ۔ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ
رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ۔ رَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ ___
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ___
رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ کی ترکیبوں کو دیکھو۔ ہر ایک اضافت کن کن خصائص و حقائق کی رہنمائی کرتی ہے۔

اس سے آگے بڑھو گے تو تربیت کے مختلف اسالیب ان الفاظ میں ملیں گے۔

صراط رب۔ آیات رب۔ کلمۃ رب۔ رُسُل رب۔ سُبل رب۔ عطاء رب
کتاب رب۔ عذاب رب۔ رحمت رب۔ امر رب۔ رزق رب۔ خراج
رب۔ حمد رب۔ نعمت رب۔ آلاء رب۔ برکات رب۔ جنود رب۔
بطش رب۔

یہ الفاظ کیا ہیں۔ ہر ایک کی تحت میں پرورش و نگہداشت کے بحور و فور جوش زن ہیں۔ مربوب کی استحقاق و استعداد و قابلیت ذاتی و اضافی و طبعی کے مطابق ربوبیت کا فیضان

جاری ہے۔

دعوت وہدایت۔ رجوع ورغبت اور استقرار و انتہا کے وہ مدارج ہیں۔ جو جود ربوبیت سے پل رہے ہے — بڑھ رہے ، پھل رہے ہیں۔

ربوبیت ہی ہے جو ایک ہی وقت میں ایک ہی انسان کے معدہ وجگر اور قلب و دماغ۔ اعضاء و احشا۔ اعصاب و عظام کو جداگانہ کیفیات سے پال رہی ہے۔ روح کو الوہیت سے قلب کو ربوبیت سے غذا پہنچا رہی ہے۔ مادی اور غیر مادی قوی روحی وجسمی طاقتیں مختلف تاثیرات سے مختلف احوال و مواجید کو آغوشِ تربیت میں لئے ہوئے ہیں۔ مربوب بے خبر مستلذ بھی ہے اور کام گیر بھی۔ چاشنی چش اور ذوق گیر بھی۔ مگر ایسا غافل کہ اس سلسلہ اور سلسلہ کے مالک سے بے خبر اور دُور۔ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔

ہر انسان کو اور ہر با ایمان کو اس اسم سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے۔ اس مولیٰ کو جانے جو اس کے والد و والدہ کا بھی مربی ہے۔ جو ارزاق کا پیدا کرنے والا۔ جو اگانے والی زمین۔ برسانے والے آسمان کو تربیت کرنے والا ہے ظل ونور کا خالق ہے۔ جو رُوح و مادہ کا خالق ہے اور جس کی صفت وثنا میں صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔ لیکن اس لفظ عالمین میں کون کون عوالم داخل ہیں اور العالمین کے احاطہ میں کون سے ایسے جہاں آگئے ہیں۔ ان کو کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ہماری معرفت کی انتہا صرف یہاں ختم ہو جاتی ہے کہ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ۔

۶۷
مُبِیْنُ جل شانہٗ

بَانَ بَيْنًا جدا ہوا یا پیوست ہوا (از لغات اضداد)

بَانَ بَيَانًا۔ پیدا و آشکار ہوا۔ مبین اسی سے ہے اور لازم ومتعدی بہر دو معنی مستعمل ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے۔ اس کی کنہ ذات تک رسائی محال ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور اس سے پیوستگی وتقرب کی راہیں کھلی ہیں۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور مصنوعات کی ہر چیز اور ہر چیز کے اجزا اس کی قدرت وخالقیت کے مظہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اور جملہ بینات کا ظہور اسی کی تبئین سے ہے۔

اللہ تعالیٰ مُبین ہے اور آیات بیّنات کو ظہور میں لانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُبین ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کو بیّنہ بنا کر اسی نے دنیا میں بھیجا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ - (بیّنہ)	"کتاب والے اور مشرک جو کافر ہیں باز آنے والے نہیں تھے اس وقت تک کہ ایک کھلی دلیل اُن کے پاس نہ آجائے یعنی اللہ کا رسول"

اللہ تعالیٰ مُبین ہے اور کتاب مبین کو اُسی نے نازل فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے اسی نے انسان کو بیان سکھلایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مبین ہے مگر عقل و فہم مخلوق کو ادراک ذات تک بون بعید حائل ہے۔

اے ازلی الظہور لے ابدی الخفاء ۔ نُورُكَ فَوقَ النَّظرِ حُسنُكَ فوقَ السَّماءِ

اس اسم پاک سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ دیدہ و گوش عقل و ہوش کو وا کریں بیّنات الٰہیہ کو دیکھیں۔ رسولِ پاک کے نورِ بیّن پر نگاہ ڈالیں حق و باطل کے بون بعیدہ کا اندازہ کریں۔ کتاب مبین کو سرمۂ چشم ایقان بنائیں۔

۷۳
اَلْقَدِيْرُ جلّ شانہٗ

قَدَر سے ہے۔ قدر کے معنی اندازہ اور طاقت و قدرت کے ہیں۔

اس مادہ سے چند اسماءِ حسنیٰ آتے ہیں۔ اَلْقَادِرُ۔ اَلْمُقْتَدِرُ۔ اَلْقَدِيرُ اور ہر ایک اسم اپنی وضع میں ایک خاص معنی پر اشارہ رکھتا ہے۔ گو ہر ایک مشترک المعنی بھی ہے۔ اَلْقَادِرُ۔ المقتدر کی شرح پہلے لکھی جاچکی ہے۔

قَدِیر وہ ہے جو باقتضائے حکمت خود ہر ایک فعل کا فاعل ہے۔ اس طرح پر کہ اس فعل سے بڑھ کر نہ افزونی صحیح ہے اور نہ کمی۔

تقدیر بھی اسی مادہ سے ہے اور تقدیر الٰہی کی بھی دو صورتیں ہیں۔

اوّل ۔ عطار قدرت ۔ یعنی بندہ کو کسی فعل کے سرانجام دینے کی قدرت و طاقت کا عطیہ محاورہ ہے : قَدَّرَنِیَ اللّٰہُ عَلٰی کَذَا ۔ اللہ نے مجھے اس کام کے سرانجام دینے کی توفیق دی ۔

دوم : وہ مقدار مخصوص اور طریق مخصوص جو باقتضائے حکمت ربانیہ صحیح و درست ہو مثلاً دانۂ گندم سے گندم اور دانۂ جو سے جو کا پیدا ہونا اور زمین میں کاشت کے بعد سرسبز ہونا ۔

اس اسم پاک سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالےٰ کی لامحدود قدرتوں پہ یقین کامل رکھیں اور مقدرات الٰہیہ کو عین حکمت ربانیہ سمجھ کر تسلیم و رضا کو مسلک خود قرار دیں ۔

۴۷
اَلْحَافِظُ

حِفظ سے ہے ۔ حفظ کے معنی حمیت نفس ہیں ۔ حفظ کے معنی ان صور و ہیئات و معانی کی نگہداشت ہیں جو نفس انسانی میں ایک حاسہ کے ذریعہ سے تمکن حاصل کرتی ہیں ۔

حفظ کے معنی ہر ایک شے کے تفقد و تعہد و رعایت و نگہداشت ہیں ۔ تاکہ اُسے خرابی و تباہی سے بچایا جائے ۔ تاکہ اسے قائم و بحال رکھا جائے ۔

جملہ اشیاء عالم کا قیام اسی حفاظت الٰہی پر مبنی ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے اور ہم ہر ایک اپنے محبوب و پیارے کو جب کہ وہ ہماری نگہداشت و تعہد سے دُور ہو جاتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ ہی کی حفاظت میں دیا کرتے ہیں اور فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا پڑھا کرتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے ۔ جس نے قرآن پاک کی نسبت وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ فرمایا ۔ اور کل دنیا دیکھ رہی ہے ۔ کہ اس کی حفاظت نے آج تک کیا کچھ کیا ۔

مصنفین اپنی کتب میں خود لکھتے ہیں اور اپنی اپنی فہم و ہمت کے موافق اس کی حفاظت و اشاعت کے وسائل و اسباب مہیا کرتے ہیں ۔ پھر بھی ہزارہا تصنیفات ایسی ہیں جو دنیا سے ناپید ہو چکی ہیں بیسیوں اور سینکڑوں بادشاہ ہوئے ۔ جنہوں نے آئین و قوانین کو کتابوں کی شکل میں مدوّن کیا ۔ ملک میں پھیلایا ۔ صدیوں تک لاکھوں بندگان خدا میں وہی دستور العمل رہا ۔ لیکن آج نہ اُن بادشاہوں کے نام باقی ہیں اور نہ ان کے قوانین کا نام و نشان موجود ۔

وہ تورۂ ایل خانی جو ہولاکو اور چنگیز کا دستور العمل تھا۔ جس پر شامانی مذہب کا دار و مدار تھا۔ آج کہاں ہے

وہ ژند کہاں ہے جو نوشیروان کیانی کی قوم و سلطنت کا ضیا بخش تھا۔

وہ پاژند کہاں ہے۔ جو دودمان کے لہراسپ کا نورِ دیدہ تھا۔

وہ دساتیر کہاں ہے جو اردشیر بابکاں کی سلطنت کا فروغ تھا۔

وید کے متعلق کہا جاتا ہے کہ موجود ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ منتر اور برہمن بھاگ کے مجموعہ کا نام وید ہے آریہ کہتے ہیں کہ برہمن بھاگ کو وید کی پدوی (منزلت) حاصل نہیں۔ کیا ان ۳/۴ حصہ کو شامل کرنے والے ٹھیک کہہ رہے ہیں یا ۱/۴ حصہ کو خارج کرنے والے۔

بائبل کے متعلق یہی حال ہے۔ یہود کا وہ فرقہ بھی ہے۔ جو کتاب پیدائش کو الہامی نہیں مانتا۔ وہ فرقہ بھی ہے جو غزل الغزلات کو اوباشانہ راگ کہتا ہے۔ وہ فرقہ بھی ہے۔ جو زبوریں سے صرف ۸ یا ۱۰ کو اصلی بتا کر باقی مختلف شاعروں کی تصنیف بتایا جاتا ہے۔

اناجیل کو لیجئے :

انجیل متی کی بابت اکثر شارحین کی رائے ہے کہ وہ عبرانی میں لکھی گئی۔ جناب متی اور کسی زبان سے آشنا نہ تھے مگر آج عبرانی انجیل ناپید ہے۔ اب اس کے یونانی ترجمہ کو اصل بتانے لگ گئے ہیں۔ مگر یہ اب تک تحقیق نہیں ہوا کہ مترجم کون تھا اور ترجمہ کی صحت کا ذمہ دار کون ہے۔

انجیل یوحنا کو لاہوتی انجیل کہا جاتا ہے مگر جب مصنف کی بابت تحقیق کیا جاتا ہے تو مصنف کا وجود مختلف شبہات کی ظلمات میں پوشیدہ ہے۔

لوقا کو اپنی انجیل کی بابت دعوی ہے کہ وہ بالتزام صحت لکھی گئی۔ مگر علماء مسیحی اربعہ اناجیل میں سے اسی کو زیادہ ضعیف اور غیر معتبر قرار دیتے ہیں۔

مرقس نے خود کچھ بھی نہیں دیکھا۔ اس نے جن لوگوں سے سنکر لکھا۔ اُن کا نام نہیں بتلاتا۔

دُنیا کی تمام آسمانی کتابوں کا یہی حال ہے۔

آگے بڑھو تو معلوم ہوگا کہ قدرت ربانیہ نے ان کی حفاظت کو خود چھوڑ دیا ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ جتنی کتابوں کے آسمانی و الہامی ہونے کا دعوٰی کبھی کسی وقت میں اور کسی ملک و قوم میں کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کتابوں کی اصلی زبان اور لغت کو دنیا سے ناپید کر دیا ہے کہ نہ وہ بولی۔ وہ زبان۔ وہ لغت دنیا پر باقی رہے گی اور نہ وہ کتاب عام طور پر پڑھی اور سنی سنائی جائے گی۔

بالمقابل اس کے قرآن مجید صحف الہیہ کو دیکھو کہ فاتحہ سے لیکر والناس تک اُسکا

ایک ایک لفظ اور ہر ایک لفظ کی ایک ایک کسرہ و فتحہ و ضمہ و جزم و تشدید تک متواتر ہیں۔ جملہ فرق اسلامیہ میں مسلّمہ ہیں متفقہ ہیں۔ عربی زبان نہ صرف اپنی مستقر و مہبط وحی میں قائم۔ رائج۔ محکم و نافذ ہے بلکہ اُسکے دست راست و دست چپ کے ممالک بھی عربی زبان کا گہوارہ بن گئے ہیں۔ مصر و شام کے باشندوں کی زبان عربی ہے۔

ان ممالک کے رہنے والے خواہ عیسائی ہیں۔ خواہ یہودی۔ خواہ قبطی ہیں۔ خواہ لبنانی و دروشنی مگر زبان سب کی عربی ہے۔

یہ وہ قدرت کے محکم انتظامات ہیں جو قدرت بشریہ سے ارفع و اعلیٰ ہیں کہ قرآن مجید چین کی انتہائی مشرق سے لے کر مغرب اقصےٰ کے انتہائی کناروں تک ایک ہی طرز تحریر۔ ایک ہی رسم الخط میں حرف بحرف متفق و متحد الفاظ میں پایا جاتا ہے۔

وہی قرآن مجید قطب شمالی سے قطب جنوبی تک حفاظ و علماء کی زبان پر اُسی طرح جاری ہے جیسے خاص مکہ و مدینہ میں۔ یہ جملہ انتظامات اسی مالک کے ہیں جو اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْن کا اعلان کرنے والا ہے۔ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو لکھنے پڑھنے سے بھی فارغ تھے۔

ہاں اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جو کتاب حفیظ کا مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جس نے سقف مرفوع کو شیطان مارد کی دسترس سے محفوظ بنایا ہے

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جو مومن کی جان و ایمان کی حفاظت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے جس نے کراماً کاتبین کو انسان کے اقوال و اعمال کا محافظ بنا دیا ہے

اِسی اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے مال و اولاد اور جان و ایمان کو اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں دے دیں۔ نفس و شیطان سے الگ ہو کر ربانی پناہ میں داخل ہو جائیں اور اس چار سوئے عدم میں جہاں انسان اکیلا آیا اور جہاں سے اکیلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو حافظ و محافظ سمجھیں۔ تاکہ جملہ بلیات و آفات ارضی و سماوی۔ مادی و روحی سے محفوظ رہیں

۷۵
الکفیل

کِفْل: حصّہ۔ بہرہ، قرآن مجید میں ہے:

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا (الحدید ع ۴)	"اے ایمان والو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالےٰ تم کو اپنی رحمت کے دو چند حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے نور مقرر کر دے گا۔"

کِفْل ـــ کسی کی ذمہ داری لینا۔ تعہد کرنا۔ قرآن پاک میں ہے، وَکَفَّلَھَا زَکَرِیَّا۔ یعنی زکریا علیہ السلام کو مریم علیہا السلام کی غور و پرداخت اور تربیت و نگہداشت کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

کفیل وہ ہے جو دُوسرے کی ضروریات پُورا کرنے کی ذمّہ داری اپنے اُوپر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کفیل ہے۔ وہی ہماری حاجات کو پُورا کرتا۔ وہی ہماری مرادات کو بر لاتا۔ وہی ہماری ضروریات کو مہیا فرماتا۔ وہی ہمارے مقاصد و مطالب کو مکمل فرماتا۔ اسی پر ہمارا وثوق و اعتماد ہے۔ وہی ہمارا ملجا و منجا و ماویٰ ہے۔ ہمارے رزق۔ ہماری عمر اسی کی کفالت میں ہیں۔ ہمارے جان و ایمان کا وہی کفیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے بڑھ کر اور کس کی ضمانت ہوسکتی ہے!

اللہ تعالیٰ کی کفالت سے بڑھ کر اور کس کی کفالت ہوسکتی ہے!

مبارک ہیں وہ لوگ جو زخارف دنیوی اور مال دنی کی کفالت کو ہیچ سمجھتے ہیں بلکہ ہر کام میں اور ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز و کارفرما اور کفیل سمجھتے ہیں۔

۷۶
الشّاکر جلّ شانہٗ

شکر کے معنی وضع لغت میں اس فربہی اور تیاری کو کہتے ہیں جو حیوان کے جسم پر عمدہ

عمدہ غذاؤں کے استعمال سے نمایاں ہو جاتی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے: حتّٰی اِنَّ الدَّوَابّ لَتَشْکُرُ مِنْ لُحُوْمِھِمْ

شکر کے معنی قبولیت و رضامندی ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کے فعل کو یا خدمت کو قبول کرتا، اور اس پر رضامند ہو جاتا ہے تو اسے لفظ شکر کے استعمال سے ظاہر کیا جاتا ہے وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا — تمہاری کوششوں کو منظور کر لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ اپنے بندوں کی خدمات و طاعات کو قبول فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمال حسنہ سے رضامند ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ بندوں کی شکر گزاری کو شرف اجابت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور وہ بندوں کی شکر گزاری پر نعمت مزید اور مزیت جاوید عطا فرماتا ہے۔

شُکر

جب بندہ کیطرف سے ہو۔ تب وہ ارکانِ خمسہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۔ شکر گزار کا صاحبِ نعمت کے سامنے اظہارِ خضوع و خشوع۔

۲۔ شکر گزار کا صاحبِ نعمت سے محبت رکھنا۔

۳۔ اعترافِ نعمت کرنا۔

۴۔ نعمت کے بعد مصروفِ ثنا رہنا۔

۵۔ نعمت کا استعمال صاحبِ نعمت کی مرضی کے خلاف نہ کرنا۔

بزرگانِ دین کے اقوال بھی شکر کے متعلق شنیدنی ہیں:

داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: الٰہی میں تیرا شکر کیونکر کر سکتا ہوں۔ شکر کی طاقت بھی تو ہی عطا فرماتا ہے اور یہ نعمت مزید ہے اور شکر مزید کی خواہاں ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا — ہاں اب تو شکر گزار تھا۔

ابو عثمان کا قول ہے۔ شکر نعمت یہ ہے کہ تم کو شکر نعمت کے ادا نہ کر سکنے کا عجز معلوم ہو جائے

جنید بغدادی کا قول ہے: شکر نعمت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو اس نعمت کے قابل نہ سمجھ۔

شبلی فرماتے ہیں۔ شکر نعمت یہ ہے کہ نعمت دہندہ کو دیکھو اور نعمت کو نہ دیکھو۔ حدیث

صحیح میں ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ مجھے تم سے محبت ہے لہذا تم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا مت بھولنا۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ط

ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ۔ وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ۔ وَاھْدِنِیْ وَیَسِّرِ الْھُدٰی لِیْ۔ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَكَ شَکَّارًا۔ لَكَ ذَکَّارًا۔ لَكَ رَاھِبًا لَكَ مِطْوَاعًا لَكَ مُخْبِتًا اِلَیْكَ اَوَّاھًا مُّنِیْبًا۔ رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ۔ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ۔ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَةَ صَدْرِیْ۔

"اے اللہ میری مدد فرما اور نہ مدد کر میرے خلاف اور نصرت فرما میری اور نہ نصرت کر میرے خلاف اور تدبیر فرما میرے لئے اور نہ تدبیر کر میرے خلاف اور مجھے سیدھی راہ چلا اور ہدایت میرے لئے میسّر فرما اور میری مدد فرما اس شخص پر جو مجھ پر بغاوت کرے۔ اے رب میرے مجھے اپنا شکر گزار بنا۔ اپنا ذکر کرنے والا بنا اور اپنے سے ڈرنے والا بنا اور اپنا تابعدار بنا اور اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا اور تیرے خوف سے آہیں بھرتے اور رجوع کرنے والا بنا۔ اے میرے رب میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھو ڈال اور میری دعا قبول فرما اور حجت ثابت فرما میرے دل کو سیدھی راہ دکھا۔ میری زبان درست کر اور میرے سینے سے [کینہ نکال دے]

۷۷
اَلْاَکْرَمُ جل شانہٗ

کرم وہ شرف اور بزرگی ہے جو کسی شے کو اپنی جنس میں حاصل ہو سکتی ہے۔
دیکھو نباتات کے لئے وَاَنْۢبَتْنَا فِیْھَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ
مکانات کے لئے وَزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ

گفتگو کے لئے وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا

قرآن مجید کے لئے إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ

اجر کے لئے فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرًا كَرِيمًا

فرشتوں کے لئے كِرَامًا كَاتِبِينَ

حاملانِ وحی کے لئے بِأَيْدِي سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ

اس سے معلوم ہوا کہ اَکْرَمُ کے معنی رب العالمین کی ذات میں وہ علو اور عظمت ہے جو اسی کی شان کے شایان ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور تمام عالم اسی کے جود و کرم کا ریزہ خوار ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور ہر ایک شئے کو شرف ونجات اسی کی بارگاہ سے عطا ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی نے رسولِ کریم کو شرف جاہ وکرم نفس سے ممتاز فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی کے جود و نوال سے انسان کو صورتِ زیبا۔ سیرتِ رضیہ حاصل ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہے اور اسی کا غنا و کرم سب کو ناز و نعم عطا فرماتا ہے

یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم تھا جس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا میں مکرّم و معظّم ہونے کا منصب عطا فرمایا۔

یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے۔ جس نے ہم لوگوں کے لئے کتاب کریم نازل فرمائی ہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے کے لئے لازم ہے کہ خود کو اُس کریم کے در کا گدا بنائے۔ عزتُ اکرام جاہ و احتشام اسی میں سمجھے کہ وہ ادنیٰ فقیر اُس آستانہ کا ہے۔

۷۸

اَلْاَعْلٰی جل شانہٗ

اسمِ پاک اَلْعَلِیُّ کے تحت میں بحث ہو چکی ہے۔ یہ اسم عُلُوّ سے ہے۔

اَعْلٰی وہ ہے کہ ملاءِ اعلیٰ بھی جس کی خشیت سے لرزاں و ترساں ہیں۔ اَعْلٰی وہ ہے کہ ہر ایک شریک سے برتر ہے۔ وہ اسی فعل کو قبول فرماتا ہے جو خالصتہً اسی کی ابتغاء وجہ کے لئے

کیا جاوے ۔ اسی عبادت کو منظور فرماتا ہے جو اسی کی رضوان کے لئے ادا کی جائے ۔ اس کی شان اس سے برتر و اعلیٰ ہے کہ اسکی قدرت یا حکم یا ربوبیت میں کسی کو ذرا بھی ساجھا حاصل ہو ۔

فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ـــ اللہ جو سچا بادشاہ ہے وہ نہایت بلند نہایت اعلیٰ ہے

اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے لئے مثال بھی بلند سے بلند ہونی چاہئے ۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى

اللہ تبارک اسمہ ہی وہ اعلیٰ ہے جو اہلِ ایمان کو برتری بخشتا اور امن و اطمینان عطا فرماتا ہے

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔

اللہ تبارک اسمہ ہی وہ اعلیٰ ہے جو علو فساد کو بندوں میں پسند نہیں فرماتا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کو تسبیح سجدہ قرار دیا ہے ۔ غور سے دیکھنا چاہیئے کہ جسوقت مومن کا سر ۔ چہرہ اور ناک زمین سے لگے ہوتے ہیں اس وقت اور اُس حالت سے بڑھکر اور کوئی شکل ذلت و عاجزی کی نہیں ہوتی ۔ لہٰذا اس تسبیح کے معنی یہ ہوئے بندۂ ادنیٰ کو رب اعلیٰ کے حضور میں ذلیل سے ذلیل شکل میں پیش ہونا چاہیئے ۔ یہی صورت ہماری بلندیٔ درجات کی موجب ہے اور یہی ذلت ظاہری فی الواقع ارتقائے روح کی معراج ہے ۔

اللہ کے بندے سینکڑوں ایسے ہیں جو سجدہ میں زمین پر گر جانے کے بعد ایسی ذلت، ایسی کیفیت حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کی کسی نعمت کسی شے میں اس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں ۔

سر بزمین درست بردن و بر داشتن
نے بطریقیت درست نے بحقیقت روا

۷۹
الخلاق جل شانہٗ

باب اول میں الخالق ؏ پر شرح لکھی جا چکی ہے ۔ خلاق خلق ہی سے مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ قرآن پاک میں یہ اسم دو جگہ آیا ہے ۔

سورہ حجر ع ۶ میں ہے ؛ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ

سورہ یٰس ع ۵ میں ہے ؛ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ

ہر دو مقامات پر خلاق کو اسم علیم کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ خلق کی صفت

میں کمال تام اُسی ذات کو حاصل ہو سکتا ہے جو علم تام کا بھی مالک ہو۔

اللہ تعالےٰ خلاق ہے۔ یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ (زمر ع ۱) " تم کو تمہاری ماؤں کے شکموں میں بناتا ہے: ایک بناوٹ کے بعد دوسری اور تیسری۔ اس جگہ جہاں تین تین تاریکیاں (پیٹ۔ رحم اور مشیمہ کی) ہوتی ہیں۔

اللہ تعالےٰ خلاق ہے۔ پیدائش انسان کو اس نے آیت ذیل میں ظاہر فرمایا ہے:-

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۔ (مومنون ع ۱)

" ہم نے (پہلے انسان کو صاف مٹی سے بنایا پھر انسان کی خلقت کو پانی سے بنایا جو رحم میں ٹھہرے پھر نطفہ کو جونک جیسا بنایا۔ پھر اُسے لوتھڑا گوشت کا کر دیا۔ پھر اُس میں ہڈیاں پیدا کر دیں۔ پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت کا لباس پہنا دیا۔ پھر پیدائش کے اگلے درجہ تک ہم نے اُسے بڑھایا — بے شک بڑی برکتوں کا دینے والا وہ جو تمام صورت گروں سے بہتر اور پاکیزہ تر مخلوق پیدا کرتا ہے "

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (سورۃ الملک ع ۱)

" آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا اللہ کی بنائی ہوئی کسی شے میں تم کوئی تفاوت نہیں پاؤ گے "

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (سورہ بقرہ ع ۳)

" اللہ وہ ہے جس نے زمین سب کی سب چیزوں کو (آپ انسانوں کے نفع اور فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۔ (یٰس ع ۳)

پاک ہے وہ ذات جس نے ان سب چیزوں کو بھی جوڑا جوڑا بنایا۔ جن کو زمین اُگاتی ہے اور انسانوں کو بھی جوڑا جوڑا بنایا اور ان چیزوں کو بھی جن کو اب تک یہ لوگ نہیں جانتے۔

خلقت و پیدائش کی جن انواع واقسام کا ان آیات میں ذکر ہے اس کی صحیح کیفیت مختلف علوم پر عبور کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن ایک سرسری نگاہ سے دیکھنے والا انسان بھی اگر مختلف مخلوقات کا ذرا سا تصور کرے تو اُسے اللہ تعالےٰ کی خلاقی کا تھوڑا بہت عرفان ہو سکتا ہے۔

لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے نُور سے بنایا۔

لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے نار سے بنایا۔

لاتعداد مخلوق وہ ہے جسے خاک سے بنایا۔

لاتعداد مخلُوق وہ ہے جو ہوا میں اُڑنے والی ہے۔

لاتعداد مخلوق وُہ ہے جو پانی کے اندر جینے والی ہے۔

لاتعداد مخلوق وہ ہے جو سطح ارض پر رہتی ہے۔

لاتعداد مخلوق زمین کے اندر اپنے گھر بناتی ہے۔

لاتعداد مخلوق چارپائے کے نام سے مشہور ہے۔

لاتعداد مخلوق صرف دو پاؤں پر چلتی ہے۔

پھر ہر ایک کے تحت میں سینکڑوں اصناف و اقسام ہیں۔

ہر ایک کی طبائع و خواص الگ۔ ہر ایک کی غذا الگ۔ ہر ایک کا مقصدِ زندگی جُدا۔ علم وادراک میں۔ نشو ونما میں۔ توالد و تناسل میں۔ حیات و ممات میں سب کے طبقات جُدا جُدا ہیں۔

اس ادنیٰ تصوّر کے بعد معلوم ہو جائیگا کہ وہ مالک کتنا بڑا خلاّق ہے اور ہر ایک مخلوق کیساتھ اُسکا علم کتنا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ مبارک ہے وہ انسان جو ایسے خالق کا بندہ ہے جو ایسے مالک کا فرمانبردار ہے۔

اس اسم کے متعلق یہ دُعا یاد رکھنی چاہیئے :

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ خَلاَّقٌ عَظِیْمٌ۔ اِنَّکَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اِنَّکَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ الْبَرُّ الْجَوَّادُ الْکَرِیْمُ اغْفِرْ لِیْ	"یا اللہ تو بہت بڑا خلاّق ہے تو سمیع ہے علیم ہے۔ غفور ہے۔ رحیم ہے۔ عرش عظیم کا پالنے والا ہے۔ تو برّ اور جوّاد اور کریم ہے۔ مجھے معاف کر دے۔ مجھ پر رحم کر۔ مجھے عافیت دے۔ مجھے رزق دے

وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاسْتُرْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَارْفَعْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَلَا تُضِلَّنِیْ وَادْخِلْنِیْ الْجَنَّۃَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔	"میری پردہ پوشی کر۔ میری دل شکستگی کو دُور کر دے مجھے بلندی عطا فرما۔ مجھے راہنمائی فرما۔ مجھے گمراہ نہ کر۔ مجھے جنت میں داخل کر۔ اے سب سے بڑھ کر رحم کرنیوالے۔ اپنی رحمت سے رحم فرما۔"

۸۰ اَلْمَوْلیٰ جل شانہٗ

وَلَاَ سے ہے۔ وَلَاَ کے معنی وہ تعلق ہے جو دو چیزوں کے درمیان ہو۔ اس لفظ کا استعمال مکان یا نسب یا دین کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

انسانوں میں لفظ مَوْلیٰ کا اطلاق ابن العم۔ حلیف۔ آزاد شدہ غلام۔ آزاد کنندہ غلام۔ اور ہمسایہ پر کیا جاتا ہے۔ یعنی ہر ایک وہ شخص جو ایک دوسرے کے کام کاج میں مدد دے ایک دوسرے کا مولیٰ ہے۔

ابن العم کے معنی میں ہے۔

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ : "میں اپنے چچیرے بھائیوں سے ڈرتا ہوں"

آزاد شدہ غلاموں کے متعلق :

فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ : "وہ تمہارے دینی بھائی اور مولے ہیں"

اہل نسب کے متعلق :

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (نساء ع ۵)

"ہم نے ہر ایک کے نسب والے مقرر کر دیئے ہیں"

اللہ تعالیٰ کا بندوں سے تعلق بذریعہ وَلَاَ ہے جسکے معنی محبت و نصرت اور صداقت ہیں قرآن مجید نے لفظ ولاَ کا استعمال ہر دو جانب کیا ہے، بندوں کو اللہ تعالیٰ کی ولاَ حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کو بندوں سے ولاَ ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔	"اللہ کے اولیاء کو نہ خوف ہوگا نہ حزن ہوگا۔"

اَللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ - "اللہ مومنوں کا ولی ہے"

مگر لفظ مولیٰ اس معنی میں زیادہ خاص ہے۔ یعنی مومن کو ولی کا خطاب تو ملا۔ مگر مولیٰ کا خطاب نہیں یعنی قرآن مجید میں یہ نہیں آتا کہ مومن اللہ کے مولیٰ بھی ہیں۔ بلکہ قرآن پاک میں اِنَّ اللّٰهَ مَوْلَاهُ واقع ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول کا بھی مولیٰ ہے اور مومنین کا بھی مولےٰ ہے۔

اس مثال سے معنی زیادہ صاف ہو جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ مولےٰ ہے اور وہی ہمارا کارساز ہے۔

اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور وہی سچے صحیح معنی میں ہمارا آقا ہے۔ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ

اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور تمام مخلوق کو اس کے غلام ہونے کی عزت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور ایک دن آنے والا ہے جب هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ - سچی ولایت الٰہی کی اس روز ہو گی۔

اللہ تعالےٰ مولیٰ ہے اور اسی کی بہترین اعانت و نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ وہی نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ہے۔

اللہ تعالیٰ مولیٰ ہے اور اس نے کفار و مومنین کے درمیان عدم موالات کا حکم دیا ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران ع ۳)

کمال ایمان یہی ہے کہ خود کو اللہ تعالےٰ کی تولیت میں سپرد کر دے۔ موالات و عدم موالات کا حصر مالک کی خوشنودی و رضوان پر رکھے۔

۸۱ - اَلنَّصِيْرُ جل شانہٗ

نصر و نصرت بمعنی عون و مدد ہے۔ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت اور اللہ کی جانب سے بندہ کی نصرت۔ لفظ کا اطلاق بہر دو جانب ہوا ہے۔ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت۔

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ "تم اللہ کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت کرے گا اے لوگو اللہ کے انصار بن جاؤ!"
كُوْنُوْا اَنْصَارَ اللّٰهِ

اب یاد رکھنا چاہیئے کہ بندہ کی جانب سے اللہ کی نصرت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ والے بندوں میں باہمی نصرت و امداد قائم ہو جائے ۔ ایک دوسرے کا کام بنانے میں باہمی امداد کریں اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت حدود الٰہی کی رعایت ۔ پابندی احکام اور نفرت از نواہی یہ سب نصرت کے معنی میں داخل ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کی بندہ کو نصرت کے معنی تو صاف اور واضح ہیں ۔

اِلَّا تَنۡصُرُوۡهُ فَقَدۡ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذۡ اَخۡرَجَهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثَانِیَ اثۡنَيۡنِ اِذۡ هُمَا فِى الۡغَارِ (توبہ ع ۶)

" اگر تم رسول کی مدد نہیں کرتے تو اللہ نے تو اس کی مدد اس وقت ضرور کی جب کافروں نے اُسے نکال دیا تھا اور اس وقت رسول دو میں سے دوسرا تھا اور وہ دونوں غار کے اندر رہتے تھے ۔

یہ نصرت الٰہیہ کا نمونہ تھا کہ نبی و صدّیق دونوں غار کے اندر ہیں ۔ کفار سر پر آ گئے ہیں حتٰے کہ صدیق و رسول اُن سب کو دیکھ رہے ہیں ۔ مگر ان دونوں کو دیکھنے سے سب کی آنکھیں کور ہیں ۔ ڈیڑھ ہزار فٹ کی بلندی کے پہاڑ پر تو سب چڑھ آئے ہیں ۔ مگر دس فٹ کی گہرائی کے غار کو کوئی بھی تاک جھانک کر نہیں دیکھتا ۔ عنکبوت کا دامن غار پر جالا تن دینا خواہ روایتہً کیسا ہی ضعیف ہو مگر قدرت الٰہیہ کا خود اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دینا تو بالکل صحیح ہے اور یہ معجزہ کی اعلیٰ قسم ہے ۔ اوٹ کی چیز کا نظر نہ آنا معمولی بات ہے ۔ مگر اوٹ نہ ہو اور صحیح و تندرست آنکھ سامنے کی چیز کو نہ دیکھ سکے ۔ نصرت الٰہی کی واضح مثال ہے ۔

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۔ (نصر)

" جب اللہ کی نصرت اور فتح پہنچی اور آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ کے دین میں سب ہی اقسام کے لوگ فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں ۔"

اہل دنیا کی فتح حاصل کرنے کا نتیجہ کسی ملک کا قبضہ میں آ جانا ۔ چند نفوس کا داخل رعایا ہو جانا قفل زدہ قلوب کا کھل جانا ۔ دین الٰہی کا دلوں پر قابض ہو جانا ہے ۔ وہ نصرت الٰہی اور فتح ربانی کا جو سیدنا و مولٰنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ساتھ تھی ۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ الناس یعنی نوع بشر کی مختلف اصناف میں دین الٰہی داخل ہو گیا تھا ۔

یہود کو دیکھو کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ - امام یہود کے علاوہ مندرجہ ذیل سرداران یہود بھی غاشیہ بردار اسلام ہیں -

شمعون بن یزید - عبدالرحمٰن بن زبیر - کعب بن سلیم - مازن بن عضنویہ - عطیہ رضی اللہ عنہم -

نصاریٰ کو دیکھو کہ عدی بن حاتم - عروہ بن مسعود بن اوس عمر بن المسیح بن کعب - قیس بن جحدر - ہلب الطائی - ابو مریم نذیر عنسانی وغیرہ -

ابناء فارس میں	فیروز دیلمی - باذان - سلمان پارسی
فرزندان حبش	بلال بن رباح - نابل حبشی - ابو ایمن وغیرہ - اصمعہ شاہ حبش
اہل روم	صہیب رومی - باقوم افریقی -
اہل قبط	جبیر بن عبداللہ
اہل عک	بشیر بن جابر
اہل نمیر	قرہ بن دعموص - نمر بن تولب العکلی
اہل حضرموت	عبدالرحمٰن بن عائش - مخرمہ بن شریح
اہل نجد میں	ثمامہ بن اثال

بہت بہت لوگ ہیں کہ نصرت الٰہیہ نے ان کو دربار محمدی میں حاضر کر دیا تھا، اور اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت وہ کام کرتی ہے جو زر و مال - قوت بازو - فکر و تدبیر سے ہرگز ہرگز پورے نہیں ہو سکتے -

یہ نصرت الٰہیہ تھی - جس نے شب تاریں اہل یثرب کے چند نفوس کو اقتباس انوار کا موقع عطا فرمایا اور وہ آئندہ کے لئے انصار اور ان کا شہر مدینۃ الرسول کے نام سے مشہور ہوا

اللہ تعالیٰ نصیر ہے اور اس کی نصرت کا ظہور بشکل ہدایت ہوتا ہے وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا -

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے اور اس کی نصرت بشکل ولایت دستگیر عباد ہوتی ہے -

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے - ظالم و مشرک - نافرمان و سرکش اس نصرت سے محروم رہتے ہیں -

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہے - اس کی نصرت سینہ کھول دیتی ہے - قلب میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے - اطمینان و سکون کا نزول ہوتا ہے - سکینہ کا تمکن ہوتا ہے - مصائب دنیا نگاہ میں خفیف

ہو جاتی ہیں۔ اعتماد و وثوق فرشتے بنکر اہلِ ایمان ہیں ثباتِ قدم اور قرارِ دل پیدا کرتے ہیں فتح مبین نصرِ عزیز اہلِ ایمان کے یمین و یسار کو گھیر لیتے ہیں اور اس وقت کمزور سے کمزور بندہ ایسے ایسے نمایاں کام کر گزرتا ہے جس کے سرانجام دینے سے بڑے بڑے شاہ دحکمران عاجز ہوتے ہیں۔

اس اسم پاک سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ صرف اللہ تعالٰے ہی کی نصرت و رعایت کا ملتجی رہے کشود کار اسی کے ہاتھ میں سمجھے۔ یہ دعا یاد کر لینی چاہیئے۔

اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَ عَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَ زِدْنِیْ عِلْمًا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ حَالِ اَھْلِ النَّارِ اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَیْبِ وَقُدْرَتِكَ عَلَی الْخَلْقِ اَحْیِنِیْ مَا عَلِمْتَ الْحَیٰوۃَ خَیْرًا لِّیْ وَ تَوَفَّنِیْ اِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاۃَ خَیْرًا لِّیْ۔	"یا اللہ جو کچھ تو نے مجھے علم دیا ہے اُس سے نفع بھی عطا کر اور جو چیز میرے نفع کی ہے اس کا علم عطا کر اور مجھے علم میں ترقی دیا کر ہر حالت میں اللہ کا شکر ہے اور جہنمیوں کے حال سے اللہ کی پناہ ہے یا اللہ اپنے علم غیب اور قدرت کی طفیل مجھے زندہ رکھ۔ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو۔ مجھے وفات دے جب تیرے علم میں وفات میرے لئے بہتر ہو۔

۸۲
اَلْاِلٰہُ جلّ جلالہ

اللہ تعالٰے کا اسم جلالت اَللّٰہ ہے لیکن اِلٰہُ بھی اسی کا ذاتی نام ہے۔ بعض نے تو لفظ اَللّٰہ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اس پر الف و لام تعریف داخل شدہ ہے گو اب کثرتِ استعمال سے وہ خود مغس کلمہ بن گیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ "اِلٰہ" ہمارے مالک کا ذاتی اسم ہے کلمہ طیب میں اور دیگر اکثر مقامات پر اس اسم کا استعمال بحالتِ نفی ہوا ہے۔ غور کرو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ	" نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے "
وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ	" اللہ کے ساتھ کسی اور کو الٰہ نہ ٹھہراؤ۔
الٓمّٓ۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (آلعمران)	" نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے "

لیکن بحالتِ اثبات بھی اس اسم پاک کا استعمال قرآن حمید میں بکثرت ہوا ہے اور اسی لئے ضروری ہے کہ اسماء حسنیٰ کے ذیل میں اس کا جداگانہ شمار رکھا جائے۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (بقرہ ۱۷۔ ابراہیم و نحل) "تمہارا تو وہی واحد الٰہ ہے"

وَهُوَ الَّذِىْ فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِى الْاَرْضِ اِلٰهٌ (زخرف ۹) "وہی ہے جو آسمان میں الٰہ ہے اور جو زمین میں الٰہ ہے۔"

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ۔ "الٰہ تو ہے تیرے سوا اور کوئی الٰہ نہیں۔"

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ (بقرہ۔ ۱۴) "تیرے الٰہ کی اور تیرے آباؤ اجداد کے الٰہ کی ہم عبادت کیا کریں گے۔"

اس اسم کے خصائص میں سے ہے کہ عبادت۔ دعوت۔ وحدت کو اس سے خاص تعلق ہے۔ جہاں کہیں یہ اسم ہوگا۔ صفاتِ بالا میں سے کسی نہ کسی صفت کا ظہور اس جگہ ضرور ہوگا۔ اس اسم سے تخلق پیدا نہیں ہوسکتا۔ البتہ تعلق پیدا ہوسکتا ہے۔ تعلق پیدا کرنے کے لئے اول اعتقادِ وحدت ضروری ہے۔ پھر دعوت ہو تو اسی نام کی ہو۔ عبادت ہو تو اسی نام کی۔ یہ اسم پاک تفرید و توحید میں ایک خاص شان رکھتا ہے۔ شرکِ جلی تو کیا شرکِ خفی بھی اس کی بارگاہ میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ توحید اور وہ بھی نہایت خالص تفرید، اور وہ بھی نہایت صادق۔ جب بندہ کو حاصل ہو جائے۔ تب اس پاک اسم کے انوار متجلّی ہوتے ہیں۔ بندہ کی انانیت گم ہوجاتی ہے۔ اور عبودیت وضوح تام کے ساتھ نمایاں ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد عرفانِ صحیح اور یقینِ تام کا فیضان شروع ہوجاتا ہے اور انہی دو شہپروں کے ساتھ بندہ کو "ترقی پر ترقی"۔ عروج پر عروج ملتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ عبدِ کامل امام الرسل محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا تاج اسے پہنا دیا جاتا اور وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کے تخت پر متمکن کر دیا جاتا ہے۔

مبارک ہے وہ انسان جسے اللہ تعالےٰ ایسا فائز المرام فرمائے۔

۸۳— الْعَلَّامُ جلّ شانہٗ

قرآن مجید میں تین جگہ (مائدہ۔ توبہ۔ سبا) میں آیا ہے اور ہر سہ جگہ باضافت

علّام الغیوب فرمایا گیا ہے۔ باب اول میں اسم العلیم ۱۹ کی شرح موجود ہے۔ علّام علم سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور علیم صفت مشبہ کا۔

اب یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ صفت مشبّہ یہ ہے جس کا تعلّق مطلقاً ذات و وصف سے ہوتا ہے اور اس میں زمان و مکان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لئے صفت مشبّہ میں استقرار و دوام ہوتا ہے۔

فَعِیل صفت مشبّہ کے اوزان میں سے ہے[1]۔ مبالغہ میں موصوف کا اس صفت سے بکثرت موصوف ہونا مراد ہوتا ہے۔ فَعّال اوزان مبالغہ میں سے ہے اور عَلّام جو اس کے وزن پر ہے۔ ظاہر کرتا ہے کہ صفتِ علم کا رب العالمین کی ذاتِ پاک کے ساتھ بکثرت ارتباط ہے۔

لہٰذا عَلِیم اور عَلّام بالاستقلال دو اسم ہوئے۔

اسم عَلّام کا غیوب کیطرف مضاف ہونا دراصل معنی علم کا وضوح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم نہ محتاج مادہ ہے اور نہ مفتقر معلوم ہے

اہل منطق علم کی تقسیم تصور و تصدیق پر کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا علم تو نہ حدوث کیفیت پر ہے اور نہ اثر معلوم کے حصول پر۔ اس کے علم پر اتحاد معلوم لازم نہیں آتا وہ شائبہ اکتساب سے پاک نزہ ہے اور اس لئے ماضی و حال و استقبال پر اُسکا علم یکساں ہے۔ انسان کا عالم اشیاء موجودہ و غائبہ کے ساتھ جداگانہ نسبت رکھتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا علم ایسی تفریق و تحدید سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان لانا لازم ہے۔

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا کی تلاوت انسان پر افادہ علوم بھی کرتی ہے۔ اور اس حیرت و ضلالت سے بھی رہائی دلاتی ہے۔ جو علم کی بحث میں منطقیوں اور فلاسفروں وغیرہ کو لاحق ہوتی ہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اپنے باطن کو علّام الغیوب کے لئے

---

[1] صفت مشبّہ عموماً ابواب ثلاثی مجرّد سے آتی ہے۔ ہاں اگر دلالت فعل کسی رنگ یا عیب یا حلیہ پر ہو تب صفت مشبّہ کا بوزن افعل ہونا ضروری ہوتا ہے۔ دیکھو اسود۔ اعرج۔ ابلج

کم از کم اتنا درست تو بنالیں جتنا اپنے ظاہر کو ہم جنسوں کی نظر ظاہر بین کے سامنے درست بنا لیا کرتے ہیں۔

۸۴

اَلْقَاهِرُ جلّ جلالہٗ

قہر کے معنی غلبہ و چیرگی ہیں اور قاہر پہاڑ کی بلند ترین چوٹی کو بھی کہہ دیا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ قاہر ہے کیونکہ اُسے تمام مخلوق پر غلبہ تام حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ قاہر ہے کیونکہ بلندی ذات اور برتری صفات میں کوئی مخلوق اس کے برابر کی نہیں۔

اللہ تعالیٰ قاہر ہے کیونکہ اس کے حکم کے سامنے سب کے سب سرافگندہ و عاجز ہیں۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ " وہ اپنے سب بندوں پر غالب ہے "

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو غلبہ و طاقت کے وقت ضعفاء پر رحم کرنا چاہیئے ــــ

ابو درداء صحابی کہتے ہیں کہ وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ عقب سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم آگئے ــــ فرمایا تیرا رب تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تجھ کو اپنے غلام پر ہے۔ یہ سنکر وہ زمین پر گر گئے۔ غلام سے کہا کہ اپنا پاؤں معہ اپنے جوتا کے میرے رخسار پر رکھ دے۔ تب جاہلیت کی بُو میرے دماغ سے نکلے گی۔

اَلْقَهَّارُ کی شرح باب اول میں پڑھو۔

۸۵

اَلْغَافِرُ جلّ شانہٗ

غفر: کے لغوی معنی چھپانا۔ ڈھانپنا ہے۔

محاورہ ہے۔ اِغْفِرْ ثَوْبَكَ فِي الْوِعَاءِ۔ کپڑے کو صندوق میں رکھ دو۔

اُصْبُغْ ثَوْبَكَ فَاِنَّهٗ مِغْفَرٌ: کپڑا رنگ لو۔ وہ مَیل کو چھپا لیتا ہے۔

مِغْفَر: خود آہنی جو سر کو ڈھانپ لے۔

غِفارہ : وہ رومال جو عورتیں سر پر ڈال لیتی ہیں کہ اوڑھنی چکنی نہ ہونے پائے۔

غفرِ ذنوب : اللہ تعالیٰ کا گناہوں پر پردہ ڈال دینا۔ ستاری فرمانا۔ معاف کر دینا۔ اعمالنامہ سے دور کر دینا۔

قرآن مجید میں غافِرِ الذَّنبِ باضافت صرف ایک مقام پر آیا ہے۔ دیگر مقامات پر غفور و غفار کا استعمال ہوا ہے۔ جن کی شرح باب اول میں ہے۔ ہر سہ اسماء کا فرق بھی اسی جگہ تحریر ہے

مغفرت و غفران اللہ تعالیٰ کی صفتِ خاص ہے۔ دنیا میں اقبالِ جرم کے بعد پولیس و عدالت مجرم کو ماخوذ کرتی۔ سزا دیتی ہے۔ رب العالمین بندہ کو جب کہ وہ اعترافِ گناہ کرے معاف فرما دیتا ہے۔

وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللهُ "اللہ کے سوا گناہوں کو اور کون معاف کر سکتا ہے"

۸۶

الفَاطِرُ جل شانہ

فَطْر۔ ابداع۔ پیدائشِ اوّلین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میرے پاس دو بدوی آئے وہ ایک دہنہ چاہ کی ملکیت کے دعویدار تھے۔ ان میں ایک بولا۔ أَنَا فَطَرْتُهَا : میں نے اسکا پاڑ کھودا تھا۔

فِطْرَةَ اللهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا "وہ معرفت صحیحہ جو انسان کی بناوٹ میں ہے"

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ "وہ مالک ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر بنا دیا"

اللہ تعالیٰ فاطر ہے۔ وہی خالقِ فطرت ہے۔ وہی قانونِ تخمیر کا بنانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فاطر ہے اور اس کی پیدائش میں ذرا سا بھی فطور نہیں دیکھا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فاطر ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، اور اسی کے حکم سے ان میں انفطار پیدا ہوگا۔ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ "جب آسمان میں شگاف پڑ جاویں گے"۔

اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا۔ وہی مٹانے والا ہے۔

مخلوق میں سے نہ تو کسی میں آسمان جیسی شے پیدا کرنے کی طاقت ہے اور نہ کسی میں ایسی شے کے مٹانے کی قوت۔ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ ۔۔۔ "میرے مالک کا ہر ایک کام پہلا اور پچھلا ۔۔" اس کی کمال و جلال پر دال ہے۔

۔۸۷۔

اَلْمَلِيْكُ جلّ شانہٗ

مُلْکٌ سے ہے۔

مالک اور ملک اور ملیک تین الفاظ ہیں جو متقارب المعنی ہیں۔

مالك مِلک اور مُلک دونوں سے آتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کے لئے مالک بلا اضافت نہیں آیا۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ آیا ہے اور اس کے معنی بھی اللہ تعالےٰ نے خود ہی فرما دیئے ہیں:

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ۔ "یوم دین وہ ہے جس روز کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے ذرا سا بھی کام نہ آئیگا اور اُس روز ساری حکومت اللہ تعالیٰ ہی کی ہو گی"

آیا ہے اور اس کی معنی بھی فرقان حمید میں بتلا دئے گئے ہیں:۔

تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ۔ "جسے چاہتا ہے۔ ملک عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے۔ ملک لے لیتا ہے"

مالک بلا اضافت داروغہ جہنم کا نام بتلایا گیا ہے وَنَادَوْا يَا مَالِكُ (زخرف)

مَلِكٌ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کے لئے آیا، اور دوسروں کے لئے بھی اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ (حشر۔ جمعہ۔ طٰہٰ)

بشر کے لئے قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ۔ بادشاہ نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ۔

إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا۔ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا دیا ہے۔

مَلِيْكٌ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے مستعمل نہیں ہوا۔

مالك فاعل ہے۔ مَلِكٌ فعل ہے جو اوزان مبالغہ میں سے ہے اور مَلِيْكٌ فَعِيْلٌ ہے

فَعِیل میں بمقابلہ فاعل و فعل یہ مزید خوبی ہے کہ اس صفت کا لزوم خود ذاتِ موصوف سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے کیونکہ اس کی ملک داری میں کسی دُوسرے کو شرکت حاصل نہیں — وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ۔

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے کیونکہ ہر شے کی ملکوت (جان) اُسی کے قبضہ میں ہے۔ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (لیٰس)

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے اور جسے چاہتا ہے چند روزہ حکومت عطا فرما دیتا ہے — وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے اور وہی اپنے بندوں کو نَعِیْمٌ مُّقِیم اور ملکِ کبیر عطا فرمائیگا۔

اللہ تعالیٰ مَلِیک ہے۔ ملائکہ اور ملوک اسی کی مِلک ہیں۔

مُلک اور ملکوت اسی کے امر کی تحت میں ہیں۔

اس اسمِ پاک سے تخلق تو کیا — ہاں تعلق ہو سکتا ہے۔ خود کو ادنیٰ ملکِ یمین سمجھو۔ ادنےٰ غلام سمجھو، ہر شے کا مالک حقیقی۔ ہر شخص کا مالکِ حقیقی اسی کو سمجھو۔ جس کی سلطنت ازل و ابد پر حاوی ہے جو گدا کو تاج پہناتا ہے اور تخت نشینوں کو دم بھر میں خاکِ مذلّت پر بٹھا دیتا ہے۔ فَتَعَالَى اللّٰهُ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

۸۸

اَلْحَفِیُّ جلّ شانہٗ

حَفَا بِهٖ حَفًّا وَحِفُوَةً وَحِفَاوَةً وحفایۃً سے ہے۔ کمال مہربانی۔ نوازش فرمائی خوب پرسشِ حال کی۔ فرحت و سرور کا اظہار کیا۔

حفی بروزن غنی ہے۔ اس کے معنی عالم بسیار بھی ہیں اور مہربان بسیار بھی

حفی بر ولطیف کا ہم معنی ہے۔

اللہ تعالیٰ حفی ہے وہ اپنے بندوں پر کمال مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ حفی ہے وہ اپنے بندوں کی پرسش احوال فرماتا ہے۔ وہ خود ہر صبح کو سائلین کو بلاتا۔ درخواست کرنے والوں کو عرض و معروض کا موقعہ دیتا اور دعاؤں کو شرف اجابت بخشتا ہے اللہ تعالیٰ حفی ہے اس کے علم نے سب کو گھیر رکھا ہے۔ اُس کے لطف و احسان نے سب کو زیر بار کر دیا ہے۔ وہی بندوں کو افعال خیر پر آمادگی بخشتا ہے اور وہی نافرمان بندہ کے تائب ہونے پر اظہار فرحت و سرور فرماتا ہے۔

قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ اس اسم کا اطلاق خلیل الرحمٰن سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا تھا۔ اِنَّہٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا (سورہ مریم - ۵)

مگر اسماء حسنیٰ میں اسکا شمار شیخ الاسلام حافظ احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن احمد بن حجر الکنانی النسب ۔ العسقلانی الاصل المصری ۔ المولد رحمت اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ نے فتح الباری میں کیا اور اس کے ساتھ ہی قل من نبہ علی ذٰلک جز ۲۶ صـ۲۴ بھی لکھ دیا ہے یعنی بہت کم لوگ ہیں جن کو اس اسم کی آگاہی ملی۔

میں نے اس فہرست میں حافظ ممدوح کی اس تدقیق و تلاش سے استفادہ کیا اور اس پاک کو یہاں درج کر دیا۔

۸۹

المُحِیْطُ

حَوْطَتْ : حزم و ہوشیاری

اِحَاطَہ : اس کا استعمال اجسام کے لئے بھی ہے مثلاً اَحُطْتُ بِمَکَانِ کَذَا ۔ فلاں جگہ کو گھیر لیا۔ دیوار کو اسی لئے حائط بولتے ہیں۔

پھر اُسکا استعمال حفاظت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت جمیع جہات سے کر رکھی ہے۔ اس کا استعمال علم کے لئے بھی ہوتا ہے۔ فرمایا : اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ـــ فرمایا : اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْط ـــ

ہاں احاطت بالعلم کے معنی یہ ہیں کہ اس شے کے وجود و جنس اور کیفیت و غرض اور مقصود ایجاد اور نتیجہ و اثر کی کامل واقفیت ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ مخلوقات کے متعلق علم کی یہ وسعت، یہ فراوانی، صرف

رب العالمین کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی اگر ایسا ادعا کرتا ہے تو وہ جھوٹا کہلاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے۔ کیونکہ وہ اپنی تمام مخلوق کی نگہداشت و حفاظت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے۔ وہ تمام مخلوق پر اقتدار کلی رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے اور وہ ہر شے کی پیدائش۔ غرض پیدائش۔ انجام پیدائش۔ فوائد پیدائش سے آگاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے۔ احاطہ مکانی و احاطہ زمانی سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محیط ہے اور اس کی قدرتِ کاملہ اُن اُمور کو سرانجام فرماتی ہے۔ جن پر انسان کو قدرت نہیں وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا۔ مسلمانوں کو ایسی ایسی فتوحات ملیں گی جن کے حصُول کی اُن کو قدرت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار میں سب کچھ ہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اجسام و ارواح اور اعمال پر اللہ تعالےٰ ہی کو محیط سمجھیں۔

لازم ہے کہ اَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ کی بدترین حالت سے خود کو بچائیں۔ یہ کیفیت اُس وقت طاری ہوتی ہے جب انسان ارتکاب گناہ میں دلیر ہوجاتا ہے۔ گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے اور دل پر ظلمت بالائے ظلمت بڑھتی رہتی ہے۔ حتّی کہ خطیئات ہی اُسے ہر چہار اطراف سے گھیر لیتے ہیں۔ اب اس کا جاگنا۔ سونا۔ اٹھنا۔ بیٹھنا سب کچھ گناہ کی فضا میں ہوجاتا ہے معاذ اللہ منہا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔

"الٰہی مجھے بخش دے میری ان خطاؤں کو بخش دے جو پہلے کیں اور پیچھے کیں۔ کھلی کیں یا چھپی کیں تو سب کچھ جانتا ہے تو ہی پہلے تھا اور تو ہی آخر رہیگا تیرے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔"

۹۰

المُستعانُ جل شانہٗ

عَوْن سے ہے۔ جس کے معنی مدد و حمایت ہیں۔

استعانت۔ مدد مانگنی

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (سورہ فاتحہ) "خاص تیری ہی عبادت ہم کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد ہم چاہتے ہیں"

استعانت اور معاونت میں فرق ہے۔ معاونت میں وہ امور داخل ہیں کہ مُعین و مُعان۔ دونوں ایک دوسرے کی اعانت کی احتیاج رکھتے ہوں۔ درزی کو موچی کی ضرورت ہے — موچی کو درزی کی۔ کاشتکار کو بزاز کی ضرورت ہے۔ بزاز کو کاشتکار کی۔ یعنی سلسلۂ احتیاج بہر دو جانب موجود ہے۔ زید خالد کا کام بناتا ہے اور خالد زید کا۔ یہ سلسلہ عالم مادی پر ختم ہو جاتا ہے۔

استعانت ان امُور میں ہے جو انسان کی طاقت سے بالا تر ہیں اور ان کا تعلق صرف قدرتِ الٰہیہ سے ہوتا ہے۔ مصائب کا دُور کرنا۔ نوائب کا ہٹانا، عطیہ انعامات و سعادات۔ مُرادوں کا پُورا کرنا، آرزوؤں کا بر لانا۔ گناہان و تقصیرات ماضیہ سے درگزر۔ مستقبل کی اصلاح و فلاح آخرت کی بہبودی۔ دنیا کی سلامتی۔ حیات و ممات۔ عطیہ مال و اولاد۔ کشائش رزق۔ افزائش عمر وغیرہ وغیرہ کی استعانت خاص رب العالمین ہی کا خاصہ ہے۔ اسی کی تعلیم سورۂ فاتحہ میں دی گئی ہے اور اسی کو بار بار یاد دلانے اور پیشِ نظر رکھنے کے لئے فاتحہ کو ہر ایک نماز میں اور ہر ایک رکعت میں پڑھنا ضروری و لازمی قرار دیا گیا ہے۔

جب اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اللہ تعالیٰ کے خاص حقوق میں سے ہوا تو ضروری ٹھہرا کہ مُسْتَعَانُ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا نام ہو۔

یعقوب علیہ السلام کے پاس جب ان کے فرزند یوسف علیہ السلام کا خُون آلودہ کُرتہ لے گئے اور ظاہر کیا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا۔ تب انہوں نے زبان سے بھی کہا تھا۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔

اس اسم پاک اور استعانت باللہ کا اثر یہی ہوا کہ بالآخر یوسف و یعقوب علیہما السلام کو اللہ تعالےٰ

نے ملایا اور یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے اقبال و کامرانی نبوت و حکمرانی کا جلوہ دکھلایا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی کفار عرب کے مقابلہ میں یہ دعا پڑھی تھی۔ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔

اللہ تعالےٰ نے ان کو وہ کامیابی عطا فرمائی۔ جو کسی نبی کو نہ ملی تھی۔ ذرا الفاظ قرآنی پر غور کرو ۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں دعائے یعقوب سے بڑھ کر کس قدر قوت ہے۔ کامیابی میں بھی یہی تفاوت جلوہ افگن ہے۔ وہاں ایک یوسف ملا تھا۔ یہاں قوم کے ہزاروں گم شدہ لوگ اسلام میں داخل ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قُرّۃ العین بن گئے تھے۔

اس اسم پاک کو میں نے قرآن پاک سے حاصل کیا اور پھر میری خوشی کی حد نہ رہی جب مجھے فتح الباری میں یہ لکھا ہوا ملا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اس اسم کو اسماء حسنیٰ میں شمار کیا ہے۔

اس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو لازم ہے کہ جملہ امور دنیوی و دینی مادی و روحی میں اللہ تعالیٰ ہی کی جناب سے استعانت حاصل کریں۔ غیر اللہ کی مدد و استعانت شرک جلی ہے اور اکثر مسلمان شرک میں اس لئے آلودہ ہیں کہ وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے معنی نہیں سمجھتے اور سمجھنے پر مائل نہیں ہوتے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے حق بندہ پر دو ہیں۔ عبادت اور استعانت۔ جو کوئی شخص اللہ تعالےٰ کے ان حقوق کو کم کرے گا۔ دوسرے کو دے گا۔ دوسرے کو ایسے حق کا اصلی یا حقیقی یا عارضی یا مجازی مالک سمجھے گا وہ شرک کے گہرے گڑھے میں گر جائے گا۔ اعاذنا اللہ منہا

ترا کہ از دگران است استعانت عمر زبانِ کذب بایاک نستعین مکشائے

استعانتِ غیر کا خیال عموماً مصیبت۔ بے چارگی۔ غمزدگی میں ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہم کو بتلا دیا ہے کہ ایسے اوقات و احوال میں استعانت من اللہ کا طریق کیا ہے؟ فرمایا:

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ "صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو"

مصیبت کے وقت انسان کو لازم ہے کہ قلب کی حفاظت کرے اور ان نعمتوں کو یاد کرے جو اس مصیبت کے مقابلہ میں بہت زیادہ اس بندہ کو حاصل ہیں۔ زبان کی حفاظت کرے اور کوئی ایسا کلمہ یا قول زبان سے نہ نکلنے دے جو پروردگار کی ناپسندیدگی کا موجب ہو اور جب بہت ہی گھبراہٹ پیدا ہو تو نماز نافلہ کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے اور پورے خضوع و خشوع سے قیام و قعود اور رکوع و

سجود کو ادا کرے۔ امید ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کی حالت میں نمایاں تبدیلی ہو چکی ہو گی اضطراب۔ بیقراری دُور ہو گی۔ وقار و سکینہ اور اطمینان زبان پر قابو یافتہ ہوں گے۔

إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ - کا جلوہ نظر آ جائے گا اور معیت الٰہی خود بخود جملہ امور کا انصرام واہتمام بدقدرت سے لے گی اور حالت فَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ سے مبدل شدہ ہو گی۔

حدیث صحیح میں ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا۔ اے معاذ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں تو ہر ایک نماز کے بعد اس دعا کا پڑھنا نہ بھولا کر

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَاِلَيْكَ الْمُشْتَكٰى وَبِكَ الْمُسْتَغَاثُ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ (حزب الاعظم)

۹۱
الرَّفِيْعُ جل شانہ

رفعت سے ہے۔ رَفِيْع بروزن فعیل ہے۔ یہ وزن فاعل اور مفعول دونوں کیلئے آتا ہے۔ رفیع کے معنی بلندی والا۔ بلندی کا مالک بھی ہیں اور بلندی کا دینے والا بھی۔

قرآن پاک میں اللہ پاک کا نام رفیع الدرجات ہے یعنی وہ جو درجات میں سب سے بالاتر ہے۔

نیز قرآن پاک میں ہے: يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (مجادلہ-۲) اللہ تعالے اہل ایمان کو بلند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رفیع ہے۔ اسی نے آسمانوں کو ہمارے سر پر بلند کر دیا ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ۔ (رعد)

اللہ تعالیٰ رفیع ہے اور وہ اپنے بندوں کو درجات میں بعض بندوں پر رفعت عطا فرماتا ہے۔ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ (انعام)

اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے ادریس کو مکان علیا پر رفعت عطا کی۔

اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے علیؑ کو خود اپنی جانب بلند فرمالیا۔

اللہ تعالیٰ رفیع ہے جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر و محامد کو رفعت و برتری عطا کی کہ ہر ایک اذان و تکبیر میں صبح و مسا حضور کا ذکر بھی کیا جاتا ہے جب کہ کلمہ توحید کا ذکر ہوتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (انشراح)

اس اسم پاک کے مقابلہ میں مومن کو احکام الٰہیہ کی تعمیل بطیب خاطر وانشراح قلب کرنا چاہیئے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو بنی اسرائیل سے اُسوقت تعمیل کا اقرار لے لیا تھا۔ جب کہ طور اُن پر بلند تھا اور یہ دیکھ رہے تھے کہ اب اُن پر گرا ما اب گرا

۹۲
اَلْكَافِی جل شانہ

کفائت کے معنی کمی کا پورا کر دینا حسب مراد کام بن جاتا ہے۔

اسم کافی آیت اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (زمر۔۱۴) سے بنایا گیا ہے۔ کاف خود بھی فاعل ہے اور اس لئے چند ائمہ نے اسم کاف اور چند نے اسم کافی تحریر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اُسی نے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ کا وعدہ پورا فرما کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کفائت کا جلوہ نمودار کیا۔

مکہ میں مشرکین نے ایک کمیٹی مقرر کر رکھی تھی۔ جسکا کام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کا استہزا کرنا تھا۔

حضور کو دیکھ کر کوئی منہ بنانے لگتا۔ کوئی بے ہودہ حرکات سے غصہ دلانا چاہتا۔ کوئی کیچڑ پھینکتا۔ کوئی گرد و غبار اڑاتا۔ کوئی پھبتیاں سناتا۔ کوئی جھوٹی باتیں بنا کر حضور کے برخلاف بیہودہ افسانے پھیلاتا۔ اللہ تعالےٰ نے ان سب سے خود نپٹ لینے کا وعدہ فرمایا تھا اور اپنی کفائت کا اعتماد دلایا تھا۔ نتیجہ وہی ہوا کہ استہزا کرنے والے سب ذلیل و خوار اور تباہ و ہلاک ہوئے وہی ہوا جو اللہ عزوجل نے فرمایا تھا۔ اسی تعلیم نے اشاعت بانی جو سرور کائنات کی تھی۔ اللہ تعالےٰ کافی ہے اور وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ کا نمونہ بھی اسی کی کفائت نے دکھلایا ہے اہل ایمان عمرہ کے لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اُٹھے ہوئے تھے۔ کوہ تنعیم

کے دامن میں مصروفِ نماز تھے کہ ہشتا دکس دشمنوں نے حملہ کر دیا۔ وہ سب کے سب گرفتار کر لئے گئے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ازراہِ احسان و الطاف رہا فرما دیا۔ اُنکی جان بخشی ان کے قبائل میں تحریک اسلام بن گئی۔ نہ جنگ ہوا نہ لڑائی اور دینِ الٰہی نے ترقی بھی حاصل کر لی۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی کفایت کا نتیجہ تھا۔

اسی موقعہ پر اہلِ قریش نے جنگ و قتال کا ارادہ کر لیا۔ مسلمان نہ جنگ کے لئے آئے تھے نہ مسلح ہی تھے۔ آخر سفارتانہ تدابیر میں اتنی کامیابی ہوئی کہ جنگ رُک گئی۔ قریش کے ساتھ مساویانہ حقوق پر معاہدہ ہو گیا۔ اب پہلا موقعہ تھا کہ قریش نے مسلمانوں کو بحیثیت ایک جماعت و قوم کے تسلیم کیا تھا۔ اس کامیابی کا سبب بھی اللہ تعالیٰ ہی کی کفایت تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کو كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا فرما دیتے ہیں اور اللہ تعالےٰ اخودا عدا کے دلوں میں محبت ڈال دیتا۔ دل ہی دل میں بڑھاتا ہے۔ اور وہ بالآخر وہی اعدا حضور کے فدائی و شیدائی بنکر حاضر دربارِ پُر انوار ہو جاتے ہیں۔

ہاں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ تمام مخلوق اولین و آخرین کا حساب الگ الگ ہر شخص اور پھر ایک ہی وقت کے اندر ایسی آسانی سے لے لے گا جیسا کہ ہر شخص کو اپنی حکمت سے الگ الگ ہر ایک کو ایک ہی وقت کے اندر رزق بھی پہنچاتا رہتا ہے وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ فرمانا اسی کو شایاں ہے۔

اہلِ توحید اللہ تعالیٰ کی ولایت کو سب کی محبت و ولا سے زیادہ کافی سمجھا کرتے ہیں۔

اہلِ توکل اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا وکیل بنانا جملہ تدابیر سے کفائت کنندہ سمجھتے ہیں۔ اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ کے علم و بصر اور اطلاع و خبر کو اعمالِ صالحہ کی بجا آوری کے لئے یا افعالِ قبیحہ سے پہلو تہی کے لئے کافی و وافی سمجھ کر دنیا کی جھوٹی رازداری یا ریاکاری سے بچے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کافی ہے اس نے ہماری ہدایت کے لئے ازراہ رحمت و مرحمت وہ کتاب نازل فرمادی ہے جو جملہ معجزات مادی اور عجوبات حسی سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

جو جملہ علوم سے مستغنی کرنے والی اور انسان کی عقل و دماغ اور قلب و روح کی مقتضیات کے لئے کفایت کرنے والی ہے۔ اس کتاب پر تدبّر کرنے والے نہ کسی معجزہ کے طالب رہ سکتے ہیں اور نہ دلیل و برہان خارجی کے سائل بن سکتے ہیں۔ رب کافی کی ہی کتاب اہلِ خبرت کے لئے کافی ہے اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (عنکبوت ع)

اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اسی کی کفائت مومن کو اس وقت میں تسلی دینے والی ہے جب مسلمان تعداد میں کم۔ زر و مال میں کم۔ تدبیر و طاقت میں کم ہوں اور دشمن اپنی تدابیر میں لگا ہوا بھی ہو۔ تب رحمتِ الٰہی بڑھتی ہے اور فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ کا مژدہ سناتی ہے۔

یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ ہم کو اپنی کفائت اور حمائت میں لے لے۔ ہمارے دنیا و آخرت کے کام اپنی ہی کفائت و ولائت سے پورے فرما دے۔ ہمارے عقد ہائے لاینحل اپنی ہی کفائت و نصرت سے کھول دے۔

ترمذی میں روایت ہے کہ ایک مکاتب سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور زرِ فدیہ میں امداد کا خواہاں ہوا۔ فرمایا: میں تجھے چند کلمات سکھلا دیتا ہوں۔ جو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلاتے تھے۔ اگر تجھ پر فلاں پہاڑ (یمن کے کوہ صبیر کا نام لیا) کے برابر بھی قرض ہوگا تو اتر جاتے گا۔ وہ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ط

۹۳

غالِب جلّ جلالہٗ

اصل لغت میں غلبہ گردن پکڑ لینے کو کہتے ہیں۔ اسی معنی کے لحاظ سے رَجُلٌ اَغْلَبُ اور امْرَاَةٌ غَلْبَاءُ۔ دراز گردن مرد یا دراز گردن عورت لولا کرتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ گردن پکڑ لینے والا ضرور دوسرے پر قابو یافتہ اور مستولی ہوگا اور جس کی گردن پکڑ لی گئی ہے وہ مزور قابو زدہ اور مقہور ہوگا۔ لہٰذا قوت و طاقت اور استیلا کے معنی میں لفظ غلبہ کا استعمال ہوگیا۔

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْ اَدْنَى الْاَرْضِ	"رومی مغلوب ہو گئے ہیں اس ملک میں جو
سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى	فلسطین کے قریب تر ہے کافر مغلوب
جَهَنَّمَ۔	کئے جائینگے اور جہنم میں دھکیلے جائیں گے"

اللہ تعالیٰ کا اسم غالب اس آیت سے لیا گیا ہے۔

وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ (یوسف)

برادرانِ سنگ دل نے معصوم یوسف علیہ السلام کو کنارِ پدر سے جدا کیا اور چاہِ عمیق میں دھکیل دیا تھا اور بزعم خود اُن کی زیست کا خاتمہ کر دیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے حسد و جلن کو اُن کے لئے گھر کی چار دیواری سے باہر نکلنے کا سبب بنایا۔ چار سوار مصر میں خرید و فروخت کو عزیزِ مصر کے گھر میں بہ عزت و آرام رہنے کا سبب بنایا۔

عصمت و پاکبازی پر استقامت کا نتیجہ بظاہر زندان نظر آتا تھا۔ وہ زندان بھی چاہِ کنعان بنا علم تعبیر کا استفادہ ساقی نے اٹھایا۔ اسی کے ذریعہ سے بادشاہ کی تعبیر کرنے کا صدیق علیہ السلام کو موقع ملا۔ وہی تعبیر خواب ان کے فرمان فرمائی و حکمرانی کا سبب ٹھہری۔

کجا یوسف اور کجا مصر۔ کہاں ان کی بکریاں چرانے والے بھائی اور کہاں جلوس فرمائی تخت یوسف۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ کی شان ایسے مناظر میں نظر آیا کرتی ہے۔

عمر فاروق کی جب خلافت راشدہ نہایت عروج پر تھی تو اک روز وادیٔ مکہ میں سے گزر رہے تھے۔ فرمایا۔ میں لڑکپن میں یہاں خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ وہ ایک درشت خو انسان تھا۔ بات بات میں سختی کیا کرتا۔ مجھے اس کی خفگی کا ڈر رہتا۔ آج اسلام کی برکت سے عمر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے اور فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (مائدہ) اللہ کا فرمودہ بالکل سچ ہے۔ اللہ کی فوجیں ہی غالب رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اس کا کلام صادق کہ ـــــ" میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔"

صداقت کا معارضہ کرنے والے، ایمان باللہ سے عداوت رکھنے والے اپنے ساز و سامان اور ظاہری شوکت و شان پر بھروسہ کر کے بڑے غرور اور تکبر کے لہجہ میں کہا کرتے ہیں لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ۔ آج تم سے اوپر والا کوئی نہیں۔ مگر قدسی آواز سے فوراً جواب ملتا ہے: اِنَّ جُنْدَنَا لَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (صافات) کہ اللہ ہی کی فوجیں غلبہ پاکر رہیں گی۔

افسوس ہے کہ مسلمان "حِزْبُ اللّٰہ" کے معنی بھول گئے۔ افسوس ہے کہ اسم غالب کے تحت میں انہوں نے غلبہ و برتری کے حصول کی تمنا کو بھی ترک کر دیا۔ ورنہ مسلمان دنیا میں کبھی ایسے

خوار و زبوں نہ ہوتے۔

جب تک انسان خود اپنے نفس کو احکامِ الٰہیہ کے سامنے مغلوب نہیں بنا لیتا۔ جب تک انسان ربِ غالب کے غلبہ کے تحت میں اپنی گردن کو اسلام کے سامنے نہیں جھکا دیتا۔ اس وقت تک یہ تصور۔ یہ تمنا۔ یہ آرزو کہ وہ بھی دنیا میں گردن افرازدہ سکتا، اور سرافراز بن سکتا ہے۔ صرف وہم و خیال ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اسمِ ہذا سے تخلق و تعلق پیدا کرنے کی ہمت و توفیق عطا کرے۔

۹۴
المَنَّانُ جل شانہ

مَنّ سے ہے۔ جس کے معنی احسان ہیں (مجمع البحار) یا مِنّت سے ہے (المفرد)

منت کی دو اقسام ہیں:

فعلی و قولی ــــ منت فعلی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندوں پر ہے۔ یعنی جود و عطا اور فضل و احسان گوناگوں۔

اور منّت قولی وہ ہے جو ہلکے، اوچھے لوگ جتایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان اعراب کا ذکر فرمایا ہے۔ جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم مومن ہیں، اور اس قول سے ان کی غرض یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قدر و منزلت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۖ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ	"یہ لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا کچھ احسان نہ جتاؤ۔"

فرعون نے بھی موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تو ہمارے ہاں پلا ہے۔ یہیں پرورش پائی ہے اور آج تو ہم پر اپنی فوقیت جتاتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ إِسْرَآئِيْلَ۔ "یہ کیا احسان ہے جو تو جتا رہا ہے جبکہ تو نے میری قوم کو غلام بنا رکھا ہے"

اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام نے ایک راز کا انکشاف کیا ہے۔ بعض لوگ ذاتی فوائد پر قومی اغراض کو قربان کر دیتے ہیں لیکن ایسے شخص اصول تمدن اور روح تہذیب سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ذلتِ قومی کے ساتھ عزتِ شخصی کی کچھ بھی قدر و قیمت نہیں۔ صرف اپنے حلوے منڈے سے غرض رکھنا اور قومی اغراض و فوائد کو زیر نظر نہ رکھنا بدترین حیوانات سگ و خنزیر کے خواص میں سے ہے۔

منّت کے معنی بھی لغت میں احسان عظیم ہیں۔

لہٰذا مَنّان وہ ہے جس کے احسانات عظیم مخلوق پر ہیں۔

مُنّان وہ ہے کہ اس کے احسانات کے بار کثیر سے تمام مخلوق دبی ہوئی ہے۔

منّان وہ ہے جو اپنے مَنّ و کرم سے مخلوق کو اسلام کی ھدایت عطا فرماتا ہے۔

مَنّان وہ ہے جس نے سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (آل عمران ع)

مَنّان وہ ہے جس نے مسلمانوں کو اسیران جنگ کے ساتھ بھی احسان اور سلوک کرنے کا حکم دیا، اور یہ قرار دیا کہ اسیران جنگ کو یا تو از راہ احسان و عطا چھوڑ دیا جایا کرے یا فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جایا کرے۔ جب اِس حکم کے مقابلہ میں آپ وید اور ژند اور بائبل کے احکام کو دیکھیں گے جن میں دشمنوں کو ایک قلم فنا کر دینے۔ جلا ڈالنے کی تاکید ہے تو بخوبی اندازہ ہو سکے گا کہ اسلام کا ربّ منّان کس قدر فضل و رحم و احسان والا ہے۔

یہ حکم سورۂ محمدؐ میں موجود ہے۔ إِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً۔

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت ہے کہ بعض نے اس آیت کو منسوخ بتلایا ہے مگر اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ آیت محکم ہے اور اسی کو ثوری و شافعی احمد و اسحٰق نیز حسن و عطا و ابن عباس کا مذہب بتلایا ہے اور طحاوی کے حوالہ سے امام ابو حنیفہ کا مذہب بھی یہی لکھا ہے کہ فداء سے مطلب قیدیوں کا قیدیوں سے تبادلہ کر لینا ہے۔

الغرض اس حکم کی موجودگی اللہ تعالےٰ کے مَنّان ہونے پر دلیل قوی ہے۔ بندہ کو لازم ہے کہ منّت و سپاس کو اللہ تعالےٰ ہی کی ذات مقدس کا خاصہ سمجھے اور اس شعر کا مطلب۔ بخوبی

ذہن نشین کرلے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمے کنم
منت ازو شناس کہ بخدمت گزاشتت

اجر غیر ممنون کا مستحق وہی منت شناس ہے جو جملہ نعم وظاہری وباطنی کو اللہ تعالیٰ ہی کی جود وعطا اور فضل وکرم کا نتیجہ سمجھتا ہے وَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ

۹۵
اَلْجَلِیْلُ جل جلالہٗ

یہ نام قرآن مجید میں نہیں لیکن ذوالجلال آتا ہے۔ اور غالباً یہی اس کا ماخذ ہے۔ لغت میں جلّ جلالاً وجلالۃً۔ کلاں سال۔ آزمودہ کار۔ بزرگ ہونے کو استعمال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے یہ اسم بطور علم اس لئے ہے کہ وہ عظمت ذاتی کا مالک ہے ــــ اور جلالت نفسی اسی کے لئے ہے۔

بعض علماء نے بتلایا ہے کہ :

اسم کبیر کمال ذاتی پر
اسم جلیل کمال صفاتی پر دال ہے۔
اور اسم عظیم ہردو معانی کا جامع ہے۔

روایت ابن ماجہ میں اللہ تعالیٰ کا اسم جمیل بھی آیا ہے۔ اس وقت جلیل کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ صفات قہریہ کا مظہر ہے اور جمیل کے یہ معنی کہ وہ صفات لطیفہ کا ظہور فرماتا ہے۔

امام ابن القیمؒ نے ذوالجلال والاکرام کے معنی میں لکھا ہے کہ جلال ہم کو ادب سکھلاتا ہے اور اکرم ہم پر ابواب محبت کشادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے کہ اسکی جلالت بھی ہر وقت پیش نظر رکھی جائے اور اس کی محبت بھی ہر وقت دل میں قائم رہے۔

جو شخص اسم جلیل سے تخلق پیدا کرنا چاہے۔ اسے لازم ہے کہ جلال الٰہی کے تصور میں خود کو مضمحل ومنہلک سمجھے۔ رب العالمین کے نام اور ذات کی عزت کرنے کا خوگر بنائے

اور اپنے اقوال و افعال میں تمکین و وقار سے رہے ۔ ادنی لوگوں سے شفقت اور پیار کا معاملہ کرے

۹۶
اَلْمُحْیِیْ جل شانہٗ

حیات سے ہے ۔ جس کے معنی زندگی دادن ہیں ۔

اللہ تعالیٰ ہی محیی ہے ۔ جس نے حیات کو پیدا کیا ۔ جس نے روح کو پیدا کیا ۔ جس نے روح کو اجسام کے ساتھ پیوند کیا ۔ ارواح مجردہ ۔ نفوس ناطقہ ۔ قوائے نامیہ ۔ اجسام متوالدہ میں جو زندگی ہے وہ اسی کی بخشی ہوئی ہے ۔

وہی ہے جو قلوب کو حیات بخشتا ہے ۔ وہی ہے جو نسمہ سے نسمہ کو نکالتا ہے ۔

وہی ہے جو حیات علمی ۔ حیات ایمانی ۔ حیات عرفانی عطا فرماتا ہے ۔

قرآن مجید میں ہے :-

(۱) هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ (مومن) "حیات بخشنے والا اور موت دینے والا وہی ہے ۔"

(۲) كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (روم ۵) " دیکھو زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد کیسی زندگی دی ۔"

کہر کے موسم میں جب زمین سے نباتات گم ہو جاتی ہیں جب نشو و نما کی طاقتیں جاتی رہتی ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے ۔ پھر مردہ میں زندگی ڈال دیتا ہے ۔

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ (انعام ۱۲۳)

ایک شخص جب بحالت کفر ہوتا ہے تو وہ مردہ ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایمان ڈال دیتا ہے تو زندہ ہو جاتا ہے ۔ آثار حیات پدیدار ہو جاتی ہیں ۔ ثمرات حیات سے متمتع ہونے لگتا ہے ۔ ہاں

اللہ تعالیٰ محیی ہے اسی نے سب کو حیات سے بہرہ ور بنایا ۔

اللہ تعالیٰ محیی ہے اسی نے عدم کو وجود بخشا ۔

اللہ تعالیٰ محیی ہے وہی مردہ زمین میں پھر نشو و نما کی طاقتیں پیدا کرتا ہے ۔ وہی قلوب مردہ

کو زندگی دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ محیی ہے اور اسی نے بیج کو درخت اور بیضہ کو پرند اور نطفہ کو حیوان بنایا ہے

اللہ تعالیٰ ہی محیی ہے کہ حیاتِ علمی۔ حیاتِ ایمانی۔ حیاتِ عرفانی سے اپنے عباد و مخلصین کو حصہ وافر عطا کرتا ہے۔

اِس اسم سے تخلق حاصل کرنے والوں کو حیات و موت کے نمونوں پر غور کرنا اور اس سے سبق عبرت لینا چاہیئے۔

۹۷
اَلْمُمِیْتُ جَلَّ جَلَالُہٗ

مَوت سے ہے۔

موت بچند معانی ہے۔

(۱) وہ حالتِ عدم جو قبل از پیدائش تھی۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔ "تم مردہ تھے پھر تم کو زندہ کیا۔ پھر ماریگا پھر زندہ کرے گا۔ ایسے مالک سے کفر کیونکر کرتے ہو؟"

(۲) وہ حالتِ عدم جو حیات کے بعد زندوں پر طاری ہوتی ہے۔

فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ

(ب) فَأَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ۔ خدا نے اُسے سو سال تک مردہ رکھا۔

(۳) ہلاکت رساں حالت:

وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ (ابراہیم-۲) "اُسے ہر طرف سے موت آئے گی مگر مرے گا نہیں"

(۴) کبھی موت کو نیند سے تشبیہہ دی جاتی ہے اور وجہ تشبیہہ زوال حرکت اور زوال عقل ہوتا ہے

حدیث میں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا۔ "اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو زندہ کیا

بعد اس کے کہ ہم کو موت دی تھی"۔
اللہ تعالیٰ ممیت ہے کیونکہ وہی حیات وموت کا مالک ہے۔
اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور موت اس کی مخلوق ہے۔
اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور ملک الموت اسی کے احکام کی تعمیل کرنے والا ہے۔
اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور موت وحیات پر اسی کا نافذ و رانہ حکم نافذ ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ ممیت ہے اور موت کو اس کے دامنِ جلال تک پہنچنے کا یارا نہیں۔
اِس اسم سے تخلق والوں کو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو محیی و ممیت سمجھیں۔ اسی کو حیات وموت کا مالک سمجھیں۔ اسی کو مالک سمجھنے کے معنی یہ ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے خلیل کی زبان سے بیان فرمائے ہیں۔

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ۔	"میری قربانی۔ میرا جینا۔ میرا مرنا اللہ کیلئے ہے جو رب العالمین ہے اور مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے"۔

اللہ کے لئے جینا۔ مرنا اُن لوگوں کا ہے جو اتباع ہوا نہیں کرتے جو بندۂ درہم ودینار نہیں بن جاتے جو اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے جیتے ہیں جو یادِ الٰہی میں مرجاتے ہیں۔

۹۸
اَلْوَارِثُ جل شانہٗ

وَرِثَ یَرِثُ وَرْثًا وَارِثًا۔ وَ۔اِرْثَۃً۔ وَرِثَۃً وِرَاثَۃً وُثْرَاثًا
وِرث کسی ایک کے پاس دوسرے کی چیز کا اس کی موت کے بعد منتقل ہونا ہے۔
اللہ تعالیٰ کے لئے وارث کا اطلاق اس لئے ہے کہ ہر ایک سلطنت کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ جب کسی لاوارث کو کوئی جائداد رہ جاتی ہے تو اس کی ملکیت سلطنت کی طرف منتقل ہوتی ہے ایسے حالات میں جبکہ کوئی قوم ساری کی ساری تباہ کر دی گئی ہو تو اس کی وراثت سلطنتِ الٰہیّہ کیطرف منتقل ہوگی اور جب کل عالم کے عارضی مالک اپنی اپنی ملکیتوں کو چھوڑ کر خاکِ فنا میں سو رہے ہوں گے تو ظاہر ہے کہ رب العالمین ہی اُن کی وراثت حاصل ہوگی۔

لفظ کا اطلاق عرف عام میں ہے ورنہ رب العالمین ہی خود مالک الملک ہے جو لوگ ملکیتوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ درحقیقت یہ وہ غلام ہیں جو آقائے حقیقی کے لطف سے انتفاع عارضی کی بہاریں لوٹ رہے ہیں۔

سورہ قصص ع ۶ میں ہے کہ بہت ایسی متکبر قومیں گزری ہیں جن کو اللہ پاک نے تباہ کر دیا۔

وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثُوْنَ "اور ہم ہی ان کے وارث بنے"

سورہ حجر میں ہے:

وَإِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِيْ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُوْنَ "ہم ہی زندہ کرتے ہیں۔ ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی وارث املاک ہیں"

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے قصص و حجر میں دو ہی مقام پر اپنی ذات کے متعلق یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے اور دونوں ہی مقام پر نَحْنُ الْوَارِثُوْنَ بصیغہ جمع فرمایا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ شہنشاہی زبان میں تکلّم فرمایا گیا ہے۔ الوہیت و احدیت و صمدیت کی زبان میں واحد صیغہ کا اور شہنشاہی زبان میں صیغہ جمع کا استعمال ہوا کرتا ہے۔

لفظ وراثت میں مال و اسباب مردہ کی سنبھال بھی داخل ہے اور علم المیراث کے حصص کی تقسیم جیسے ⅓ و ⅔ ½ یا ¼ و ½ و ¾ و ⅛ پر رکھی گئی ہے وہ اسی وراثت کے متعلق ہے۔

لفظ وراثت میں منصب روحانی کی جانشینی بھی داخل ہے۔

قرآن مجید میں ہے: وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ۔ یعنی داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام ہوا۔ بائبل سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام ۳۶ پسران و دختران کے والد تھے۔ ان میں سے ۳۵ کو وارث نہ بنانا اور صرف ایک کا نام بطور وارث لیا جانا بتلاتا ہے کہ یہاں وراثت کے منصب روحانی یعنی نبوت ہے۔ چنانچہ داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے نبوت صرف سلیمان علیہ السلام ہی کو ملی تھی۔

زکریا علیہ السلام کی دعا عطائے فرزند بھی قرآن پاک میں موجود ہے:

يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوْبَ۔ "الٰہی ایسا بیٹا دے جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو"

یہ ظاہر ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی آل کے لوگ اس وقت لاکھوں کی تعداد میں موجود تھے

زکریا علیہ السلام کا بیٹا واحد وارث ان لاکھوں اشخاص کی املاک کا نہ بن سکتا تھا۔ اور ان لاکھوں کی صلبی اولاد کو محروم الارث نہ کر سکتا تھا۔ لہذا یہاں بھی نبوت ہی کی درخواست کی گئی۔ جو آل یعقوب کا سرمایۂ خاص تھا۔ یعقوب علیہ السلام نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر میں یہی فرمایا تھا : وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ ۔

یہ نعمتِ نبوت ہی تھی جو صرف یوسف علیہ السلام کو ہی ملی۔ باقی گیارہ فرزند اُس سے محروم رہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ مال و زر میں جو حقوق مستحقین کے ہیں ان کو ادا کرتا رہے۔ مال کو اللہ ہی کا سمجھے۔ دیا ہوا بھی اُسی کا ہے اور آخر میں سنبھالنا بھی اُسی نے ہے

۹۹
الباعث جل شانہٗ

بعث کے معنی اٹھانا۔ جگانا۔ کسی کو کسی جگہ بھیجنا۔ آمادہ کرنا۔ زندہ کرنا ہیں۔

اللہ تعالیٰ باعث ہے۔

اسی نے عدم محض سے نفوس کو اٹھایا۔

وہی ہے جو غافلین کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتا ہے۔

وہی ہے جو انسانوں میں حوصلہ ہمت اور بلندیٔ عزم پیدا کرتا ہے۔

وہی ہے جو انبیاء و مرسلین کو مخلوق کی طرف بھیجتا رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس سلسلہ کا خاتمہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا۔

وہی ہے کہ انصاف کے دن اجساد کو زمین سے اٹھائے گا۔

(۱) قابیل و ہابیل کے قصہ میں ہے : فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا ۔ اللہ تعالیٰ نے قابیل کے سکھلانے کو ایک غراب بھیجا۔ جس نے ایک مردہ کوّا کے لئے اپنی چونچ اور پنجہ سے زمین کھودی۔ لاش کو اندر گرا کر اس پر مٹی ڈال دی۔

ایک قاتل۔ ایک سنگدل۔ ایک برادر کُش ایک سیاہ باطن کے لئے عجیب تنبیہ اور

تذلیل بھی کہ کوے کو اسکا استاد بنایا گیا جو سیاہی کا پتلا اور حرص و طمع کا پیکر اور بے وفائے مجسم ہوتا ہے۔

(۲) إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا (بقرہ ۔ ۲۵) "اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ بنا دیا ہے"

(۳) فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ (بقرہ ۔ ۲۲) "ایسے نبیوں کو اللہ نے بھیجا جو لوگوں کو بشارت سناتے تھے"

(۴) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا (جمعہ) "اللہ وہ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں عظیم الشان رسول بھیجا"

(۵) إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ "اگر تم کو قیامت کے دن پھر جی اٹھنے کا شک ہو"

(۶) إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ (ہود) "تم موت کے بعد ضرور اٹھائے اور زندہ کئے جاؤ گے"

(۷) وَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ (حج ۔ ۱) "اللہ ضرور زندہ کرے گا ان کو جو قبروں میں ہیں"

(۸) عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا (اسرائیل ۔ ۸) "اللہ تعالیٰ ضرور تجھ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا"

اب یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ باعث ہے کہ صفات بالا اسی کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔ اسم الباعث بطور اسم قرآن مجید میں نہیں بلکہ یہ اسم ان افعال سے بنایا گیا ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ تبلیغ کو اپنا شیوہ بنائیں اور احکام الٰہی مخلوق کو پہنچائیں تاکہ ان کا ایمان رسول اور قیامت پر قائم ہو جائے۔

۱۰۰

الباقی جل جلالہ

بقی - یبقی - بقاءً

بقا - کسی شے کا حالت اولین ہی پر پایا جانا - فنا اس کی ضد ہے - اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فانی کے معنی یہی نہیں ہیں کہ یہ اشیاء اپنے غائت و انجام کے لحاظ سے فانی ہیں - بلکہ فانی کے معنی یہ ہیں کہ جملہ مخلوق اپنے یوم وجود سے فنا کی طرف جا رہی ہے - فنا ہر ایک جسم میں ہر وقت اپنا کام کر رہی ہے - بچہ پیدا ہوتا ہے بڑھتا ہے - جوان ہوتا ہے - گھٹنے لگتا ہے - بوڑھا ہو جاتا ہے - فنا ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ اپنا کام کئے جاتی ہے -

بقا یعنی حالت اولین پر دوام و قیام صرف رب العالمین ہی کو حاصل ہے -

قرآن مجید میں اَلْبَاقِیْ بطور اسم نہیں آیا - بلکہ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ آیا ہے اور یہ اسم فعل سے مشتق کر لیا گیا ہے -

قرآن مجید میں مومنین کے اعمال صالح کو باقیات صالحات فرمایا گیا ہے -
(کہف ۵ - مریم ۸)

قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً (زخرف ع ۲) ہم نے ابراہیم کے وعظ توحید کو باقی رکھا -

اللہ تعالیٰ باقی ہے اور دوامِ ابداسی کی ذات کے لئے ہے

اللہ تعالیٰ باقی ہے - کیونکہ وہ موت کا خالق ہے اور کوئی مخلوق اپنے خالق پر غالب نہیں آسکتی -

اللہ تعالیٰ باقی ہے اور ہر ایک شے ھالک ہے

اللہ تعالیٰ باقی ہے اور جو اعمال صالحہ و افعال خیر بندہ کرتا ہے وہ ان کو بقا بخشتا ہے -

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (نحل ع ۱۰)

اللہ تعالیٰ باقی ہے یعنی دائم الوجود ۔ واجب الوجود ۔ قائم البقا
اللہ تعالیٰ باقی ہے کیونکہ جو اشیاء ہم کو نظر آتی ہیں ۔ ان کی بقاء عارضی بھی اسی کی داد ہے ۔

واضح ہو :

کہ اہلِ تصوّف فنا و بقا پر بہت کلام کیا کرتے ہیں ۔ ہم مختصراً ذکر کریں گے کہ ان الفاظ سے اس فن کے ائمہ کی مراد کیا ہے

باب دوم

اب تک جو ۹۹ نام باب اوّل میں تحریر کئے جا چکے ہیں۔ وہ سب جملہ روایات سے چن کر لکھے گئے۔ التزام یہ تھا کہ سب نام مفرد ہوں اور قرآن مجید میں بطور اسم آتے ہوں۔ یہ التزام پورا نہیں ہو سکا۔ اس لئے چند نام ایسے شامل کرنے ضروری ہوئے جن کو اکثر ائمہ نے مستخرج از قرآن مجید تحریر فرمایا ہے۔

اب باب ہذا میں جملہ روایات کے بقیہ ۵۲ نام تحریر کئے جاتے ہیں۔ یہ سب اسماءِ حسنیٰ ہیں۔ ہم نے بعض کی تفسیر اور بعض کا صرف ترجمہ لکھ دیا ہے۔ ان کا نقشہ اول درج کیا جاتا ہے:

نقشہ اسماءِ حسنیٰ مندرجہ باب دوم

نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک	نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسم پاک
۱	ترمذی	اَلْقَابِضُ	۱۰	ترمذی	اَلْمُبْدِئُ
۲		اَلْبَاسِطُ	۱۱		اَلْمُعِیْدُ
۳		اَلْخَافِضُ	۱۲		اَلْوَاجِدُ
۴		اَلرَّافِعُ	۱۳		اَلْمَاجِدُ
۵		اَلْمُعِزُّ	۱۴		اَلْمُقَدِّمُ
۶		اَلْمُذِلُّ	۱۵		اَلْمُؤَخِّرُ
۷		اَلْحَکَمُ	۱۶		اَلْمُنْتَقِمُ
۸		اَلْعَدْلُ	۱۷		اَلْمُقْسِطُ
۹		اَلْمُحْصِیْ	۱۸		اَلْمُغْنِیْ

نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسمِ پاک	نمبر شمار	حوالہ کتاب	اسمِ پاک
۱۹	ترمذی	اَلْمَانِعُ	۳۶	۱۳	عَالِمُ
۲۰		اَلضَّارُّ	۳۷	۱۴	اَبَدُ
۲۱		اَلنَّافِعُ	۳۸	۱۵	وِتْرُ
۲۲		اَلرَّشِیْدُ	۳۹	۱۶	نَاظِرُ
۲۳		اَلصَّبُوْرُ	۴۰	حاکم از فتح الباری	حَنَّانُ
۲۴	ابن ماجہ	رَازِق	۴۱	۲	فَاتِحُ
۲۵	۲	صَادِق	۴۲	۳	مُثِیْبُ
۲۶	۳	جَمِیْل	۴۳	۴	مُدَبِّرُ
۲۷	۴	بُرْهَانُ	۴۴	۵	فَرْدُ
۲۸	۵	شَدِیْدُ	۴۵		اَلْعَادِلُ
۲۹	۶	قَایِمُ	۴۶	ابوزید از فتح الباری	قَابِلُ
۳۰	۷	وَافِیْ	۴۷	امام جعفر صادق	سَرِیْعُ
۳۱	۸	اَلْمُنِیْرُ	۴۸		مُتَفَضِّلُ
۳۲	۹	اَلْقَدِیْمُ	۴۹		مُعِیْنُ
۳۳	۱۰	سَامِعُ	۵۰		مُنْعِمُ
۳۴	۱۱	مُعْطِیْ	۵۱	حافظ ابن حجر	حَاکِمُ
۳۵	۱۲	تَامُّ	۵۲	مؤلف	اَلشَّافِیْ

۱ - ۲

اَلْقَابِضُ اَلْبَاسِطُ

جل جلالہٗ

قبض تنگی نمودن و بسط فراخی کردن

یہ ہر دو اسماء قرآن مجید میں بطور اسماء مستعمل نہیں ہوتے۔ البتہ آیت قرآنیہ سے ان کا استخراج ہو سکتا ہے: وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ۔

اشیاءِ عالم پر نگاہ کرو۔ قبض و بسط کے نظارے بہت نظر آئیں گے۔ تنگ دلی۔ فراخ حوصلگی۔ تنگیٔ رزق و فراخیٔ معیشت۔ تنگیٔ غنچہ و کشودگیٔ گل۔ قبض و بسط ارحام۔ قبض عنوا لیط و بسط عطا۔ قبض و بسط ارواح۔ قبض و بسط قلوب۔ قبض و بسط باراں وغیرہ وغیرہ ایسے امور ہیں جن میں خود یدِ قدرت ہی کارفرما ہوتا ہے۔ اہل دنیا بلکہ ماسوٰی کا اس میں کوئی تعلق کوئی تصرف نہیں ہوتا۔ بہتر ہے کہ ہر دو اسماء پاک کا تعقل ساتھ ساتھ کیا جائے تاکہ ہر ایک کا مفہوم بالمقابل آئینہ میں زیادہ نمایاں نظر آنے لگے۔

اِن اسماء سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ نہ فراخ دستی میں اسراف کریں، اور نہ تنگ دستی میں دل تنگ ہوں۔ افراد کی تنگی و فراخی ایک مصلحت کلیہ کے تحت میں ہے اور صلاح خاصہ کی حکمت بھی اس بارہ میں کارفرما ہے۔ ہر دو حالت موجب صبر و شکر ہیں اور صبر و شکر ہی وہ دو شہ پر ہیں جو طائرِ ایمان کو عرش رب العلیٰ تک لے جاتے ہیں۔

۳ - ۴

اَلْخَافِضُ اَلرَّافِعُ

جلّ شانہٗ

خَفَضَ پست نمودن۔ رَفَعَ بلند فرمودن۔

ہر دو اسماء بھی بطور اسماء قرآن مجید میں نہیں آتے۔ رفع کے متعلق بہت آیات سے تمسک ہوتا ہے۔

الف۔ رفعِ جسمانی کی آیات یہ ہیں:۔

(۱) وَرَفَعَ اَبَوَیۡهِ عَلَی الۡعَرۡشِ (یوسف) "ماں باپ کو تخت کی بلندی پر بٹھایا"

(۲) وَرَفَعۡنَا فَوۡقَهُمُ الطُّوۡرَ (نساء ۱۵) "ہم نے ان کے سروں پر کوہ طور کو بلند کر دیا"

(۳) بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ (نساء ۱۶) "اللہ نے عیسٰیؑ کو اپنی طرف اٹھالیا"

(۴) وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا (رحمٰن ۱) "آسمان کو دیکھو جسے بلند کر دیا ہے"

(ب) درجات و مناصب کے متعلق:

(۱) وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ (زخرف ۴۰) "ہم نے بعض کو بعض پر بلندی دی"

(۲) وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ (انشراح) "ہم نے تیرے ذکر کو بلندی عطا کی ہے۔"

ہاں اَلرَّافِعُ کے معنی میں رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ اللہ تعالیٰ کا نام آیا ہے۔ سورہ مؤمن میں ہے: رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ

اب الرافع کی صفت تب ہی مکمل ہو سکتی ہے جب کہ اَلۡخَافِضُ کی صفت بھی نور افگن ہو۔

ایک ظالم تخت سے اُتارا جاتا ہے۔

ایک عادل کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے۔

ایک جاہل ہمیشہ پستی میں گرتا ہے۔

ایک عالم بلند نصیب ہوتا ہے۔

ممکنات کو دیکھو جو پستیٔ حوادث میں گرے ہوئے ہیں۔

اہل ایمان کو دیکھو جو بلندی مراتب پر فائز ہوتے ہیں۔

وہ بھی ہیں کہ اسفل سافلین ان کا مقر ہے۔

وہ بھی ہیں کہ اعلیٰ علیین پر اُن کا نور جلوہ گر ہے۔

اَلۡخَافِضُ الرَّافِعُ کی مثال قرآن مجید میں بلعم بن باعور سے ملتی ہے۔

رب العالمین نے اُسے علم صحیح سے بہرہ ور کیا۔ اس نے اس نعمت کو زر و مال اور خوشنودی زن و عیال پر قربان کر دیا۔ راندۂ درگاہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۔ (اعراف ع ۲۲)

" ان لوگوں کو اس شخص کی خبر سناؤ جسے ہم نے اپنی آیات دی تھیں۔ وہ ان سے علیحدہ ہوگیا تب شیطان اس کے پیچھے لگا۔ اور گمراہوں میں سے بن گیا۔ ہم اگر چاہتے تو اُسے ان آیات سے بلندی عطا کرتے مگر اس نے پستی ہی کی طرف میلان کیا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۔

" یعنی اللہ تعالیٰ مومنین اور علماء کے درجے بلند کرتا ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوگیا کہ ایمان اور علم باعث رفعت ہیں۔ پس اس کی اضداد کفرو جہل ضرور سبب خفض ہیں۔

ان اسماء سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ انقلاب اور حوادث دہر سے نہ گھبرائے ہرحالت میں اسی مالک کی جانب ملتجی رہے جو بلندی بخشنے اور پست کر دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

۵-۶

المُعِزُّ المُذِلُّ

جل جلالہٗ

یہ ہر دو اسماء قرآن مجید میں بطور اسماء نہیں آئے۔ بلکہ قرآن مجید کی اس آیت سے مستخرج ہیں :

تُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ (آل عمران ع)

عزت و ذلت کا مفہوم کبھی حکومت اور فقدان حکومت ہوتا ہے چنانچہ آیت بالا سے پیشتر بھی تُؤْتِي الْمُلْكَ مَن تَشَاءُ وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ موجود ہے - اور کبھی اس عزت و ذلت کا مفہوم پسندیدگی رحمٰن ہوتی ہے۔ سورۂ منافقون میں دیکھو ۔ کہ

رئیس المنافقین ابن ابی بن سلول مال و زر کو عزت و ذلت کا معیار قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایمان کو وسیلہ عزت قرار دیتا ہے۔

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (منافقون)

"عزت کا مالک اللہ ہے۔ عزت تو رسول کے لئے ہے۔ عزت تو مومنوں کو ہے مگر منافقوں کو ان رموز کا علم ہی نہیں"

دعائے قنوت میں (جس دعا کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؓ کو سکھلایا تھا) ہے

لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ

اَلْحَکَمُ (جل شانہ)

حُکْم سے اَلْحَکَم ہے۔ حکم کے معنی فرمان اور حَکَم کے معنی فرمان دہندہ ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے یہ اسم سورہ انعام ۱۴ میں آیا ہے۔

اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا۔

اور لفظ حکم قرآن مجید کے چند مقامات پر آیا ہے:

فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ (مومن ۲) انعام و قصص۔ نون و طور میں بھی اس لفظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے ہوا ہے۔

سورۂ ھود و تین میں اللہ تعالیٰ کا اسم اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ اور سورۂ اعراف و یونس و یوسف میں خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ بھی وارد ہوا ہے۔

حاکمین کی ذیل میں حکومت دنیوی والے بھی شامل ہیں اور حکومت روحانی والے بھی۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا ذکر فرما کر پھر فرمایا ہے:

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ (انعام ع ۱۰)

بیشک مالک وہی ہے جو سب پر حکمران ہے۔ وہی مالک ہے۔ جس کا حکم سب سے بہتر اور اعلیٰ ہے۔

یہ اسم قرآن مجید میں بطور اسم نہیں آیا۔

اِس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ معاملات باہمی میں اللہ تعالےٰ کے ارشاد پر عمل کریں۔ معاملات قلبی میں بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فیصلہ پر رضا مند رہیں۔

۸
العَدْلُ جلّ شانہٗ

عَدْل مصدر ہے اور فاعل کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ان معنی میں مذکر و مؤنث واحد و جمع یکساں ہیں۔

عَدْل کے لغوی معنی برابر کر دینا ہے۔ عادل وہ ہے جو متخاصمین کے حقوق میں برابری کر دیتا ہے جس کا جتنا حق ہے اس کو مل جاتا ہے۔ اِس معنی میں یہ لفظ بطور اسم باری تعالیٰ قرآن مجید میں مستعمل نہیں ہُوا۔

ہاں اللہ تعالیٰ اس لیے عَدْل ہے کہ اس نے عدل و داد کا حکم دیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ (نحل ۹)

اللہ تعالیٰ اس لیے عَدل ہے کہ اس کے احکام صدق و عدل پر مبنی ہیں: وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا (انعام -۱۴)

اللہ تعالیٰ عَدل ہے۔ کیونکہ وہی اعتدال امزجہ کا خالق ہے۔

اللہ تعالیٰ عَدل ہے کیونکہ اس کے احکام میں تبئین و تسویہ موجود ہے۔ بے شک وہ عدل ہے اور اسی لیے اس نے حکم دیا ہے۔

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (مائدہ ع ۲)

"جو نفرت تم کو قوم سے ہے وہ تم کو بے انصافی کیطرف نہ لے جائے۔ عدل کیا کرو۔ یہی بات تقویٰ سے قریب تر ہے"

اللہ تعالیٰ عَدل ہے اس لئے کہ وہ صفت ظلم سے مبرّا و پاک ہے فرمایا:

وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (ق ع ۲) "میں عاجز بندوں پر ظلم نہیں کرتا"

فرمایا: وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ (بقرہ ع ۶) ہم نے بنی اسرائیل پر

ظلم نہیں کیا۔ وہ خود اپنی جانوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

ظلم کے معنی غیر محل میں کسی شے کے رکھنے کے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ جو عدل ہے اس کے جملہ احکام وافعال استقامت واعتدال پر ہیں۔

کوتاہ بین اللہ تعالیٰ کے احکام پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنی نادانی کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ ظلم و بیداد سے الگ رہے معاملات اور کاروبار میں اعتدال ملحوظ رکھے۔ عدل کی ضرورت فقط جھگڑوں اور مناقشات ہی میں نہیں۔ بلکہ عدل کی ضرورت تو کھانے پینے۔ سونے۔ بولنے۔ چپ رہنے۔ یاد اللہ کرنے یا آرام لینے وغیرہ وغیرہ جملہ امور میں ہے۔ جو شخص عدل واعتدال کا مسئلہ بھول جاتا ہے بالآخر وہ خود ہی مذموم و ملول بنتا ہے۔

۹
اَلْمُحْصِیْ جل شانہٗ

مادہ اس کا حصو ہے اور اَحْصَاءٌ اِحْصَاءٌ کے معنی شمار کرنا۔ دریافت کرنا نگہداشت کرنا ہیں۔ قرآن مجید میں یہ نام بطور اسم مستعمل نہیں ہوا، بلکہ مشتق از فعل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۱۔ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ (طلاق-۱) "عدت کے دن گن لیا کرو۔"

۲۔ اَحْصَاهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ (مجادلہ ع ۱) "اللہ نے ان کے عملوں کو شمار کر رکھا ہے اور لوگ خود بھی بھول گئے ہیں"

۳۔ مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصَاهَا "یہ کیسا اعمالنامہ ہے جس میں ہر ایک چھوٹی بڑی بات موجود ہے"

۴۔ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا (جن) "اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا شمار کر رکھا ہے"

اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ ہر شے کا عدد و شمار اس کے علم میں ہے۔ آسمان کے تارے۔ زمین

کے ذرّے، سمندر کے قطرے۔ درختوں کے پتّے۔ نفوس اور نفوس کے انفاس۔ اشخاص کے افعال و حرکات و سکنات غرض کہ ہر ایک چیز جو شمار میں آنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو گن لینے والا۔ شمار کرنے والا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اعداد و شمار کے متعلق مُحصی کا وہی تعلق ہے جو معلومات سے علیم کا ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو بھی اپنے افعال و اعمال کا حساب رکھنا چاہیئے۔ اور یوم الحساب میں اعمالنامے کے پیش ہونے کا ڈر رکھنا چاہیئے۔

۱۰

اَلْمُبْدِءُ

اس کا مادہ بَ دَ ءَ ہے۔ بَدَأَ بِہٖ وہاں سے شروع کیا: اَبْدَءَ اللّٰہُ الْخَلْقَ اِبْدَاءً۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو سابقہ نمونہ کے بغیر پیدا کیا۔

یہ اسم قرآن مجید میں نہیں مشتق از افعال ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

(۱) فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ۔ (عنکبوت) "غور کرو اللہ تعالےٰ نے خلقت کا آغاز فرمایا"

(۲) وَبَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (سجدہ) "انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے فرمائی"

اللہ تعالیٰ مُبْدِءُ ہے۔ اسی نے ممکنات کا احداث فرمایا۔ اسی نے جملہ امور کا ابداع کیا۔ کوئی شے بالذات یا بالزمان تقدم حقیقی نہیں رکھتی۔ بلکہ سب کی سب اسی کی آفریدہ اور بظہور آوردیدہ ہیں۔

۱۱

اَلْمُعِیْدُ

عَادَ عَوْدَۃً سے ہے جس کے معنی بازگشت کرنا۔ بازگردانید ہیں۔ مُعِید وہ ہے جو جملہ اشیا کو فنا کے بعد میدانِ قیامت میں پھر لوٹائے گا۔ اُس میں لوٹانے کی طاقت موجود ہے۔ یہ نام بھی بطور اسم قرآن مجید میں موجود نہیں بلکہ مشتق از فعل ہے۔ قرآن مجید میں ہے

۱۔ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ (یونس-۱۰)

"جسطرح ہم نے خلقت کی ابتدا فرمائی۔ اسی طرح ان کی بازگردانید بھی کریں گے"۔

۲۔ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (انبیاء-۱۱)

"کہدے کہ اللہ ہی ہے جس سے خلقت کا آغاز ہوا۔ وہی ان کو دوبارہ لوٹائے گا۔

اسی مضمون کی آیات سورہ روم ونمل میں بھی ہیں:

۳۔ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ (بروج)

"وہی ہر شے کا آغاز فرماتا ہے اور وہی عدم سے لے لوٹاتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ کو مبدء و معید ماننا ضروری ہے۔ مبدی سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مادہ کا محتاج نہیں اس کو نمونہ اور مثال کی ضرورت نہیں اور معید سے ثابت ہے کہ اس کا علم اور قدرت کمال زبردست ہے:

کفار عرب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی جس تعلیم سے تعجب و انکار تھا وہ تعلیم یہی تھی۔

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔

یعنے گوشت کے گل سڑ جانے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد ہم کیونکر پیدائش جدید حاصل کریں گے"۔

لہذا مومن کو واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو المبدء المعید تسلیم کرے۔ حشر اجساد پر ایمان رکھے اور سمجھ لے کہ اس بارہ میں جسقدر شکوک و اعتراضات ہیں۔ وہ سب علم و قدرت انسانی پر وارد

ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور قدرت تام ایسے اعتراضات کا محل نہیں ہو سکتا۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والے کو لازم ہے کہ حیات موجودہ کی قدر کرے اور حیاتِ آخرت کے لئے سرمایہ جمع کرلے۔

۱۲

اَلْوَاجِدُ

وَجَدَ وَجْدًا۔ وَجِدَةً۔ وُجْدًا۔ وُجْدَانًا کے معنی دریافت ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا نام اس معنی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں اس مصدر کے افعال اُترے ہیں۔ وہاں انسان فاعل ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں۔ صاحب قاموس کہتا ہے وَجَدَہٗ اللّٰہُ تَعَالیٰ کہنا درست نہیں۔ ہاں اَوْجَدَہُ اللّٰہُ کہہ سکتے ہیں[1]

اب یہ اسم وجُود سے بن سکتا ہے۔ وجود کے معنی ہستی ہیں۔ اس معنی میں بھی یہ اِسم قرآن مجید میں نہیں آیا اور نہ لفظ وجود کا استعمال قرآن پاک میں ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس لئے واجد ہے کہ وجودِ حقیقی اور ہستیٔ مطلق اسی کو حاصل و زیبا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس لئے واجد ہے کہ جملہ موجودات پر اسے احاطت حاصل ہے۔

وہ واجد ہے اور جملہ مطلوبات و کمالات ذاتیہ کا وجود اسے ہمیشہ سے حاصل ہے۔

ہاں اسم الوَاجِد۔ وُجْد بضم سے بھی بن سکتا ہے۔ وُجْدٌ کے معنی تونگری و غنا ہیں اور اَلْوَاجِدُ کے معنی ذُوالْوُجْد ہوئے یعنی وہ جو مالک غنا و تونگری ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ اسم اس حدیث ترمذی کے سوا اور کسی حدیث میں بھی نہیں آیا

واضح ہو:

کہ وجود کے متعلق فلاسفہ واتحادیہ نے بھی تکلم کیا ہے جو اَبْعَدُ عَنِ الصَّوَاب ہے اُن کے مباحث خالی الفاظ کے ہوتے ہیں۔

---

[1] اَوْجَدَہُ اللّٰہُ: اللہ نے اُسے مقصود پر پہنچایا ۱۲

۱۔ کیا وجود شے عین ماہیت ہے یا غیر ماہیّت ہے۔

۲۔ کیا وجود قدیم نفس ماہیت ہے۔

۳۔ کیا وجود حادث زائد از ماہیت ہے۔

یہ سب فضول بحثیں ہیں اور حقانیت و عرفان کا ان میں کوئی حصہ نہیں

صوفیہ کرام

نے بھی وجود پر بہت کچھ تکلّم کیا ہے مگر ان کی مباحث کا ان فلاسفر کی مباحث سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کی بحثوں کا تعلق ان آیات سے ہوتا ہے۔

یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (نسآء ۱۱۰) "وہ اللہ کو غفور رحیم پائے گا"

لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا (نسآء ۔ ۸۰) "تم اللہ کو تواب رحیم پاؤ گے"

وَجَدَ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ فَوَفّٰىہُ حِسَابَہٗ (نور ۔ ۴) "اللہ کو اپنے قریب پایا اس نے بندہ کا حساب پورا کر دیا۔"

ہر سہ آیات میں بندہ کا وجدان بتایا گیا ہے۔

پہلی اور دوسری آیت میں گنہگار مومن کا ذکر ہے جو گناہ کے بعد پچھتاتا پھر استغفار کرتا، اور اللہ تعالیٰ اس سے رحم و عطوفت کا معاملہ فرماتا ہے۔ تیسری آیت میں اس کافر کا ذکر ہے۔ جو اعمال سے خالی ہاتھ مالک کے سامنے جاتا ہے۔ اس آیت میں اس کی مثال اس تشنہ شخص سے دی گئی ہے جو سراب کو پانی سمجھتا ہے اور جب سراب پر پہنچ جاتا ہے تو محرومی کے سوا کچھ نہیں ملتا وہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے جاتا ہے تو وہ اس کا حساب پورا فرما دیتا ہے۔ اہل تصوف، وجدان کے لحاظ سے طالب کی تین اقسام بیان کرتے ہیں۔

سالک ۔ واصل ۔ واجد

ابن القیم نے اس پر ایک مثال بیان کی ہے۔ چند شخصوں کو معلوم ہوا کہ فلاں میدان میں فلاں درخت کے نیچے خزانہ دبا ہوا ہے۔ ایک شخص چل پڑا۔ چل رہا ہے مگر وہاں تک نہیں پہنچا۔ دوسرا شخص وہاں پہنچ گیا۔ مگر ابھی اسے خزانہ ہاتھ نہیں لگا ہے۔ تیسرا شخص وہاں پہنچا، اور اسے خزانہ مل بھی گیا۔ اس تیسرے شخص کے واردات کے لحاظ سے حالات کو تواجد۔ وجد اور وجود کے نام سے موسوم کیا کرتے ہیں۔ اگر ان الفاظ کی صراحت کی جائے تو اصل موضوع سے

بہت دور جا نکلنا ہوگا۔ لہٰذا اسی اختصار پر جو الواجد کی مناسبت سے لکھا گیا۔ اکتفا کی جاتی ہے۔

۱۳
الماجِدُ

مجد سے ہے۔ مجید بھی مجد سے ہے۔ مجید میں مبالغہ ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک نام بوجہ علمیت خود کمال تام ربانی پر دلالت کرتا ہے۔ اقتضائے لفظی اس کیساتھ شامل ہو یا نہ ہو لہٰذا الماجد اللہ تعالیٰ کی بزرگی و عظمت پر دلالت قوی رکھتا ہے۔ یہ تنوّن صفات ہے کہ کبھی فعیل کی شکل میں اور کبھی فاعل کی شکل میں جلوہ آرائی ہوتی ہے اور ہر شکل میں دلربائی کی شان الگ الگ نظر آتی ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِی تَعَطَّفَ بِالْعِزِّ وَقَالَ بِهٖ وَسُبْحَانَ الَّذِی لَبِسَ الْمَجْدَ وَتَكَرَّمَ بِهٖ وَسُبْحَانَ الَّذِی لَا يَنْبَغِی التَّسْبِيحُ اِلَّا لَهٗ سُبْحَانَ ذِی الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ سُبْحَانَ ذِی الْمَجْدِ وَالْكَرَمِ سُبْحَانَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (ترمذی عن ابن عباسؓ)

پاک ہے وہ ذات جو مہربانی فرماتا ہے اپنے عزو جلال کے ساتھ اور فرمایا یہی پاک ہے وہ ذات جس نے لباس بزرگی کا پہنا اور اسی کیساتھ کریم ہوا۔ پاک ہے وہ ذات کہ تسبیح نہیں لائق مگر اسی کیلئے پاک ہے وہ ذات جو فضل اور نعمتوں والی ہے پاک ہے وہ ذات جو بزرگی اور کرم والی ہے پاک ہے وہ ذات جو صاحب جلال اور اکرام ہے

واضح ہو کہ یہ اسم قرآن مجید میں نہیں آتا۔ باقی تفصیل المجید میں دیکھنی چاہیئے۔

۱۴-۱۵
المُقَدِّمُ - المُؤَخِّرُ

یہ ہر دو نام قرآن مجید میں نہیں ہیں لیکن صحیحین میں یہ ہر دو نام دعا ذیل میں آتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَ مَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ ———— وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ

مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ۔

اللہ تعالیٰ مقدّم ہے کہ اس نے علل کو معلومات پر اور مبادی و مقدمات کو مقاصد و مطالب پر مقدّم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ مقدّم و مؤخر ہے، وہی اہلِ صدق کو آگے بڑھاتا، اور اہلِ باطل کو پیچھے ہٹاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مقدّم ہے اور قَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ (فرقان۔۳) کی شان اسی کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ مقدّم و مؤخّر ہے اور یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ۔

اللہ تعالیٰ مقدم ہے اور نَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ (یس) سے اس کی شان نمایاں ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤخّر ہے۔ اشیا و افعال کے عواقب اور خواتیم کو اُسی نے قدرت کاملہ اور حکمت شاملہ سے مؤخر کر دیا ہے۔ اسی نے معلولات کو علل سے مؤخر بنایا ہے۔

اس کے حضور میں لَوْ اَخَّرْتَنِیْ کی التماس اہلِ حسرت کریں گے۔

۱۶
اَلْمُنْتَقِمُ

نَقْمٌ سے ہے۔ جس کے معنی ناپسندیدگی ہے۔ کسی بُرے فعل کو دیکھ کر اُس پر انکار کرنا۔ خواہ زبان سے ہو یا عقوبت سے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کا ذکر فرمایا۔ جو اہلِ ایمان کو جلتی آگ میں ڈالتے اور خود کنارہ پر بیٹھ کر جلنے والوں کا تماشا دیکھا کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد فرمایا:

(۱) وَمَا نَقَمُوْا مِنْھُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللہِ۔ (سورہ بروج)

"مومنوں کو یہ تکلیف و اذیت انہوں نے صرف اس لئے دی کہ یہ لوگ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں۔"

(۲) قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ ھَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللہِ وَمَا

"اہلِ کتاب سے کہدیجئے کہ ہم کو کس بات پر اذیت دیتے ہو۔ کیا یہی کہ ہم اللہ پر

أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ۔ (مائدہ ع ٨) ایمان لے آئے اور وحی اللہ پر جو ہمارے لئے اُتری اور اس وحی پر جو ہم سے پہلے اُتری ہے"

(٣) فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا (روم۔ ٥) "اللہ تعالیٰ کا انتقام جرم کے بعد مجرم پر ہوتا ہے"

یہ واضح رہے کہ مُنتقِم بطور اسم اُحسن قرآن مجید میں نہیں آیا۔ البتہ آلِ عمران و مائدہ اور ابراہیم و زمر میں ذوانتقام آیا ہے اور ہر چہار مقامات پر اسم عزیز کے ساتھ۔ یہ ظاہر ہے کہ مجرم کو سزا دینے کے لئے غلبہ و طاقت کی ضرورت ہے۔

اس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو ضوابط انصاف و دادگستری کی پابندی ضروری ہے مجرم کو سزا دینا بھی ایک اصول ہے جیسا کہ پاک صاف۔ شریف انسان کی حفاظت کرنا ایک اُصول ہے۔ جرائم پیشہ لوگوں کو کیفرِ کردار تک نہ پہنچانا بنیادِ تمدّن کو متزلزل کر دیتا ہے ۔

نہ دانست آنکہ رحمت کرد بر مار
کہ ایں ظلم ست بر فرزندِ آدم

١٧

المُقسِط

قسط بفتح۔ جور و بیداد۔ حق تلفی۔ اس کا فاعل قاسط آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے :

وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا۔ یعنے ظالم لوگ دوزخ کا ایندھن بنیں گے" (جن ع)

قِسط : بکسرِ اول۔ عدل و داد۔ رزق و بہرہ و ترازو۔ اسکا فاعل باب افعال سے مُقسِط آتا ہے۔

قِسط کا استعمال قرآن مجید میں بچند اسلوب ہوا ہے :

(١) وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ (نساء ١٣) "پورے پورے انصاف کے ساتھ یتامیٰ کی تربیت پر قیام کرو"

(۲) كُونُوا قَوّٰامِينَ بِالْقِسْطِ ۔ (نساء ۱۴) "عدل وانصاف کے نگران اور حامی رہو"

(۳) شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ "عدل کیساتھ شہادت ادا کیا کرو"

(۴) وَاَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ (ہود : ۹) "ناپ اور وزن کو ناپ اور وزن کے آلات کو عدل و راستی سے پورا پورا رکھو"

(۵) وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (مائدہ - ۵) "فیصلہ کرو تو متخاصمین کے ساتھ پورے عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو"

ان آیات سے واضح ہوا کہ قسط کا تعلق تمدن - تہذیب - اخلاق میں بہت زیادہ ہے اور فقدان قسط سے دین و دنیا کی خرابیاں وارد و عائد ہو جاتی ہیں -

واضح ہو کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا اسم پاک المقسط نہیں آیا - بلکہ سورہ مائدہ و حجرو ممتحنہ میں اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ آیا ہے -

(۱) اِنَّهٗ يَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۔ (یونس ع ۱) "اللہ وہ ہے کہ خلقت کو پیدا کرتا ہے پھر اُسے اپنی طرف لوٹاتا ہے ۔ تاکہ ایمان اور عمل صالح والوں کو عدل سے جزا دے"

(۲) وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ (یونس ع ۵) "ان کا فیصلہ انصاف سے کر دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے"

(۳) شَهِدَ اللهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران ع ۳) "گواہی دی اللہ نے کہ نہیں کوئی معبود مگر وہی اور فرشتوں نے اور اہل علم نے اسی حال میں کہ وہ قائم ہے ساتھ انصاف کے"

ان آیات سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اس لئے مُقْسِطْ ہے کہ وہ ظالموں مشرکوں کا فیصلہ بھی بِالْقِسْطِ فرمائے گا -

اللہ تعالیٰ اس لئے مقسط ہے کہ اخبار و اعلان اظہار و تبیان میں قیام بالمقسط فرمایا ہے - سب سے بڑے واقعہ توحید کو سب سے زیادہ تائید و توکید کے ساتھ

دنیا پر روشن کیا اور اسی واقعہ پر تمام رُوحانی طاقتوں اور تمام علمی طاقتوں کے متفق علیہ نتائج کو طالبانِ حقیقت کے سامنے منکشف کر دیا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ اس لئے مُقسِطؔ ہے کہ وہ مقسطین سے محبت رکھتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ اس لئے مُقسِطؔ ہے کہ اس نے دنیا میں اپنے رسُولوں کو عدل کا دین۔ تمدن وحقوق (ربانی وعباد) کے قائم کرنے کے لئے بھیجا اور ان کے ساتھ ہی اغراض کی تکمیل کیلئے شریعت اور میزان کو نازل کیا تاکہ ان ذرائع سے لوگ باہمی انصاف وقسط کو قائم کرلیں۔ اس نے تلوار کو بھی نازل کیا۔ جس میں سخت ہیبت بھی ہے اور انسانی منافع بھی ہیں:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ (الحدید ع ۳)

١٨
المُغْنِی

اِغناً غنی نمودن۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اہل ایمان سے وعدہ فرمایا تھا:

إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (نور۔ ۴)

"اہل ایمان اگر اب بے زر بے سامان ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے غنی بنا دے گا۔"

اس وعدہ کو اللہ تعالیٰ نے پورا کیا۔ عراق کے ذخیرے۔ روم کے خزانے۔ ایران کے گنجینے شام کے اندوختے۔ مصر کے سرمائے۔ دولت اور حصول دولت کے وسائل۔ زمین اور زمین کی معدنیات سمندر اور سمندر کے لال وجواہر عہد صدیقی وفاروقی میں مسلمانوں کے تصرف میں کر دیئے۔ عثمان غنی کی جود ونوال نے عرب کے گھر گھر میں خلعت ولباس اور عنبر ومشک کی تقسیم کر دی۔ یہ سب کچھ مغنی برحق کی داد کا نتیجہ تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا تھا: وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ " اللہ تعالیٰ

نے تجھے عیال والا دیکھا اور غنی کر دیا۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ فراوانیٔ زر و مال سے غنیٰ حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ غلط ہے۔ زر و مال کی کثرت تو جوع البقری پیدا کر دیتی ہے اور کبھی غنا حاصل نہیں ہوتی۔ حدیث شریف میں ہے: الغنی غنی النفس۔ غنا تو دل کی غنیٰ کا نام ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں کسقدر غنا تھی وہ اس واقعہ سے ظاہر ہوگی کہ اللہ تعالے نے پیغام بھیجا کہ اگر آپ چاہیں تو مکہ کے سب پہاڑ سیم و زر کے بنا دیئے جائیں۔ حضور نے عرض کی کہ یہ تو میری ہرگز آرزو نہیں۔ مجھے تو ایک روز روٹی مل جائے تاکہ وہ دن میرا شکر کے ساتھ بسر ہو۔ ایک دن بھوکا رہوں تاکہ وہ دن دعا و التجاء میں بسر ہوا کرے ؎

فرمایا رسول حق نے ارشاد
اک روز ہوا یہ حکم رحمٰن
تو چاہے اگر تو زرِ خالص
کر دوں بطحا کا سب کہستان
کی عرض۔ نہیں نہیں الٰہی
ہے چاہتا بندۂ ثنا خواں
اک روز میں بھوک سے گزاروں
در پر ترے سائل اور گریاں
اک روز بقدرِ قوت کھاؤں
لب شکر کناں و حمد گویاں

ہاں اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے انعام دنیوی سے اہل دنیا مالا مال ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہی ہے جس کی دولتِ لازوال سے اہل ایمان بہمہ حال خوشحال ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہی ہے کہ کسی کو مال دیتا ہے اور مال اس کے کچھ کام نہیں آتا۔ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو خاص بندوں کے لئے فراخی کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔ یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ (نساء-۱۳)

اللہ تعالیٰ ہی ہے جو یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا (دخان-۵)، کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔

اللہ تعالیٰ ہی مُغنی ہے۔ وہ کاملین کو غنائے قلب عطا فرماتا ہے اور سائلین کو بامراد فرماتا ہے۔ امیر و فقیر سب کی ضروریات کو پورا کر دیتا ہے۔

۱۹

مَانِعُ

مَنْع ۔ عطا کی ضد ہے اور رَجلٌ مَانِعٌ کے معنی مرد بخیل آتے ہیں ۔ منع کے معنی حمایت بھی آتے ہیں مَکَانٌ مَنِیْع ۔ وہ بلند مکان جو رہنے والوں کی حمایت کر سکیں — وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ (حشر) "کافروں نے سمجھا کہ ہمارے قلعے ہم کو بچا لیں گے"۔

وَنَمْنَعُكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ منافقین کا قول اہلِ کفر سے ہے کہ ہم تم کو اہلِ ایمان سے بچاتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مَانِع ہے کہ وہ اپنے بندوں کی حمایت فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مَانِع ہے کہ وہ اہلِ باطل کے ہاتھوں سے اہلِ حق کو بچاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُعْطِی ومَانِع ہے ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (صحیح بخاری کتاب الدعوات)

اللہ تعالیٰ مانع ہے اور اسی لئے ممنوعاتِ شرعیہ سے اس نے اہلِ اطاعت کو روک دیا ہے۔

اِس اسم سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ اہلِ ہوا و ہوس کی صحبت سے پرہیز کریں کہ وہ يَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ میں داخل ہونے سے خود کو بچائیں ۔ لازم ہے کہ اعتماد و وثوق اللہ تعالےٰ ہی کی ذات پر قائم کریں!

واضح ہو کہ یہ اسم قرآن پاک میں نہیں۔

---

۲۰ - ۲۱
اَلضَّآرُ النَّافِعُ

ضرر - نقصان - نفع - فائدہ

یہ ظاہر ہے کہ ضرر و نفع خلقت کو ضرور پہنچتے ہیں اور ضرر و نفع کا وجود مختلف اعتبارات سے ہے ۔ دو شخصوں نے ایک سودا کیا - ان میں سے ایک تو ضرر کی شکایت کرتا ہے اور دوسرا نفع کمانے پر خوش ہے ۔ سودا ایک ہے ۔

یہ حالات کس کے حکم کی تحت میں ہیں - سورۂ جن میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ اہل عالم سے یہ فرمادیں ؛ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا - کہدے کہ میں تمہارے لئے ضرر اور فائدہ کا مالک نہیں ہوں " جب سرور کائنات نے بھی یہ فرما دیا تو ظاہر ہے کہ اب ضرر و نفع کا مالک رب العالمین کے سوا اور کون ہو سکتا ہے اور اس لئے یہ ہر دو نام اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں - ان دونوں کو بحالت مزدوج استعمال کرنا چاہیئے -

ہر دو نام قرآن پاک میں بطور اسمائے حسنیٰ مستعمل نہیں ہوتے ۔

۲۲
اَلرَّشِيْدُ

رَشَدَ رُشْدًا وَرَشَادًا - وَرَشِدَ رَشَدًا بمعنی ہدایت مستعمل ہوتا ہے ۔

نابالغ بچوں کی سن تمیز کے متعلق ہے :

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا - " اگر اُن میں تمیز کا ہونا پایا جائے تو اُنکا مال اُن کے حوالہ کر دو "

ابراہیم علیہ السلام کی عرفان طلب نگاہ حق بین کے متعلق ہے :

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ - " ابراہیم کو اس سے پیشتر ہدایت عطا کی تھی "

رُشد بضم اور رَشد بفتح دونوں ہم معنی آتے ہیں۔ بعض نے بتلایا کہ رَشد خاص تر ہے رُشد کا امور دنیویہ و اخرویہ میں ہو سکتا ہے مگر رُشد صرف امورِ اخرویہ کی نسبت مستعمل ہوتا ہے رَاشد اور رشید دونوں معنی فاعلیت کے لئے آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی صفت میں فرمایا ہے : أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ۔

فرعون کے متعلق ہے : وَمَا أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ۔

ہُود علیہ السلام کی قوم نے ہُود کو کہا تھا : إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ (ہود ۱۰)

اُن کی مراد رشید سے عقل وہوش والا تھا نہ کہ منصب نبوّت پہ فائز شدہ کیونکہ نبوت پر تو وہ ایمان ہی نہ لائے تھے۔

واضح ہو کہ یہ اسم بطور اسمائے حسنیٰ قرآنِ پاک میں موجود نہیں لیکن جب رَشید بمعنی ھَادِی ہے تو معناً اس اسم کا صحیح ہونا ثابت ہوگیا، اور روایت حدیث میں آجانے کے بعد وہ صحیح طور پر اسمارِ حسنیٰ میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ رَشید ہے وہی مسترشدین کی رہنمائی فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رَشید ہے اور اسی کے افعال رشد و ہدایت پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ رَشید ہے اس کے اور جملہ احکام و سنن۔ ہدی ہیں صلاح وصواب، اور ارشاد و سداد پائی جاتی ہے۔

اس اسم سے تخلق کرنے والوں کو لازم ہے کہ دین حقہ کی تعلیم سے غافل نہ ہوں سیکھتے سکھلاتے۔ پڑھتے۔ پڑھاتے۔ ہدایت پر چلتے چلاتے رہیں۔

۲۳
الصَّبُورُ

صَبَرَ صَبْرًا فَهُوَ صَابِرٌ وَصَبِيرٌ وَصَبُورٌ

صبر کے معنی لغت میں حبس و امساک ہیں۔ شرعاً مصیبت کے وقت عدم شکوی عدم اضطراب کا نام صبر ہے۔

صبر کا ذکر قرآن مجید کے ۹۰ مقامات پر آیا ہے اور اہل صبر کی مدح اللہ تعالےٰ نے اور

طریقوں سے فرمائی ہے۔ ہم نے اس کی صراحت اپنی کتاب الجمال والکمال تفسیر سورۂ یوسف) میں بیان کی ہے۔

صَبْر وہ صفت ممدوحہ ہے کہ اخلاق کریمہ کو صبر کے ساتھ مناسبت خاص ہے۔ اور اختلافِ مواقع سے اس کے نام بھی مختلف ہو گئے ہیں

مصیبت کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لینے کا نام صبر ہے۔ اس کی ضد جزع ہے۔

جنگ میں قائم رہنے کا نام شجاعت ہے۔ اس کی ضد جُبن ہے۔

برداشت آفت کا نام ارحب صدر ہے۔ ضد ضجر

رازداری کے کمال کا نام کتمان ضد مَذَل وغیرہ وغیرہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا نام "صبور" نہیں آیا۔ مخلوق کے لئے بھی صابر ہی آیا ہے صَبُور نہیں۔

اس کی تائید میں وہ حدیث پیش کی جا سکتی ہے جو جامع الاصول کے کتاب الصبر میں موجود ہے کہ صحیحین میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

لَا اَحَدٌ اَصْبَرُ علی اذی سمعہ مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّہٗ لیشرك بہٖ وَیَجْعَلُ لَہُ الْوَلَدَ ثُمَّ یُعَافِیْھِمْ وَیَرْزُقُھُمْ

"اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اس برائی اور اذیت پر جو سنی جائے صبر کرنے والا کوئی نہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے فرزند مقرر کیا جاتا ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ درگزر کرتا ہے اور ان کو رزق دیئے جاتا ہے۔"

اب اسم صبور ہم معنی حلیم ٹھہر گیا، اور معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کو دیکھتا ... شت کرتا۔ مہلت دیتا ہے۔

اِس ... سے تخلق پیدا کرنے والوں کو لازم ہے کہ خود بھی اعداء دین کے کلمات اذیت کو سنکر برداشت کی عادت پیدا کریں۔ انبیاء و رسل کی سُنن ہدیٰ میں سے صبر کرنا ہی ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

۲۴
رَازِقُ

رزق دینے والا - روزی بخش - یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ لفظ رزق وسیع معنی میں آتا ہے۔ کھائی جانے والی چیزوں کو بھی رزق کہتے ہیں اور دیگر اشیاء کو بھی جن سے انسان تمتع حاصل کرتا ہے۔ مال و جاہ۔ علم و دولت وغیرہ رَزَقَنِیَ اللّٰہُ الْعِلْمَ نے مجھے علم بخشا وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ بھی کرتے ہیں۔ بعض نے وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ کی تفسیر میں رزق کے معنی بارش بھی کئے ہیں اور بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ کے معنی یہ ہیں کہ شُھَدَاء پر نعم اخرویہ کا فیضان ہوتا ہے۔

رازق کے معنی رزق کا پیدا کرنے والا بھی ہیں۔ رزق کا عطا کرنے والا بھی اور رزق کا مسبب بھی۔

۲۵
صَادِقُ

صدق۔ اظہار اصلیت۔ دل و زبان کا ایک ہونا۔ وعدہ اور قول میں پکا پورا اُترنا۔ قرآن پاک میں ہے: وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا۔

دوسری آیت میں ہے: وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا۔

انہی آیات سے یہ اسم بنایا گیا ہے۔

جب یہ اسم بندے کے لئے ہوتا ہے تب صدق سے تین اسم بنتے ہیں۔ صادق۔ صدوق صدیق۔ ان سب کی بحث ہماری کتاب "الجمال والکمال" میں ہے۔

۲۶

اَلجَمِیلُ

جمال — حسنِ کثیر کو کہتے ہیں۔ حسن کا اطلاق جسم و بدن پر بھی ہوتا ہے اور اقوال و افعال پر بھی۔ جمیل وہ ہے جو محاسنِ کثیر والا ہے۔ جمیل وہ ہے جس سے خیرِ کثیر دوسروں کو حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا نام جَمِیْل انہی معنی سے ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَّ یُحِبُّ الْجَمَالَ کے معنی یہی ہیں کہ وہ ذاتِ پاک خود بھی اپنے بندوں کو خیرِ کثیر عطا کرنے والا ہے اور اُسے پسند بھی یہی ہے کہ اسی فعل کی پابندی بندے بھی کریں۔

۴۔ اَلبَادِیُٔ

بَدَأَ۔ کسی شے کو دوسری پر متقدّم کرنا۔ قدامت

بَدَأَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (انسان کی پہل مٹی سے ہوئی)

کَمَا بَدَاَ کُمْ تَعُوْدُوْنَ (جیسے تم کو شروع میں بنایا تھا۔ ایسا ہی اعادہ ہوگا)

اللہ تعالیٰ ہی بادی ہے اور اسی کی تقدیم سے ہر شے کو تقدیم ملتی ہے۔ اسی کی ظہور بخشی سے ہر شے ظہور میں آتی ہے۔

۵۔ اَلوَفِیُّ

وَفِی۔ لغی وفاءٌ سے ہے۔ وفا کے معنی پورا کرنا۔ تمام کرنا۔ وعدہ کو پورا کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے۔ وہی نعمت کو پورا دینے والا ہے۔ وہی دنیا و آخرت کے وعدوں کو مکمل و تمام کرنے والا ہے۔

۲۷

بُرھَانُ

بَرَہَ یَبْرَہُ سے سفید ہونا — رَجُلٌ اَبْرَہُ سفید رنگ کا مرد۔ اِمْرَاَۃٌ برھاَ

سفید پوست کی عورت۔

بُرھَان۔ بوزن فعلان ہے۔ رجحان کی مثال

بُرھَان۔ روشن اور واضح دلیل۔ جو اُبدا مقتضی صدق ہو۔ مجھے نہیں معلوم ہو سکا۔ کہ بُرھَان بطور اسم الٰہی کسی آیت سے ماخوذ ہے۔ مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ ہیں جن میں لفظ بُرھان آیا ہے۔

قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ۔ (بقرہ۔ نمل۔ انبیاء۔ قصص)

قَدْ جَاءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ (نساء)

لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ۔ (یوسف)

لَا بُرْھَانَ لَہٗ بِہٖ (مومنین)

فَذَانِکَ بُرْھَانَانِ مِنْ رَّبِّکُمْ (قصص)

۷۔ **اَلْبَارُ** ۔ نیکی کنندہ۔ اَلْبَرُّ کی شرح دیکھنی چاہیئے۔

۲۸
اَلشَّدِیْدُ

شَدٌّ۔ لغت میں گرہ دینے کو کہتے ہیں۔ بعدازاں اس کا استعمال جسم اور قوی اور عذاب کے استحکام میں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی صفت شَدِیْدُ الْعِقَابِ (بقرہ۔ آل عمران۔ انفال وغیرہ میں) اور شَدِیْدُ الْمِحَالِ سورہ رعد میں بیان ہوئی ہے۔ اسی مقام سے "الشَّدِیْد" کو بطور اسم بیان کر دیا گیا ہے۔

۲۰۔ اَلرَّافِعُ

دیکھو الرَّفِیْع۔ جو باب اوّل میں ہے۔

رفعت کا تعلق مکانات سے ہے۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ" جب ابراہیم

علیہ السلام کعبہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے" اور بلندی مکان سے بلندی درجات کے معنی بھی لئے گئے ہیں۔ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ۔ "ہم نے بعض کے درجے بعض پر بلند کر دیئے"۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذکر کو بلندی اور رفعت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ رافع ہے۔ رفعت کی جملہ اقسام اسی کی آستان سے ملتی ہیں۔

۲۹ القائم

قَامَ یَقُوْمُ قِیَامًا سے فاعل قائم آتا ہے۔ قیام کے معنی حفاظت بھی ہیں: اَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ۔ اسی آیت سے یہ اسم لیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اسم قیوم ہے اور حدیث پاک میں قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے۔ ہر دو اسماء کا مادہ بھی قیام ہے

اللہ تعالیٰ القائم ہے۔ ہر شے کی حفاظت اس کے احوال کے ساتھ فرمانا ہر شے کو برقرار رکھنا اسی کا کام ہے۔

۱۸۔ اَلدَّائِمُ

دوم کے معنی اصلی سکون ہیں۔ محاورہ ہے دَامَ الْمَاءُ۔ پانی ٹھہر گیا۔

نُهِيَ اَنْ يَّبُوْلَ الْاِنْسَانُ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ۔ منع کیا گیا ہے کہ انسان پیشاب کرے ٹھہرے ہوئے پانی میں"

عیسٰی علیہ السلام کا قول ہے: كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ۔ میں ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔ جب تک ان میں قیام کیا۔

اسرائیلیوں نے موسٰی علیہ السلام کو جواب دیا تھا: لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا "جب تک وہاں کے لوگ اس علاقہ میں آباد ہیں۔ ہم اس علاقہ میں داخل نہ ہوں گے"۔

قرآن مجید میں کسی آیت سے ایسا قرینہ نہیں ملتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا اسم "القائم" قرار دیا جائے

البتہ اس کے لغوی معنی " رہنے والا " ۔ " ٹھہرنے رگا " کے مفہوم کا اطلاق توسیع سے لیا گیا ہے ۔

۳۰
اَلْوَاقِیْ

یہ وِقَایہ مصدر سے ہے ۔ معنی وقایت میں ہے ۔ کسی شے کو اسکی ضرر رساں و ایذادہ چیز سے بچانا ۔

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ (دہر) اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس دن کے شر سے بچایا ۔

مَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ وَاقٍ ۔ " اُن کا بچانے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں "

اللہ واقی ہے اور وُہی ہم کو شر و عذاب سے بچانے والا ہے ۔

۳۱
اَلْمُنِيْرُ

۳۲
اَلْقَدِيْمُ

۳۳
اَلسَّامِعُ

سَمْعٌ ۔ شنوائی

السَّمِيْعُ ۔ جو باب اوّل میں ہے

۳۴
اَلْمُعْطِی

عطا کنندہ ۔

عطا و عطیہ عموماً انعام کے لئے آتا ہے ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے انعامات دنیا و آخرت میں لا انتہا ہیں ۔ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (ایسے انعام ۔ جو کبھی منقطع نہ ہوں ۔ جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو) کا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔

۳۵

اَلتَّآمُّ

تمام الشیٔ کسی شے کے جملہ اجزا کا جمعیت پذیر ہو جانا۔ اس طرح پر کہ اب کسی شے کی اُسے ضرورت نہ رہے۔ بدرتمام۔ چودھویں رات کا چاند — لیل التمام۔ موسم سرما کی سب سے لمبی رات۔

تام — وہ جو اپنی ذات میں مکمل ہو جس میں کوئی نقص نہ ہو۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ

"اللہ پاک اپنے نور (دین) کو کامل کر دینے والا ہے۔"

۳۶

اَلْعَالِمُ

مالکِ علم۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ اسم اس آیت سے لیا گیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَالِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (ملائکہ) سورہ انعام۔ سجدہ۔ سبا و جن میں بھی عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ وارد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مطلقاً "عالم" کہلانا رب العالمین ہی کے شایان ہے۔ انسانوں کو عالم کہنا محض اضافی ہے۔ علم الٰہی کے مقابلہ میں انسان کا علم وہی نسبت رکھ سکتا ہے جو سمندر کے مقابلہ میں اس قطرہ کی ہے جو سر سوزن پر لٹک رہا ہو۔

۳۷

اَلْاَبَدُ

زمانہ کی صفت میں آتا ہے۔ وہ زمانہ جو منقطع نہ ہو۔ جس کی انتہا نہ ہو۔ کسی شخص کی تمام تر زندگی کا زمانہ۔

میں معلوم نہیں کر سکا کہ کس دلیل سے اس کو بطور اسم پاک شمار کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں جتنی آیات میں لفظ آبد آیا ہے ان میں سے کسی ایک آیت میں بھی اس طرف اشارہ نہیں۔
صرف اتنی مناسبت کہ ابد زمان غیر منقطع کو کہتے ہیں۔ اسے داخل اسمائے حسنیٰ کرنے میں کافی نہیں۔ واللہ اعلم!

۳۸ - اَلْوِتْرُ

وتر۔ ایک۔ یگانہ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو من کل الوجوہ وحدت حقیقی حاصل ہے اس لئے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لئے ہو سکتا ہے۔ ایسے قرینہ والے سے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت صحیحہ رکھتا ہو جیسے هُوَ وِترٌ یُحِبُّ الْوِترَ میں موجود ہے۔

۳۹ - اَلنَّاظِر

۴۰ - اَلْحَنَّانُ

حنّ: شفقت ودلسوزی وَحَنَانًا مِنْ لَّدُنَّا۔ حضرت یحییٰ کی صفت ہے۔
شفقت چونکہ نوعے از رحمت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا نام حنّان ٹھہرا۔ یہ نام بطور اسم پاک حدیث شریف میں منّان کے ساتھ مل کر آیا ہے۔

۴۱ - اَلْفَاتِحُ

فتح کے معنی: فیصلہ۔ مدد۔ سوم ومعارف وغیرہ ہیں۔
نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَفَتْحٌ قَرِیْبٌ "اللہ کی مدد اور قریب کی فتح"

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ "اللہ کی مدد اور قریب کی فتح"

وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ "تو تمام بھیدگیوں کا بہتر کھولنے والا ہے"

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا "ہم نے تجھ کو فتح مبین عطا کی"

اللہ تعالیٰ کا اسم الفاتح ان جملہ اعتبارات سے صحیح ہے۔ فتح بمعنی فیروزی اس لئے آتا ہے کہ ملک مفتوحہ کی سرحدات وقلعہ جات اور موانع فتح کنندہ پر کھل جاتے ہیں۔ سلاطین عثمانیہ میں سے اسی لئے سلطان محمد کو محمد الفاتح کہا جاتا ہے کہ اس نے ۱۴۵۳ھ میں قسطنطنیہ فتح کیا تھا۔

۴۲

اَلْمُثِیْبُ

ثواب دہندہ۔ ثواب کسی شے کا عمل کے بعد اس حالت پر پہنچ جانا۔ جو ابتدائے فکر میں مقصود عمل تھی ثوب بمعنی جامہ اس لئے ہے کہ کاشت پنبہ اور غزل وقتل اور نسج کا آخری مقصود بہ صورت جامہ ہے۔

ثواب اجر عمل۔ جو عمل کا مقصود تھا۔ ثواب کا اطلاق جزائے خیر و شر دونوں کے لئے آتا ہے۔ مگر استعمال میں جزائے خیر کے لئے زیادہ تر مستعمل ہے ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ اللہ تعالیٰ کا نام مثیب اس لئے بھی ہے کہ اعمال حسنہ کا ثواب احسن عطا فرمائیگا، اور اس لئے بھی کہ اعمال سیئہ کا ثواب ان اعمال کے مطابق ہے گا۔

۴۳

اَلْمُدَبِّرُ

دُبر۔ پشت وانجام۔ تدبیر معاملات کے انجام کی فکر اور انتظام قرآن مجید میں یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ (سورہ رعد) اور یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ سورہ سجدہ میں آیا ہے اور انہی آیات سے اسم اَلْمُدَبِّرُ کا استخراج کیا گیا ہے۔

۴۴

فرد

فرد - وہ شے جس میں کوئی دوسری شے شامل نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی شان احدیت و وحدیت کی وجہ سے فرد کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہی پاک ذات اپنی احدیت میں منفرد ہے فقط

۴۵

اَلعَادِلُ

عَدْل : برابری۔ مساوات۔ عدل بالفتح۔ وہ مساوات جو اشیاء و حقوق غیر محسوسہ میں ہو۔ عِدل بالکسر۔ وہ مساوات جو اشیاء محسوسہ میں ہو۔ اللہ تعالیٰ عادل ہے کیونکہ اسی نے عدل و احسان کا امر فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔

۴۶ - اَلقَابِلُ

قابل التوب۔ اللہ تعالیٰ کی صفت قرآن مجید میں ہے۔ کہ وہ توبہ کو قبول کرنے والا ہے اسی کو مخفف کر کے "القابل" اسم بنا لیا گیا ہے۔

۴۷ - اَلسَّرِيعُ

قرآن مجید میں سَرِيعُ الْحِسَابِ اور سَرِيعُ الْعِقَابِ وارد ہوا ہے اسی کو مخفف کر کے السّریع اسم بنایا گیا ہے۔ کسی جگہ منفرد حالت میں بطور اسم مستعمل نہیں ہوا۔

۴۸

اَلمُتَفَضِّلُ

فضل بزرگی۔ دوسرے کے مقابلہ میں برتری فضل کی تین اقسام ہیں۔

فضلِ جنسی : حیوان جماد سے افضل ہے۔
فضلِ نوعی : گھوڑا گدھے سے افضل ہے۔
فضلِ شخصی : زید خالد سے افضل ہے۔
اللہ تعالیٰ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ہے۔ اسی سے متفضل اسم بنالیا گیا ہے۔ جو معناً صحیح ہے۔

۴۹

مَعِیْنٌ

عوْن سے مَعِین۔ مددرساں۔ اعانت کنندہ ہیں۔ دراصل وہی مدد فرمانے والا ہے۔
اور اسی سے استعانت و مدد کی درخواست ہوتی ہے۔ تفصیل "المستعان" کے تحت میں دیکھو۔
قرآن مجید میں یہ لفظ بایں معنی نہیں آیا۔ البتہ بطور اسم یا ظرف بمعنی چشمۂ آب آیا ہے۔

۵۰

اَلْمُنْعِمُ

نعمت سے ہے۔ نِعمت اصل لغت میں استلذاذ کو کہتے ہیں۔ جو کسی شے سے حاصل ہو۔ پھر ہر ایک شے کو جو انسان کی صحت وقوت و فرحت کی افزونی کا باعث ہو۔ نعمت کہنے لگے۔
نِعمت بالکسر حالت کو ظاہر کرتی ہے جیسا کہ جِلسہ و رِکبہ نشست و سواری کی حالت ظاہر کرتے ہیں۔
نَعْمت بفتح۔ فعل کے وقوع کو جو ایک ہی دفعہ واقع ہوا ہو۔ ظاہر کرتا ہے۔ جیسے ضَرْبۃً۔ وشَتْمۃً
قرآن مجید میں لفظ نعمت قلیل و کثیر۔ مادی و روحانی جملہ اقسام پر وارد ہوا ہے۔
یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ "اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم کو دی"

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ "اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو گے تو سب کا شمار نہیں کر سکو گے"

وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط "میں نے تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا، اور میں خوش ہوں کہ اسلام تمہارا دین ہو"

انعام کے معنی دوسرے پر احسان کرنا ہے بشرطیکہ یہ ہے کہ منعم علیہ بھی ذوالعقول میں سے ہونا چاہیئے مثلاً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں شخص نے فلاں مکان کو انعام دیا یا فلاں جانور پر انعام فرمایا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے:

اِنْ هُوَ عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ (زخرف) "عیسیٰ تو وہ بندہ ہے جس پر ہم نے انعام فرمایا ہے"

اللہ تعالیٰ نے زید رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا:

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ " اللہ نے بھی اس پر انعام کیا اور تو نے بھی اس پر انعام کیا"

اللہ تعالیٰ مُنعِم ہے اور اس کی نعمیں حد و شمار سے افزون ہیں۔

اللہ تعالیٰ مُنعِم ہے اور اس نے سب سے بڑی نعمت دین اسلام ہم کو عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ مُنعم ہے اور ظاہری و باطنی نعمتوں کو اس نے بکثرت عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ منعم ہے اور نعمت وہی ہے جو منجانب اللہ ہو۔

اللہ تعالیٰ منعم ہے اسی کے آستان پر ہمارا سوال نعمت ہے۔

بندہ کو لازم ہے کہ اس منعم حقیقی سے اسی نعمت کا سوال کرے جو بندگانِ خاص کو عطا ہوتی رہی ہے۔ فانی نعمتوں کا سوال بے خبری ہے اور شہنشاہ سے کوڑیوں کا سوال سراسر حماقت۔

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ "الٰہی جو نعمت تو نے مجھے اور میرے والدین کو دی ہے اس کے شکریہ کی توفیق بھی مجھے دے کہ تیرے پسندیدہ عمل کیا کروں۔ الٰہی میری اولاد کو بھی نیک بنا دے میرا رجوع

اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ط — تیری طرف ہے اور میں تیرا فرمانبردار ہوں"

اسم منعم کا استخراج آیات قرآنیہ سے راقم نے کیا تھا۔ من بعد فتح الباری کے دیکھنے سے مجھے اطمینان قلب حاصل ہو گیا کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی اسے اسماء حسنہ میں شمار کیا ہے۔

۵۲

اَلشَّافِيْ

شفا۔ شِفَاء (ض) سے ہے۔ شفا۔ تندرستی۔ افزونی

اللہ تعالیٰ نے شہد کی تعریف میں فرمایا ہے:

فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ۔ — "اس میں لوگوں کے لئے صحت ہے۔"

قرآن مجید کی صفت میں فرمایا:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ — "قرآن کا ہر حصہ اہل ایمان کے لئے شفا و رحمت ہے۔"

(اسرائیل ع ۶)

دوسرے مقام پر قرآن پاک کی صفت میں ہے:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (یونس ع ۶) — "اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کے روگ کی صحت پہنچی ہے۔ یہ مومنین کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔"

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاءٌ (فصلت ع ۶) — "کہہ دے کہ یہ قرآن اہل ایمان کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔"

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت میں فرمایا:

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (شعراء) — "جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تب وہی ہے جو مجھے صحت عطا کرتا ہے"

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ادعیہ میں سے ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِیْكَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْكَ اللّٰهُ یَشْفِیْكَ -	"اللہ کا نام بچاؤ ہے ہر شے سے جو تجھے ایذا دیتی ہے۔ اللہ تجھے شفا دے گا"

دوسری دعا ہے :

اَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا -	"اے انسانوں کے پالنے والے خوف وخطر دُور کر دے اور صحت وشفا بخش دے - شافی تو ہی ہے۔ تیری ہی شفا کا نام شفا ہے ایسی شفا عطا کر جو کوئی بیماری باقی نہ رہنے دے"

اللہ تعالیٰ شافی ہے۔ اُس نے امراضِ جسمانی کے لئے گوناگوں ادویہ بنائی ہیں۔ اُن میں بوقلموں تاثیرات رکھی ہیں۔ شہد وغیرہ ازاں جملہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ شافی ہے اس نے امراضِ روحانی کیلئے آیاتِ قرآنیہ کو نازل فرمایا ہے جسمانی بیماریوں کیطرح روحانی بیماریاں بھی بہت ہوتی ہیں۔ مختلف شمار کی بیماریاں مختلف ہیں۔ اِسیطرح آیاتِ قرآنیہ میں بھی الگ الگ بیماریوں کی دوا ہے

لوگوں نے اتنی بات تو سمجھی کہ آیاتِ قرآنیہ میں شفا ہے۔ مگر پھر قصورِ فہم سے اسے صرف امراضِ جسمانی تک محدود سمجھا اور آگے نہ بڑھے۔ اس میں شک نہیں کہ آیات کا استعمال امراضِ جسمانی — اور امراضِ مادی میں بھی کیا جاتا ہے۔ مگر اس کے فوائد حقیقی تو امراضِ قلب اور عوارض روحی میں بہت زیادہ ہیں۔ عوام میں بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو روحانی امراض کے علم سے ہی بے بہرہ ہیں اور پھر بڑی تعداد ان کی ہے جو ان امراض کا آیات سے علاج کرنا نہیں جانتے۔

محض قلب کے متعلق امراضِ ذیل کا پتہ کتابِ حمید سے لگتا ہے :

رَیبِ قلب۔ نفاقِ قلب۔ غرۂ قلب۔ رانِ قلب۔ لہائے قلب۔ انصرافِ قلب۔ اغلالِ قلب۔ اکنانِ قلب۔ انطباعِ قلب۔ ختامِ قلب۔ اقفالِ قلب۔ زیغِ قلب۔ قساوتِ قلب۔ عمیانِ قلب۔

اِن امراض کے ساتھ ان کی علامات وطریقہ تشخیص وعلاج بھی اسی کتابِ پاک میں موجود ہیں۔ کسی نسخہ کے استعمال کا طریق یہ نہیں کہ کتابِ طب کا ورق کھول کر پی لیا جاوے بلکہ اُن ادویہ کا استعمال ضروری ہے۔ جن کو کتاب نے تجویز کیا ہے۔ شافیٔ مطلق کے ہاتھ میں شفا ہے وہی امراض

جسمانی میں ادویہ مادی سے صحت جسم عطا فرماتا ہے۔ اور وہی عوارض میں تدابیر روحی سے شفاء حقیقی بخشتا ہے۔

اس اسم پاک کا تعلق انسان کو حکیم مطلق کے دروازہ تک لے جاتا ہے اور برأت مرض کی برأت اُسے دلاتا ہے۔

مبارک ہیں جو صحت عاجلہ و آجلہ اور شفاء اصلہ وکاملہ کی تلاش میں دوا و درمان کی طلب رکھتے ہیں۔

الٰہی ہم پر یَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مومنین کی تجلّی نازل فرما۔

باب سوم

ناظرین کے اہتمام مطالعہ اور رشِ ثقین کی تکمیل فائدہ کی غرض سے اب مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی ذاتِ پاک کے لئے جن مرکب اسمار کا استعمال ہوا ہے ان کا اندراج بھی معہ ترجمہ کر دیا جائے۔ یہ ۱۵ نام ہیں:

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۱	رَبُّ الْعَالَمِیْن	تمام جہانوں کا پالنے والا	سورہ فاتحہ
۲	رَبُّ الْعِزَّۃ	عزت کا مالک	صافات
۳	رَبُّ الْعَرْش	عرش کا پروردگار	المومنون
۴	وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃ	مغفرت کو زیادہ وسعت دینے والا	نجم
۵	اَہْلُ التَّقْوٰی	تقوے کا مالک	مدثر
۶	اَہْلُ الْمَغْفِرَۃ	مغفرت کا مالک	مدثر
۷	خَیْرُ الْغَافِرِیْن	سب سے زیادہ گناہوں کو ڈھانپ دینے والا	اعراف
۸	اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن	سب حاکموں سے بڑھ کر حکم دینے والا	ہود
۹	خیر الحاکمین	سب سے بہتر حکم دینے والا	اعراف
۱۰	مَالِكُ الْمُلْك[1] ذوالجلال والاکرام	ملک کا مالک	آلِ عمران

[1] ۱۰ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام ـــــ حدیث ترمذی میں بطور اسم واحد کے آیا ہے۔ اب تک جسقدر اسمار آئے وہ سب منفرد تھے مگر یہ اسم تو مرکب ہے اور حالت ترکیبی میں بھی اسے دو نام (الف) مالك الملك (ب) ذوالجلال والاکرام شمار کر سکتے ہیں۔ مگر روایت کا اتباع ضروری ہے۔ (صفحہ ۲۳۵ پر دیکھئے)

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۱۱	خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ	سب سے بہتر رزق دینے والا	مائدہ
۱۲	خَيْرُ النَّاصِرِيْنَ	سب سے بہتر مدد کرنیوالا	آل عمران
۱۳	أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ	سب سے بہتر صورت بنانیوالا	صافات
۱۴	خَيْرُ الْحَافِظِيْنَ	سب سے بہتر حفاظت کرنیوالا	
۱۵	قَابِلِ التَّوْبِ	توبہ قبول کرنے والا	
۱۶	غَافِرِ الذَّنْبِ	گناہوں کو معاف کرنے والا	
۱۷	ذُو الطَّوْلِ	جود وسخا والا	
۱۸	ذُو الْمَعَارِجِ	بلندیوں کا مالک	
۱۹	ذُو الْقُوَّةِ	قوت والا	
۲۰	ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ	جلال واکرام والا	
۲۱	نِعْمَ الْمَوْلٰى	بہترین آقا	
۲۲	نِعْمَ النَّصِيْرُ	بہترین مددگار	
۲۳	خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ	بہترین وارث	
۲۴	فَالِقُ الْإِصْبَاحِ	صبحوں کا پیدا کرنیوالا	

مَالِكَ الْمُلْكِ :

مُلْك : اور مِلْك بلحاظ نتیجہ ایک ہی ہیں تاہم مُلک اپنے معنی میں خاص ہے ہر ایک مُلک داخل مِلک ہوتی ہے مگر ہر ایک مِلک میں معنی مُلک حاصل نہیں۔

مُلْك - اُس منضبط و محدود شے یا اشیا کا نام ہے جس پر تصرف بالحکم حاصل ہو۔

ملك : جب اللہ کی طرف اضافت رکھتا ہو۔ تب اس کا معنیٰ وہ حق دائم ہے جو اللہ تعالیٰ کو جملہ مخلوق پر حاصل ہے انہی معنی میں ہے - لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ (تغابن-۱)

مالك الملك - قرآن مجید میں صرف آل عمران میں آیا ہے : قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ۔

لیکن اسی معنی میں دیگر آیات پائی جاتی ہیں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ (ملائکہ و زمر)

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۲۵	خَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی	دانہ اور گٹھلی کو اُگانے والا	
۲۶	رَبِّ الْفَلَقِ	نور صبح کا پروردگار	
۲۷	رَبِّ النَّاسِ	نوع بشر کا پروردگار	
۲۸	مَلِكِ النَّاسِ	نوع بشر کا بادشاہ	
۲۹	اِلٰهِ النَّاسِ	نوع بشر کا معبود	
۳۰	نِعْمَ الْوَكِيْل	بہترین وکیل	
۳۱	رَفِيْعُ الدَّرَجَات	بلند ترین درجات والا	
۳۲	كَاشِفُ الضُّرّ	نقصان کو دور کرنے والا	
۳۳	خَيْرُ الْفَاصِلِيْن	بہترین فیصلہ دینے والا	انعام
۳۴	اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْن	سب سے جلد تر حساب کرنیوالا	انعام
۳۵	خیر المنزلین	سب سے بہتر جگہ دینے والا	مومنون
۳۶	ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْم	فضل عظیم کا مالک	
۳۷	ذُوانْتِقَام	سزا دینے والا	
۳۸	متم النعمه	نعمت کو مکمل کرنے والا	
۳۹	کاتب الرحمة علی نفسه	اپنی ذات پر رحمت کو لکھ دینے والا	
۴۰	المجير	پناہ دہندہ	
۴۱	المَرهُوب	ہیبت والا	
۴۲	المُستَجار	جس سے پناہ مانگی جائے	
۴۳	اَلْمُستَعار	جس سے استعارہ کیا جائے	
۴۴	المَعاذ	پناہ	
۴۵	المَلجاء	ٹھکانا	
۴۶	اَلْمُنْجِي	نجات دہندہ	
۴۷	المستغاث	فریاد سننے والا	
۴۸	قدیم الاحسان	ہمیشہ سے احسان کرنیوالا	

۴۹	دائم المعروف	ہمیشہ سے بخشش و بخشائش والا
۵۰	قاضی الامور	معاملات کا فیصلہ کرنے والا
۵۱	مقلب القلوب	دلوں کو بدل دینے والا

فصل

ممادح سلبیہ کے بیان میں

قرآن مجید پر تدبر کرنے سے آشکارا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا بیان اسالیب سلبیہ میں ہوا ہے۔ یعنی الفاظ کا استعمال صنفی شکل میں ہے مگر اس سے ایک خاص مدح خاص صفت خاص شان نمایاں ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ و تقدیس کا علم بھی ضروری ہے اور وجوب دین میں سے ہے اور فرض ہے کہ اللہ تعالےٰ کو جملہ عیوب و نقائص اور جاسس و ادناس سے مبرا و اعلیٰ یقین کیا جائے لہذا جو کلمات بطور ممادح سلبیہ وارد ہوئے ہیں ان کا ذکر بھی ضروری ہے تاکہ تسبیح و تحمید کی جامعیت پیدا ہو جائے۔ ہم اسے نقشہ کی صورت میں درج کریں گے۔ یہ ۴۲ نام ہیں :

نمبر شمار	نام سلبیہ	ترجمہ	حوالہ
۱	لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ	حواس انسانی اسکا ادراک نہیں کر سکتے	انعام
۲	لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ	اونگھ یا نیند کا اس پر اثر نہیں	بقرہ
۳	لَا يَؤُدُهُ حِفْظُهُمَا	زمین و آسمان کی حفاظت اسے نہیں تھکا دیتی	آل عمران
۴	لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ	وہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا	بقرہ
۵	لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا	کسی جان کو اسکی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا	حج
۶	مَا جَعَلَ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ	دین میں کوئی حرج نہیں رکھا	زمر

نمبر شمار	نام سلبیہ	ترجمہ	حوالہ
۷	لَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ	اپنے بندوں کے لئے کفر پر خوش نہیں	زمر
۸	لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ	وہ فساد کو پسند نہیں کرتا	بقرہ
۹	لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ عِنْدَهٗ	اس کے سامنے بات نہیں بدل سکتی	ق
۱۰	لَا يُجَارُ عَلَيْهِ	اُسکے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا	
۱۱	لَا يُطْعِمُ	وہ کسی کے رزق کا محتاج نہیں	انعام
۱۲	لَا شَرِيْكَ لَهٗ فِي الْمُلْكِ	مُلک میں اس کا کوئی شریک نہیں	انعام
۱۳	لا ولی لَهٗ مِنَ الذُّلِّ	کوئی بیچارگی کا یاری دہندہ وہاں نہیں	اسرائیل
۱۴	لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ	اس کی مثال جیسی بھی کوئی شے نہیں	شوریٰ
۱۵	لَمْ يَلِدْ	وہ کسی کا فرزند نہیں	اخلاص
۱۶	وَلَمْ يُوْلَدْ	اس کا کوئی فرزند نہیں	اخلاص
۱۷	لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ	کوئی بھی اسکی کفو کا نہیں	اخلاص
۱۸	لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ	وہ وعدہ کا خلاف نہیں کرتا	آلِ عمران
۱۹	لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ	اس سے ذرہ برابر چیز دُور نہیں	سبا
۲۰	ما اتخذ صاحبہ ولا ولدا	اس نے جورو بچے نہیں بنایا	جن
۲۱	ما اتخذ اللہ من ولد	اس نے کسی کو بیٹا نہیں ٹھہرایا	مومنون
۲۲	لَا يَضِلُّ رَبِّي ولا ينسٰى	میرا رب نہ بھٹکتا ہے نہ بھولتا ہے	طٰہٰ
۲۳	لَا يُضِيعُ اجرا المحسنین	وہ نکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا	ہود
۲۴	لا يُحِبُّ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ	بدی اور برائی کی اشاعت کو پسند نہیں کرتا	نساء
۲۵	لا يُحِبُّ المعتدین	حد توڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا	بقرہ
۲۶	لا يحب من كان مختالا فخورا	وہ فخر کرنے والے متکبر کو پسند نہیں کرتا	نساء
۲۷	لا يحبُّ الْخَائِنِيْنَ	خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا	انفال
۲۸	لا يحبُّ كُلَّ خوان كفور	خائن - ناشکرے کو پسند نہیں کرتا	
۲۹	لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ	اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا	
۳۰	لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ	فسادیوں کو پسند نہیں کرتا	

نمبر شمار	نام	ترجمہ	حوالہ
۳۱	لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ	کافروں کو پسند نہیں کرتا	
۳۲	لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ	فضول خرچ والوں کو پسند نہیں کرتا	
۳۳	لَا يُحِبُّ المستكبرين	تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا	
۳۴	لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ	ظالموں کو پسند نہیں کرتا	
۳۵	لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ	ناشکر گزاروں گنہگاروں کو پسند نہیں کرتا	
۳۶	لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْئٌ	کوئی شے بھی اللہ سے پوشیدہ نہیں	آلعمران
۳۷	لَا يرضٰى عن القوم الفاسقين	فاسق قوم سے رضامند نہیں	توبہ ع
۳۸	لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ	اُسکے فعل کی بابت کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا	انبیاء ع۲
۳۹	لَا يَسْتَحِيْ مِنَ الْحَقِّ	سچ کہنے میں کسی کا دباؤ نہیں مانتا	احزاب ع۷
۴۰	لَا يغفر ان يُّشرك به	معاف نہ کرے گا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جائے	نساء
۴۱	مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ	اللہ کے سوا کوئی اس کو نہیں تھامتا۔	ملک
۴۲	لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ	خیانت والوں کی چالوں کو نہیں چلنے دیتا	یوسف

باب چہارم

اسمار حسنٰے کے متعلق جسقدر لکھا جا چکا ہے اس سے ایک طالب سالک اور شائق صادق عمدہ معلومات حاصل کرسکتا ہے اور بقدر فہم وہمت خود ذاتِ پاک کے متعلق کافی عرفان کا ذخیرہ علمی حیثیت سے جمع کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ عملی حیثیت سے ہم کو ان اسماء حسنٰے کے انوار وعلوم سے فیضیاب فرمائے۔ آمین

لیکن ناظرین کو یہ ضرور معلوم کرلینا چاہیئے کہ صرف اسی قدر اسمار حسنٰے پر اسلام نے اکتفا نہیں کیا بلکہ اس بحر ناپیدا کنار کی وسعت پر ایک عجیب پیرایہ میں لطیف اشارہ فرمایا ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم انہ قال ماقال عبد اصابہ هم او حزن۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ۔ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ۔ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِیْعَ قلبی و نور صدری و جلاء

"ابن مسعود کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی بندہ کو کوئی رنج و غم ہو اور وہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے غم و رنج دور فرمادے گا اور غم کو خوشی سے بدل دیگا

ترجمہ دعا یہ ہے: یا اللہ میں تیرا بندہ ہوں۔ تیرے غلام کا بیٹا۔ تیری لونڈی کا جایا۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا حکم مجھ پہ جاری ہے۔ تیرا فیصلہ میرے لئے عین انصاف ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے ہر ایک نام کے ذریعہ سے جو بھی تیرا نام ہے اور جس نام سے بھی تونے اپنی ذات کو موسوم کیا ہے یا جس نام کو تونے اپنی کتاب میں اُتارا ہے یا جو بھی نام تونے اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھلایا ہے یا جو بھی نام

حُزْنِي وَذَهَابَ هَمِّي وَغَمِّي	تو نے اپنے خزانہ غیب میں محفوظ رکھا
إِلَّا أَذْهَبَ اللهُ هَمَّهُ وَ	ہے کہ تو قرآن پاک کو میرے دل کی بہار
غَمَّهُ وَأَبْدَلَهُ مَكَانَ	میرے سینہ کا نور۔ میرا غم رُبا میرا (رنج
حُزْنِهِ فَرَحًا	غم و درد کو دور کرنے والا بنا دے۔)

ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابو یعلی اور بزار نے روایت کیا ہے۔ احمد و ابو یعلی کے سب راوی (ابو سلمہ جہنی) کے سوا رجال صحیح ہیں۔ ابو سلمہ کی توثیق ابن حبان نے کر دی ہے۔ ابو عوانہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، اور حدیث کی تصحیح کر دی ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ ۹۹ ناموں کا ذکر حدیث ترمذی میں صرف اس اعتبار سے ہے کہ اسقدر اسماء کا حفظ و احصاء داخلہ جنت کا سبب ہے۔

ہاں حدیث بالا پر مکرر غور کرو کہ انزلتہ فی کتابك میں جملہ کتب سماویہ بھی آجاتی ہیں کیونکہ حدیث میں لفظ کتاب بطور جنس مستعمل ہوا ہے لہذا حدیث بالا اُن اسماء کو بھی گھیر لیتی ہے جو عربی کے سوا کسی اور زبان میں کسی رسول و نبی کو بتائے گئے ہوں۔

اہل کتاب کا بیان ہے کہ عبرانی میں ہمارے رب کا نام (یہوہ — ی، ہ، و، ہ) ہے زبور میں عموماً یہی نام مستعمل ہوا ہے۔ اُردو تراجم میں اس کو یہوواہ لکھا گیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے مخاص (درد زہ) کا عمل قول الجمیل میں تحریر فرمایا ہے۔ جس کے آخر میں 'اِهیا اِشَراهیا' بھی دو کلمے آتے ہیں۔ پھر تفسیر درمنثور کے حوالہ سے اعمش کا قول نقل کیا ہے کہ یہ ہر دو کلمے موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں وارد ہوتے ہیں اور ان کے معنی ہیں۔ "اے زندہ ہر شے سے پہلے اے زندہ ہر شے کے بعد۔"

ہمارے علماء نے جبرئیل۔ میکائیل۔ اسرائیل کے معانی بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ: "ایل" عبرانی میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ انجیل متی میں حضرت مسیح کا یہ فقرہ اب تک بطور اصل مقولہ کے محفوظ ہے۔

"ایلی ایلی لما سبقتانی"

جسکا عربی ترجمہ ان الفاظ میں ہو سکتا ہے:

الٰهي الٰهي لم سبقتني: یعنی "اے الٰہ، اے الٰہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا"

فارسی زبان والے عموماً لفظ خدا کو بطور اسم الٰہی استعمال کرتے ہیں اور اس کے معنی خود آئندہ بتلا کر شرح یہ کیا کرتے ہیں ـــــ خدا وہ ہے جس نے خود بخود ظہور فرمایا ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر خداوند کو بمعنی خدا استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ "وند" حرف تشبیہ ہے اور اس کے معنی تمثیل خدا ہیں۔ شاعروں نے اور ترقی کی تو امراء و سلاطین کو خداوند کہنے لگے۔ اسی طرح لفظ "خدا ئگان" بنا لیا گیا۔ اس کے معنی بھی مثیل خدا ہیں۔ عیسائیوں نے اسی لیئے لفظ خداوند کو مسیح کے لئے خاص کر لیا ہے۔

زرتشتی مذہب والے یزدان کو بطور اسم الٰہی استعمال کرتے ہیں مگر اس کے بالمقابل لفظ "اہرمن" بھی ان کے ہاں موجود ہے۔ لہذا یزدان کے معنی خالق خیر اور اہرمن کے معنی خالق شر سمجھتے ہیں۔ لفظ ایزد وہی یزدان ہے۔ دراصل ان الفاظ میں دو خالقوں کے وجود کا عقیدہ پنہاں ہے۔

زرتشت سے پیشتر ایرج نژاد لوگ غالباً لفظ "ہرمز" کو بطور اسم الٰہی استعمال کرتے تھے۔ مگر متاخرین میں تو یہ نام ایسا عام ہے کہ بیسیوں بادشاہوں اور اہل حکومت کا یہی نام پایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں نارائن بطور اسم الٰہی مروج ہے۔ مگر اس کا ترجمہ پانی پر سونے والا کیا جاتا ہے اور اس لئے صفت الٰہی نہیں بن سکتا۔

زیادہ محقق لوگ "ایشر" کو اسم الٰہی کہتے ہیں۔ مگر بہت پنڈت پرم ایشر (پرمیشر) اس کا نام بتاتے ہیں۔ پرم علامت افعل التفضیل ہے۔ جو اسے صفت ربانی بنانے کے لئے بڑھا دی گئی ہے۔ اس لئے تامل ہوتا ہے کہ کیا خود "ایشر" اسم ذات تھا۔

آریہ لوگ لفظ "اوم" کو بطور اسم ذات بتاتے ہیں۔ مگر سناتن والوں کا یہ اعتراض نہایت سنگین ہے کہ لفظ "اوم" خود وید کے اندر کہیں مستعمل نہیں ہوا۔

سکھ لوگ عموماً لفظ "واہ گورو" کا استعمال بطور اسم ذات کرتے ہیں۔ اسکا ترجمہ ہے :ـــ "عجیب استاد" یہ مرکب ہے۔ اصطلاح کے بعد اس کے معنی ذات الٰہی سمجھے جاتے ہیں ـــــ وہ اکال پرکھ کہا کرتے ہیں اس کا ترجمہ ہے "وہ وجود جسے موت نہیں۔ لہذا یہ لَا یَمُوْتُ کا ترجمہ ہے۔

بعض ہندو فرقے لفظ بے انت کو بطور اسم الٰہی سمجھتے ہیں اسکا ترجمہ لفظ ابد ہے۔

ایک سکھ مجھے سرہند ملا۔ وہ بالکل نئے دبوہے کا شخص تھا خود کو گیارھواں گرو سمجھتا تھا۔ وہ گھر۔ گھمبیر کو اسم الٰہی بتلاتا تھا۔ گھر گھمبیر کا ترجمہ سمندر کی وہ گہرائی ہے جو انسان کی دریافت سے باہر ہو یعنی ہندی زبان میں اُسے اتھاہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ لفظ بھی گورو گرنتھ صاحب میں آیا ہے۔ مگر بطور صفت اور یہ ظاہر ہے کہ اسم ذاتی اسے نہیں کہا جا سکتا۔

الغرض یہ ان اسماء کا یہی حال ہے۔ جو بکثرت ہماری سماعت میں آتے ہیں۔ سنداور معنی کے لحاظ سے ہم پر یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ کیا اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِيْ كِتَابِكَ کی شان ان پر صادق آتی ہے۔

ایک مسلمان کے لئے صرف انہی اسماء پر اکتفا کرنی چاہیئے جو قرآن مجید اور احادیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے بطور روایت صحیحہ ثابت ہیں۔ طریق بے خطر، اور صراط مستقیم یہی ہے۔ ہم کو تو وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ کا حکم بھی ملا ہوا ہے۔ یعنی اس طریق کو چھوڑ دو جنہوں نے اللہ تعالےٰ کے اسماء میں الحاد اختیار کیا ہے۔

اس آیت پر غور کرتے ہوئے مجھے تو لفظ "خدا" کے استعمال میں بھی تامل ہونے لگا ہے گو اس انکشاف سے پیشتر خود بھی ہزاروں جگہ اس کا استعمال ذات الٰہی پر کرتا رہا ہوں۔

امید ہے کہ اس فصل کے مطالب پر غور کے بعد اہل ایمان صرف ان اسماء کو بطور اسماء حسنےٰ استعمال کرنے پر اکتفا کریں گے جو سند اور معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔ دیگر اسماء کا استعمال نہ کرنا ہی داخل احتیاط اور لائق تعظیم رب الناس ہے

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَهُوَ يَهْدِيْ اِلٰى سَوَآءِ السَّبِيْلِ

اسمِ اعظم کا بیان

واضح ہو کہ ابوجعفر طبری اور ابوالحسن اشعری اور ان سے مابعد کے چند اہل علم مثلاً ابوحاتم بن حبان اور قاضی ابوبکر باقلانی کا قول ہے کہ اسماء حسنٰی میں سے بعض کو بعض پر تفضیل دینا جائز نہیں — اسی سلسلہ میں بعض نے امام مالک کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ وہ قرآن مجید کے بعض حصہ کو بعض پر تفضیل دینا مکروہ سمجھتے تھے۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ جس روایت میں "اسم الاعظم" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ وہاں اعظم بمعنی عظیم ہے، اور اللہ تعالیٰ کا تو ہر ایک نام ہی عظمت والا ہے۔ ابوجعفر طبری کا قول ہے کہ: "اسم الاعظم" کی تعیین میں آثار مختلف موجود ہیں۔ میرے نزدیک تو وہ سب ہی صحیح ہیں۔ کیونکہ کسی روایت سے یہ پایا نہیں جاتا کہ یہی اسم سب سے بزرگ تر ہے اور اس سے بزرگ تر کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک نام ہی "اعظم" ہے یعنی عظیم ہے"۔ ابن حبان کا قول یہ ہے —

"روایات میں جس اعظمیت کا ذکر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اس دعا کے پڑھنے والے کو ثواب مزید ملتا ہے"۔

اسی امر کا اطلاق قرآن مجید کے متعلق بھی کیا جاتا ہے ——————

بعض نے کہا: اسم اعظم سے مراد ہر ایک وہ اسم باری تعالیٰ ہے جسے بندہ اپنی دعا میں شامل کرتا — اور خود کو اسی کے معنی مستغرق کر دیتا ہے — بے شک یہی وہ حالت ہے۔ جس پر قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اس قول کو امام جعفر الصادق اور جنید رحمہ اللہ وغیرہما کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

بعض کا قول ہے کہ: اسم الاعظم کا علم صحیح اللہ تعالےٰ ہی کو ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو نہیں۔

اب رہ جاتے ہیں وہ علماء جنہوں نے اسم الاعظم کا تعین کیا ہے مگر اس تعین کرنے

میں ان کے اقوال مختلف ہیں ۔ حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے (۱۴) اقوال ملے ہیں ۔

اوّل :

اسم اعظم "ھُو" ہے ۔ یہ قول امام رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا ہے اور دلیل یہ کہ جب کسی عظیم الشان کی بارگاہ میں کسی قول کو اس کی جانب منسوب کیا جاتا ہے تو یہ نہیں کہا جاتا ، کہ تو نے ایسا کہا ہے بلکہ کہا کرتے ہیں کہ انہوں نے ایسا کہا ۔ آقا نے ایسا کہا ۔ یعنی طریق ادب یہی ہے ۔

دوم :

اسم اعظم " اَللّٰهُ " ہے ۔ یہی اسم ہے جس کا اطلاق کسی دوسرے پر نہیں کیا جاتا ، اور یہی اسم ہے جس کی جانب جملہ اسمار کی صفت کی جاتی ہے ۔

سوم :

اسم اعظم " اَللّٰهُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " ہے ۔ غالباً اس کی سند وہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جو ابن ماجہ میں ہے کہ صدیقہؓ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان الفاظ میں دعا مانگی :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللهَ وَادْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَادْعُوْكَ الرَّحِيْمَ وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ ۔

یہ سنکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسم اعظم انہی اسمار کے اندر ہے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی سند بھی ضعیف ہے ، اور اس استدلال میں بھی تامّل ہے ۔

چھارم :

اسم اعظم " اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ " ہے ۔ یہ قول ترمذی کی حدیث اسمار بنت یزید پر مبنی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں کے اندر ہے :

(الف) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔

(ب) سورۃ آل عمران کا آغاز۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔

اس روایت کو نسائی کے سوا دیگر اصحاب السنن نے بیان کیا ہے۔ ترمذی نے روایت کو حسن بتلایا ہے۔ لیکن ایک نسخہ میں حسن کی بجائے لفظ صحیح لکھا ہوا دیکھا گیا۔ صحیح ہونا قابل تامل ہے کیونکہ رُواۃ میں شہر بن حوشب بھی ہے۔

پنجم: اسم اعظم "اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ" ہے۔ ابن ماجہ نے بروایت ابی امامہ حدیث بیان کی ہے۔ کہ اسم اعظم قرآن مجید کی تین سورتوں میں ہے یعنی بقرہ و آل عمران و سورۃ طٰہٰ۔

قاسم (جو ابو امامہ سے راوی حدیث ہے) کا قول ہے کہ میں نے قرآن مجید میں تلاش کی تو مجھے اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ملا۔ جو ہر سہ سُوَر میں ہے۔ امام رازی نے اسے قوی بتلایا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ ہر دو اسماء وہ ہیں کہ عظمت ربوبیت پر دلالت جسقدر ان میں پائی جاتی ہے — اتنی دیگر اسماء میں نہیں۔

ششم: اسم اعظم "اَلْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ"۔

اس پورے فقرہ کو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام احمد و حاکم اور ابو داؤد و نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے روایت کو صحیح بتلایا ہے۔

ہفتم: اسم اعظم "بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" ہے۔

اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے سری بن یحیٰی سے، انہوں نے وَم طے کے ایک شخص سے اور اس شخص کی تعریف بھی کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے سوال کیا تھا کہ مجھے اسم اعظم دکھایا جائے۔ تب میں نے آسمان کے تاروں میں یہی اسم لکھا ہوا دیکھا"

ہشتم: اسم اعظم "ذوالجلال والاکرام" ہے

ترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ کہتے ہوئے سُنا۔ فرمایا تیرا کہنا قبول کر لیا گیا۔ اب اپنا سوال کر لے۔

امام رازی کہتے ہیں کہ اُلوہیت کے لئے جسقدر صفات معتبرہ ہیں یہ اسم ان سب پر شامل ہے۔ جلال میں جملہ صفاتِ سلبیہ آجاتے ہیں۔ اور اکرام میں جملہ اضافات ثبوتیہ۔

نہم: اسم اعظم اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔

اس کو ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ سند کے لحاظ سے اس کو سب پر ترجیح ہے

دہم: اسم اعظم "رب رب" ہے۔

حاکم نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اکبر رب رب ہے۔ ابن عباس سے بھی یہ روایت ہے۔

ابن ابی الدنیا نے عائشہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب بندہ "یارب یارب" کہتا ہے تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہاں بندے! سوال کر۔ تجھے عطا ہوگا۔ روایت ہذا کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے اور موقوفاً بھی۔

یازدہم — اسم اعظم دعائے ذوالنون علیہ السلام ہے۔

نسائی اور حاکم نے فضالہ بن عبید سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ ذوالنون کی دعا شکم ماہی میں یہ تھی: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ جب کبھی کسی مسلمان بندہ نے اس کے ذریعہ دعا مانگی تو قبول ہی فرمائی گئی۔

دوازدہم: اسم اعظم کی بابت فخر رازی نے امام زین العابدین سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو اسم اعظم سکھلا دیا جاوے۔ تب انہوں نے خواب میں دیکھا:

هُوَ اللّٰهُ اللّٰهُ۔ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

سیزدہم: اسم اعظم جملہ اسمائے حسنیٰ کے اندر مخفی ہے۔ اس کی تائید حدیث عائشہ سے ہوتی ہے جسے ابن ماجہ نے روایت کیا اور جس کا ذکر قول دوم میں ہوا۔ کیونکہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ صدیقہ نے بعض اسماء کا ذکر کر کے بالا سماء الحسنیٰ کا لفظ بھی فرمایا تھا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اسم اعظم انہی اسماء میں ہے جن سے تو نے دعا کی ہے۔

چہاردہم: اسم اعظم "کلمہ توحید" ہے۔ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ یہ قول قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے ❊

تمت

سیرتِ سلمان معنی

حالاتِ مبارکہ علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ

مجھے اپنی زندگی میں بہت سے مبلّغین اسلام کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ ان حضرات کی ایمان افروز تقاریر دل نشین مواعظ اور پُراثر خطبات کو سنکر بظاہر یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ دینِ حق کی اشاعت کا قابل رشک فریضہ انجام دینے والی ان لائق احترام ہستیوں کی اپنی زندگیاں بھی اسوۂ رسول کی تقلید اور صحابہ کرام کی پاکیزہ سیرت کے اتباع کی آئینہ دار ہونگی جن کے مبارک تذکرہ سے ان کی زبانیں ہر وقت تر رہتی ہیں۔ تاہم اس ضمن میں اپنے مشاہدہ کی رُو سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاں کے مبلغ حضرات کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

مبلّغین کی پہلی قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جو تبلیغ دین کے مقدس فریضہ کو ذریعہ معاش کے طور پر اختیار کرتے ہیں اور صرف انہی مجالس و تقاریب میں اپنی خطابت کے جوہر دکھانے کیلئے تیار ہوتے ہیں جہاں سے انہیں معقول "نذرانہ" پانے کی توقع ہو اور اسکے بغیر وہ کسی جلسہ وغیرہ میں جانے سے یا تو کھلا انکار کر دیتے ہیں یا ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ تبلیغ دین کو کمائی کا ذریعہ بنا لینے والے ان حضرات کی "پیدائش" میں کچھ دخل ہمارے معاشرہ کی اس غفلت کا بھی ہے جو اس نے دین کے بنیادی تقاضوں کے بارے میں اختیار کر رکھی ہے۔ ایک مسلم معاشرہ کیلئے لازم ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کی خاطر اپنے اندر ہمہ وقت مبلغین کی ایسی جماعت موجود رکھنے کا انتظام کرے جو فقر و فاقہ سے آزاد ہو کر ساری امت کی جانب سے یہ فرض کفایہ ادا کرنے کے لئے سرگرم عمل رہے۔ لیکن معاشرہ کی اس غفلت سے ان لوگوں کی زر اندوزی کا بھی کوئی جواز نہیں نکلتا جو تبلیغ دین کے کام کو کمائی کا دھندہ بنا لیتے ہیں۔ ایسے مبلغین کے دل خلوص سے خالی ہو جاتے ہیں وہ موقعہ ملنے پر لوگوں کے سامنے الفاظ کے طوطا مینا تو اڑا سکتے ہیں لیکن وہ ان کے دل مسخر کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کے مواعظ کو محض لذت کی خاطر سنتے ہیں اور عبرت یا نصیحت کا کوئی نقش سامعین کے ذہنوں پر قائم نہیں ہوتا۔

دوسری قسم کے مبلغین وہ ہیں جو اپنی تقاریر کا معاوضہ تو ضرور لیتے ہیں لیکن اس معاملہ میں سودا بازی یا حرص و ہوس کی روش اختیار نہیں کرتے۔ جو کچھ بھی ان کی خدمت میں پیش کیا جائے وہ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ مبلغین کی یہ قسم زر پرستی کے موجودہ ماحول میں مجھے بسا غنیمت نظر آتی ہے۔

تیسری قسم ان عالی ظرف مبلغ حضرات کی ہے جو اپنی تبلیغ کا نہ کبھی معاوضہ طلب کرتے ہیں اور نہ کسی پیشکش کو قبول کرتے ہیں حتیٰ کہ سفر خرچ تک وصول نہیں کرتے۔ ان حضرات کی یہ بے نفسی اور یہ خلوص ان کے اعلیٰ کردار کا آئینہ دار ہے اور نظارہ ہے کہ ایک صاحب کردار مبلغ اپنی مختصر سی تقریر کے ذریعہ بھی تسخیر قلوب کا وہ شاندار کارنامہ سر انجام دیتا ہے جو کمائی کیخاطر تبلیغ کرنے والوں کی طول طویل اور لچھے دار تقریروں کے ذریعہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا۔

مرحوم و مغفور جناب قاضی محمد سلیمان صاحب منصورپوری کو میں نے ایک ایسا ہی "صاحب کردار مبلغ اسلام" پایا برصغیر کا وہ کونسا پڑھا لکھا مسلمان ہے جو قاضی صاحب موصوف کے اسم گرامی سے ناواقف ہے اور جس کی

نظروں سے سیرت النبیؐ کے موضوع پر قاضی صاحب کی شہرہ آفاق جامع و مانع کتاب "رحمۃ للعالمین" نہیں گزری تین جلدوں پر مشتمل اس کتاب کے ایک ایک صفحہ پر محبت و عقیدت اور صحت و استناد کے لحاظ بر مختلف انداز جسطرح باہم شیر و شکر نظر آتے ہیں اسکی نظیر اردو زبان میں شائع شدہ سیرت النبیؐ کی دوسری کتابوں میں کم ہی نظر آتی ہے چنانچہ عہد حاضر کے عظیم مفکر اسلام جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ اگرچہ اردو میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں تاہم ان کتب میں سے چند ہی ایسی ہیں جن کے اندر واقعات کی صحت بیان کا حقہ لحاظ رکھا گیا ہے اور ان چند کتب میں قاضی صاحب کی "رحمۃ للعالمین" سر فہرست ہے۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ قاضی صاحب فریضہ تبلیغ دین کی خاطر دینی جلسوں میں تقاریر کیلئے بھی تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ان کی تحریر کی مانند ان کی تقریر بھی خلوص اور حقیقت بیانی کے جوہر سے مرصع ہوتی تھی لیکن تقریروں کا معاوضہ قبول کرنا ان کے مذہب میں حرام تھا۔ انکی اعلیٰ قابلیت اور علمی منزلت کی بنا پر ملک کے اطراف و اکناف سے آئے دن دینی جلسوں میں شرکت کی غرض سے انہیں دعوتیں موصول ہوتیں ایسی دعوتوں کو وہ جہاں تک ممکن ہو سکتا قبول فرماتے لیکن یہ فریضہ ہمیشہ بے مزد انجام دیتے حتیٰ کہ اس ضمن میں سفر خرچ تک وصول نہ فرماتے۔ ان کا یہ ایثار اس لحاظ سے اور بھی قابل قدر ٹھہرتا ہے کہ قاضی صاحب کو اپنے عہدہ کے رکھ رکھاؤ کے سبب ہمیشہ اعلیٰ درجہ میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ آج سے ۴۸ سال قبل جب روپیہ سونے کے بھاؤ تلتا تھا یہ قاضی صاحب ہی کا دل گردہ تھا کہ وہ محض تبلیغ کی خاطر اپنے مستقر سے دور دراز شہروں کا سفر اپنی گرہ میں سے ریل کے اعلیٰ درجہ میں کرتے اور کبھی داد یا صلہ کے طالب نہ ہوتے۔

قاضی صاحب ریاست پٹیالہ میں بعہدہ سیشن جج ملازم تھے اور انہوں نے اپنی تعیناتی کا ایک طویل عرصہ بھٹنڈہ میں گزارا جدید علوم کے ساتھ ساتھ انہیں اسلامی دینی علوم پر پورا پورا عبور حاصل تھا نیز زبان عربی میں زبردست دستگاہ رکھتے تھے جس کا اندازہ ان کی بلند پایہ تصنیف سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ بھٹنڈہ میں وہ التزام کیساتھ درس قرآن دیا کرتے تھے اس مبارک کام میں جس ذوق و شوق اور مستقل مزاجی کے ساتھ سالہا سال تک انجام دیا وہ صرف اسی شخص کا حصہ ہے جو فریضہ خدمت دین بر محض رضائے الٰہی کی خاطر ادا کرنے کا قائل ہو۔ جاڑا ہو یا گرمی، آندھی ہو یا برسات حاضرین کی تعداد کم ہو یا زیادہ قاضی صاحب کے درس قرآن کے معمول میں کبھی فرق نہ آتا تھا اور وہ ہر روز یکساں انہماک اور یکساں لگن کے ساتھ اس فرض کی انجام دہی جاری رکھتے تھے۔ چنانچہ یہ اسی مداومت کا نتیجہ تھا کہ قاضی صاحب نے اپنی بھٹنڈہ کی تعیناتی کے دوران قرآن کا دورہ سات مرتبہ مکمل کیا اور یہ موصوف کی ایسی خوش بختی تھی کہ اس پر جتنا بھی رشک کیا جائے کم ہے!

جو حضرات تقسیم ملک سے قبل کی ریاستوں کے حالات سے واقف ہیں انہیں معلوم ہے کہ دیسی ریاستوں کے ملازمین اور انکے اعلیٰ افسران کو ریاست کی جانب سے عموماً نہایت قلیل تنخواہ دی جاتی تھی البتہ راجوں مہاراجوں کیطرف سے اپنے اہلکاران اور افسران کو اس بات کی کھلی چھٹی تھی کہ وہ اپنی تنخواہ کی کمی کو رعایا سے زبردستی نذرانے یا رشوت وغیرہ کی لوٹ کھسوٹ سے پورا کرلیں۔ قاضی صاحب بھی چونکہ ایک ریاست کے ملازم تھے لہذا سیشن جج ہونے کے باوجود انکی تنخواہ کچھ زیادہ نہ تھی اسکے علاوہ انہیں اپنے عہدہ کی نسبت سے رکھ رکھاؤ، وضعداری اور مہمان نوازی کیلئے بھی اچھا خاصا خرچ کرنا پڑتا تھا وہ اگر چاہتے تو اپنے دوسرے ہم رتبہ ریاستی افسروں کی مانند اپنے نہایت اہم عہدہ کے ذریعہ اس زمانے میں بھی ہزاروں لاکھوں روپے بالائی آمدنی کے طور پر حاصل کر سکتے تھے لیکن قاضی صاحب اپنے اعلیٰ مومنانہ کردار کے باعث رشوت کی ایک پائی بھی وصول نہیں کرتے تھے اور محض تنخواہ کے رزق حلال میں اپنی گذر بسر کرتے تھے۔ ان کی بود و باش ایک صنعدار مگر دیانتدار مرد مومن کی شان رکھتی تھی۔

جس میں وقار اور استغناء دونوں کا ایک حسین امتزاج نظر آتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب کا ایک ہندو دوست قتل کے ایک ملزم کی سفارش کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ان سے درخواست کی کہ ملزم قطعاً بے گناہ ہے لہذا آپ براہِ کرم اسے رہا کروا دیں۔ اس درخواست کے ساتھ ہی اس ہندو دوست نے ایک بند لفافہ قاضی صاحب کیطرف بڑھایا۔ قاضی صاحب نے چونک کر پوچھا "اس لفافہ میں کیا ہے؟" ہندو دوست نے دبی زبان میں جواب دیا "یہ آپکی مٹھائی ہے" قاضی صاحب سخت مضطرب ہوکر بولے "استغفر اللہ۔ آپ مجھے حرام کھلانا چاہتے ہیں" دوست غالباً زیادہ رغبت دلانے کے لیئے بولا "اس میں چالیس ہزار روپیہ ہے قاضی صاحب!" قاضی صاحب نے فوراً جواب دیا "حرام کی مقدار اگر زیادہ ہو تو یہ حلال نہیں ہو جاتا بلکہ مقدار بڑھنے کے ساتھ ہی حرام کی کراہت بھی بڑھ جاتی ہے لہذا اب میں اسے اور زیادہ مکروہ سمجھتا ہوں" دوست لاجواب ہو کر رہ گیا اور ایک مسلمان جج کی عظمتِ کردار کا گہرا نقش دل پر لیئے ہوئے رخصت ہو گیا۔

قاضی صاحب سے میری پہلی ملاقات، والد مرحوم حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب تونڈوی رحمہ اللہ کی وساطت سے ہوئی۔ قاضی صاحب کے والد محترم کیساتھ دوستانہ مراسم تھے اور اسی نسبت سے وہ مجھ پر بھی خاص شفقت فرمایا کرتے تھے۔ یہ میری خوش بختی ہے کہ قاضی کے مشفقانہ مراسم سے میں موصوف کی زندگی کے آخری لمحات تک مسلسل فیضیاب ہوا ہوں اور اس عرصہ کے دوران میں نے نہ صرف قاضی صاحب کے علم و فضل سے استفادہ کیا ہے بلکہ انکے نیک مشوروں اور عمدہ سلوک بھی ہمیشہ میرے شاملِ حال رہا ہے۔

ایک دفعہ میں مالیر کوٹلہ میں ایک تبلیغی جلسہ میں شرکت کے بعد واپس آرہا تھا۔ ریل کا سفر تھا۔ راستے میں ایک اسٹیشن پر گاڑی رکی اور میں یونہی پلیٹ فارم پر اتر آیا۔ اتنے میں کسی نے پیچھے سے آکر میرے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ یہ شفقت اور محبت کے ہاتھ تھے میں نے گردن گھما کر دیکھا تو اپنے عقب میں قاضی صاحب کو ایستادہ پایا۔ انہیں دیکھ کر میرا دل خوشی سے سرشار ہو گیا۔ شاید یہ بھی ایک مردِ مومن کی علامت ہے کہ انکے وجودِ گرامی سے آس پاس والوں کیلئے ہمیشہ راحت و مسرت کی شعاعیں پھوٹا کرتی ہیں۔ میرے ابا جان "مردِ مومن (ولی اللہ) کی پہچان کشف و کرامات سے نہیں بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ اذا رأو ذکر اللہ۔ (جب چہرہ پر نظر ڈالے تو خدا یاد آجائے) یہ کھلی نشانی قاضی صاحب پر پوری اترتی تھی۔ بہر حال مجھے خوب یاد ہے کہ قاضی صاحب نے مجھے ازراہ ذرہ نوازی یہ نصیحت فرمائی کہ "آپ درس قرآن دیا کریں" قاضی صاحب تو یہ نصیحت فرما کر رخصت ہو گئے لیکن میں تا دیر ان کے ارشاد کے قابلِ عمل ہونے پر غور کرتا رہا۔ میں اس زمانے میں بالکل نوعمر تھا۔ میرے ذہن میں بار بار یہ خیال آتا تھا کہ درس قرآن کا عظیم کام تو ایسی بزرگوں کیلئے زیبا ہے جو علم و فضل کیساتھ ساتھ عمر میں بھی مجھ سے آگے ہیں بھلا مجھ سا طفلِ مکتب اس کارِ عظیم کا بڑا کیونکر اٹھا سکتا ہے؟ لیکن میں اسے قاضی صاحب ہی کی ایک کرامت سمجھتا ہوں کہ ان کی مبارک تحریک سے میرے ذہن میں آخر کار خود اعتمادی کا جذبہ غالب آیا اور میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اپنی نوعمری، ناتجربہ کاری اور کم علمی کے باوجود اس مبارک کام کا آغاز کر دیا اور قاضی صاحب کی دعاؤں کی برکت سے بفضلہ درس قرآن کا یہ سلسلہ کسی نہ کسی شکل میں تا ہنوز جاری ہے خدا کرے اسکی توفیق مجھ بندہ ناچیز کو اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک حاصل رہے۔

قاضی صاحب کو مبدا فیض نے فہم و فراست سے بھی حصہ وافر عطا کیا تھا۔ چنانچہ وہ پیچیدہ مسائل کو عام فہم انداز میں سلجھانے کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ میرے ایک تایازاد بھائی مولوی شرف الدین صاحب تھے وہ ایک سیدھے سادے آدمی تھے انہوں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے اس حدیثِ نبوی کی وضاحت کی درخواست کی جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اختلاف امتی رحمۃ یعنی میری امت کا اختلاف باعثِ رحمت ہے۔ مولوی شرف الدین کا سوال تھا کہ آخر اختلاف کس طرح باعثِ رحمت ہو سکتا ہے جبکہ بظاہر یہ انتشار اور فرقہ بندی کی علامت ہے۔ مولانا

ثناء اللہ صاحب نے اس سوال کا جو جواب دیا وہ میرے ضیائی صاحب کی ذہنی سطح سے قدرے بلند تھا لہذا یہ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ قاضی صاحب کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے مولوی شرف الدین صاحب کو کہلا بھیجا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب تو معروف آدمی ہیں آپ کسی روز میرے پاس تشریف لائیں۔ میں آپ سے اس مسئلہ پر گفتگو کر دوں گا۔ چنانچہ مولوی شرف الدین صاحب قاضی صاحب کے ہاں پہنچے۔ حسن اتفاق سے میں بھی اس مبارک مجلس میں موجود تھا۔ قاضی صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس حدیث کا اصل نقشہ بیان کیا۔ قاضی صاحب کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں لفظ اختلاف فرمایا ہے نہ کہ لفظ مخالفت۔ باہمی مخالفت کا جذبہ یقیناً باعث رحمت نہیں ہو سکتا کیونکہ مخالفت انتشار اور عداوت کی علامت ہے لیکن اس سے اختلاف مراد ہے۔ مخالفت اندھا دھند ہوتی ہے اور اس کی تہ میں منفی جذبہ کارفرما ہوتا ہے اس کے برعکس اختلاف کے پیچھے خیر خواہی کا تعمیری جذبہ ہوتا ہے جو سراسر ایک نیک ذہن کی پیداوار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دو یا دو سے زیادہ نیک لوگ کسی بات یا مسئلہ پر اختلاف کا اظہار کرتے ہیں تو اس مسئلے کے بہت سے ایسے پوشیدہ اور اوجھل پہلو بھی نگاہوں کے سامنے آجاتے ہیں جن کی طرف پہلے کسی کی نگاہ نہیں جاتی۔

قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس قسم کے اختلاف کی بدولت ہی مختلف دلائل سامنے آتے ہیں جن کی بنا پر فرامین نبوی کا بنظر غائر مطالعہ کرنے کا موقع ملتا ہے پھر آپ نے اپنے موقف کی تائید کے لئے یہ حدیث نبوی سنائی لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک (ترجمہ: اللہ تعالی کے نزدیک ایک روزہ دار مسلمان کے منہ کی بو کستوری کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے) قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث کی تشریح میں ہمارے محدثین نے محض اختلاف رائے کی بنا پر نئے نئے نکتے پیدا کئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ چونکہ اللہ تعالی کو روزہ دار کے منہ کی بو بہت پسند ہے اسلئے روزہ دار کو روزہ کھولنے سے پیشتر مسواک کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ مسواک سے وہ بو ختم ہو جائے گی جو اللہ کو محبوب ہے۔ کچھ دوسرے محدثین اس حدیث سے یہ مطلب اخذ کرتے ہیں کہ چونکہ روزہ دار کے منہ میں یہ بو عموماً دوپہر کے بعد پیدا ہوتی ہے لہذا دوپہر سے پہلے پہلے مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن فقہا کے ایک گروہ نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اس حدیث کا منشا زیادہ تر ایک روزہ دار کی اطاعت شعاری کو اللہ تعالی کے ہاں پسندیدہ ٹھہراتا ہے اور روزہ دار کو یہ یاد کراتا ہے کہ تمہاری بھوک اور پیاس کا اضطراب حتیٰ کہ اسکے سبب سے تمہارے منہ میں پیدا ہو جانے والی بو بھی اللہ تعالی کو تمہارے جذبۂ اطاعت کی بنا پر بہت پسند ہے۔ اس بو کو باقی رکھنا روزہ دار پر لازم نہیں ہے بلکہ اس ضمن میں اس حدیث نبوی کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے مسواک کرنے کی بلا استثنا تاکید فرمائی ہے۔ اس مثال کے ذریعہ قاضی صاحب نے مولوی شرف الدین صاحب پر یہ واضح کیا کہ فقہا کا یہی وہ علمی اختلاف ہے جسے نبی کریم ﷺ نے باعث رحمت فرمایا ہے۔

علم حدیث کی مانند علم تفسیر پر بھی قاضی صاحب کو پورا پورا عبور حاصل تھا اس ضمن میں مجھے اپنے استاذ محترم مولانا ابو الخیر خیر الدین احمد صاحب سرسوی کی ایک روایت یاد آتی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب مرحوم نے اپنے ہاں چند علماء کو کھانے پر مدعو کیا۔ مدعوین میں میں بھی شامل تھا اس محفل میں بہت سے علمی مسائل پر گفتگو ہوئی اور اسکے دوران قاضی صاحب نے سورۂ یوسف کی یہ آیت پڑھی وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ اسکے ترجمہ اور تفسیر کیلئے مفسرین اور مترجمین نے مختلف انداز اختیار کئے ہیں اور کچھ تراجم اور تفاسیر ایسی بھی ہیں جن کے مطالعہ سے خدا کے ایک نبی کی شان مجروح ہوتی نظر آتی ہے۔ قاضی صاحب نے خیال ظاہر کیا کہ ایسے تراجم اور تفاسیر میں غالباً اسرائیلی روایات کی دخل اندازی ہو گئی ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس آیت کا ترجمہ یہ ہونا چاہیئے کہ "وہ (عورت، امرأۃ العزیز) اپنے اصرار (ترغیب گناہ) پر اڑی رہی اور وہ (حضرت یوسفؑ) اپنے انکار پر اڑے رہے اگر حضرت یوسف نے خدا کی برہان کو نہ دیکھا ہوتا (تو وہ اسکا ارادہ کر سکتے تھے) اور حقیقت یہ ہے کہ اس ترجمہ کی صورت میں نہ صرف یہ کہ ذہن میں کوئی الجھن پیدا نہیں ہوتی بلکہ نبی کا کردار آئینہ کی طرح بیداغ نظر آتا ہے

جیسا کہ بیان کر چکا ہوں۔ قاضی صاحب ریاست پٹیالہ کے ملازم تھے۔ دوسرے رجواڑوں کی مانند پٹیالہ کے راجہ کے دربار میں بھی حاضری کے کچھ آداب مقرر تھے جو توحید پرست طبائع کیلئے گراں تھے۔ خصوصاً راجہ کے سامنے حاضری کے موقعہ پر کورنش وغیرہ بجا لانا اور اس قسم کی دوسری حرکات وافعال کسی ایسے شخص کیلئے ممکن نہیں ہو سکتے تھے جو ایک خدائے واحد پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے حضور سجدہ ریز ہونے کے بعد کسی اور ہستی کے سامنے سرِ نیاز خم کرنے کو گناہ سمجھتا ہو۔ قاضی صاحب ماشاءاللہ ایک اعلیٰ درجے کے موحد مسلمان تھے اور ان کے عقائد کا علم خود راجہ کو بھی تھا۔ قاضی صاحب کی خدا ترسی، عدل و انصاف اور راستی سے راجہ اس درجہ متاثر تھا کہ اس نے قاضی صاحب کو کبھی ان کے عقائد کے منافی درباری آداب کی پابندی کیلئے مجبور نہ کیا۔

میرے ایک محب دیرینہ جناب سید بشیر احمد صاحب جو تقسیم ملک سے قبل ریاست پٹیالہ بغرض تعلیم رہائش پذیر تھے اور آجکل ملتان میں مقیم ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ پٹیالہ کے راجہ ولایت سے لوٹے اور ان کے استقبال کیلئے عمائدین ریاست اسٹیشن پر پہنچے تو مجھے خیال آیا کہ چل کر دیکھیں کہ اس موقعہ پر قاضی محمد سلیمان صاحب جیسا موحد، راجہ کے روبرو کس طرز عمل کا مظاہرہ کرتا ہے اسی خیال سے جب میں اسٹیشن پر پہنچا تو دیکھا کہ قاضی صاحب استقبال کے لیے آنے والے دوسرے عہدیداران اور معززین کی قطار سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہیں۔ راجہ صاحب جب گاڑی سے اترے تو استقبال کے لیئے آنے والے تمام لوگ حسب معمول رکوع میں جا کر کورنش بجا لانے لگے لیکن قاضی صاحب بدستور استغناء کی تصویر بنے اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ پھر میں نے یہ دیکھا کہ راجہ صاحب دوسرے لوگوں کے سلام وصول کرتے ہوئے جونہی قاضی صاحب کے قریب آئے اور ان کی نظر قاضی صاحب پر پڑی تو راجہ صاحب خود آگے بڑھ کر قاضی صاحب سے بغلگیر ہو گئے۔ یہ عجیب منظر دیکھ کر میں بہت حیران ہوا، اور اس روز سے میرے دل میں قاضی صاحب کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ گئی اور میں نے سوچا کہ قاضی صاحب نے اپنے رزق اور اپنی دنیا کے لیئے خدا پرستی کے اصول کو توڑنے سے پرہیز کیا۔ اسطرح بندوں کی بندگی سے انہوں نے خود کو بچائے رکھا۔ جسکا نتیجہ یہی ہونا چاہیئے تھا کہ بندے خدا کے اس نیک بندے کے گرویدہ ہو گئے۔ سبحان اللہ ایسا کسی دین ہے جسے پروردگار دے۔

اسی طرح ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ جن مبارک ایام میں قاضی صاحب مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھے ان دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک روز قاضی صاحب مسجد نبوی سے نماز پڑھ کر نکل رہے تھے اور آپکے ہمراہ مسجد نبوی کے امام صاحب بھی باتیں کرتے ہوئے آ رہے تھے کہ مسجد کے دروازہ پر پہنچے۔ جہاں نمازیوں کی جوتیاں پڑی ہوتی ہیں۔ اس جگہ پر امام صاحب نے بڑھ کر قاضی صاحب کی جوتیوں کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر دیا اور انہیں قاضی صاحب کے سامنے رکھ دیا۔ قاضی صاحب نے تیزی سے امام صاحب کے ہاتھوں کو پکڑا، اور کہا کہ میں آپ یہ کیا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ جواباً امام صاحب نے آنکھوں میں آنسو لے کر فرمایا کہ "آپ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں ایسا کس کے حکم سے کر رہا ہوں۔ فرمایا کہ رات خوش بختی سے مجھے سرور کائنات فخر موجودات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی سعادت حاصل ہوئی اور مجھے عالم رویا میں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ دیکھو! محمد سلیمان میرا اپنا مہمان ہے اسکی ہر طرح عزت کرنا۔

"رحمۃ اللعالمین" کی اصل مقبولیت

قارئین کرام اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ آجکل پروپیگنڈے اور اشتہار بازی کا زمانہ ہے۔ اس میں سرمایہ دار قسم کے لوگ جس ردّی سے ردّی چیز کو بھی چلانا چاہتے ہیں۔ اپنی دولت کے بل بوتے پر اشتہارات کے ذریعے اسے مقبول عام بنا دیتے ہیں حتےٰ کہ اسے لوازم حیات

سمجھا جانے لگتا ہے مگر رحمت للعالمین کی مقبولیت میں کسی اشتہار بازی کا دخل نہیں ہے۔ اس اجمال کی تفصیل مجھے اس واقعہ سے معلوم ہوئی کہ جس زمانہ میں اس کتاب کو شائع کیا گیا۔ اس زمانہ میں کئی بڑے بڑے تاجر کتب اداریے موجود تھے مگر مصنف نے پبلیکیشن کے لئے ایک غیر معروف شخص خلیفہ شیخ ہدایت اللہ صاحب دروازہ عطر والا، ایسے شخص کا انتخاب کیا جو کہ اس فن سے بھی ناواقف تھے۔ انہوں نے اپنے کئی احباب سے ذکر کیا کہ میرے دفتر میں ایسے متعدد خطوط موصول ہوئے جن میں ایک ہی مضمون تحریر ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے رحمۃ للعالمین نامی کتاب تاحال نہیں دیکھی اور نہ ہی اسکا اشتہار نظر سے گزرا ہے۔ بلکہ رات خواب میں آقائے کل سید الرسل کی زیارت ہوئی اور آپ نے عالم خواب میں یہ حکم دیا کہ بیٹا! کہ اس پتہ پر خط لکھ کر "رحمت اللعالمین" نامی کتاب طلب کرو۔ اور اسکا مطالعہ کرو۔ اس لئے ہم یہ خط لکھ رہے ہیں۔ ١

اللہ اکبر! یہ نصیب اللہ اکبر، لوٹنے کی جائے ہے ــــ اس کتاب کا اشتہار مصنف کا خلوص اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت بلکہ عشق تھا۔ آپ نے یہ کتاب بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ایک ایک لفظ اس احتیاط اور اہتمام سے رقم کیا ہے کہ آپ بعد از نماز تہجد باوضو اور روبقبلہ ہو کر خشوع اور خضوع سے اس کی نگارش کی توفیق مانگ کر لکھا کرتے تھے۔ اس فعل کو انہوں نے آخر تک جاری رکھا بقول علامہ اقبال رحمہ ؎ کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی!

یہ اسی آہِ سحر گاہی کا اثر ہے کہ ایک ایک لفظ دل میں اترتا چلا جاتا ہے اور بسا اوقات پڑھنے کے دوران قاری کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں۔ قارئین کرام میں سے اکثر حضرات نے رحمۃ للعالمین کا انگریزی ترجمہ پڑھا ہوگا۔ جو "پاکستان ٹائمز" میں مسلسل طبع ہوتا رہا ہے (۱۱-۶-۲۰-۱۹۵۹ء) اس ترجمہ کا شرف مصنف کے اکلوتے فرزند بقول الولد سر لابیہ جناب قاضی عبدالعزیز مرحوم کو حاصل ہوا۔ انہوں نے بھی اس ترجمہ کے دوران سنتِ ابوی کو ملحوظ رکھا۔ اس حقیقت کا انکشاف، جناب میجر جنرل غلام عمر صاحب (قاضی صاحب کی نواسی کے شوہر) نے کیا جو کہ خود بھی اس ترجمہ میں کسی حد تک ان کے شریک کار رہے۔ انہوں نے ان دنوں جب وہ کوئٹہ میں کرنل کے عہدہ کی ذمہ داریوں کو سنبھالے ہوئے تھے فرمایا کہ "ماموں جان قاضی عبدالعزیز صاحب بعض دفعہ ایک سے زیادہ الفاظ پر غور کرنا شروع کرتے کہ یہاں ترجمہ کیلئے کونسا لفظ موزوں رہیگا۔ خود غور کرنیکے علاوہ مجھ سے بھی مشورہ طلب کرتے۔ مگر آخری فیصلہ کن عمل یہ ہوتا کہ وہ باوضو ہو کر اللہ سے دعا کرتے کہ یا اللہ مجھے وہ لفظ کہنے کی توفیق دے جو تیرے نزدیک موزوں ترا اور مؤثر تر ہو"

آخر میں ایک امر واقعہ کا ذکر میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ قاضی صاحب رحمہ اپنے بزرگ و برتر مولیٰ کی خدمت میں اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ "اے مولا! مجھے ایسے وقت اپنے حضور بلانا جب میں دنیا کی ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ہوں" چنانچہ واقف حال حضرات کو بخوبی علم ہوگا کہ مولا کریم نے اپنے نیک بندے کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کو اس وقت اپنے پاس بلایا جب وہ حج بیت اللہ سے واپس لوٹ رہے تھے اور جہاز پر سوار تھے۔ اس موقعہ پر ہر قسم کی [illegible] متاع بھی ان کے پاس موجود نہیں تھا۔ ان کا جنازہ ایک معروف دینی خاندان غزنویہ کے [illegible] اسمٰعیل غزنوی مرحوم نے پڑھایا اور مرحوم کا جسد مبارک سمندر کی پاک و شفاف لہروں کے سپرد کر دیا گیا [illegible] آب رواں معلوم ہوتی ہے (سلمان)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تحریر: حکیم محمد عبداللہ (صاحب) جہانیاں

675

مولانا محمد حنیف ندوی کی دیگر مطبوعات